الا ان اولیا اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون

مدھیہ بھارت میں تبلیغ اسلام اور سرفروشانہ کردار کی عظیم تاریخ

حضرت محسن ملّت

مع اضافۂ جدید

مرتب

مولانا محمد علی فاروقی

مہتمم مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامی

سابق عربک لکچرار، آر۔ایس یونیورسٹی رائے پور سی۔جی

محسن ملّت اکیڈمی

مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامی، رائے پور۔سی جی

09425231208 www,mohsinemillt,com

EMAIL m_a_farooqui786@yahoo,com

نام کتاب	حضرت محسن ملت
مرتب	مولانا محمد علی فاروقی
کمپوزنگ	محمد اختر رضا
پروف ریڈنگ	مولانا حامد علی فاروقی (آباد)
	مولانا اشرف علی فاروقی
	مولانا عارف علی فاروقی
ناشر	محسن ملّت اکیڈمی
	مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامی
	رائے پور، چھتیس گڑھ

پہلا اڈیشن	1995	2000	
دوسرا اڈیشن	2001	2000	
تیسرا نیو اڈیشن	2016	5000	اضافہ جدید کے ساتھ

	عنواں	قلمکار	صفحہ
۱	ابتدائیہ	مرتب	۵
۲	نظر کردۂ اعلیٰحضرت حضرت محسن ملت	حضرت برہان ملت جبلپوری	۱۱
۳	حضرت محسن ملت	شیخ المشائخ حضرت سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ	۱۴
۴	محسن ملت اور ان کا مجاہدانہ کردار	حضرت ریحان ملت سجادہ نشین بریلی شریف	۱۶
۵	محسن ملت ایک تاثر	حضرت تاج العلماء جانشین مفتی اعظم ہند بریلی شریف	۱۷
۶	حضرت محسن ملت جہد و عمل کی ایک تاریخ	رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب	۱۸
۷	حضرت محسن ملت علمی و سیاسی قیادت کی عظیم تاریخ	خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی	۲۷
۸	محسن ملت اور ان کا چشمہ فیض	امین شریعت حضرت مولانا سبطین رضا خان صاحب	۳۱
۹	صوفی ملت	حضرت مولانا سید اسلام الدین صاحب امام درگاہ حضرت نظام الدین	۳۲
۱۰	ہندوستان اور مسلمان	حضرت مولانا سید شاہ اجمل حسین صاحب کچھوچھہ شریف	۳۳
۱۱	حضرت محسن ملت اور تبلیغ اسلام	شہزادۂ سمنان حضرت مولانا سید شاہ اظہار اشرف صاحب	۳۸
۱۲	مدھیہ بھارت کا عظیم مسیحا حضرت محسن ملت	پیر طریقت حضرت مولانا سید ظل حسن صاحب کچھوچھہ شریف	۳۹
۱۳	حضرت محسن ملت اور ہماری سیاسی قیادت	حضرت مولانا مظفر حسین صاحب سابق ممبر آف پارلیمنٹ	۴۱
۱۴	حضرت محسن ملت اور قومی خدمت	مولانا مفتی عبد الحکیم صاحب ناگپوری	۴۴
۱۵	محسن ملت اور ان کی یادیں	حضرت مولانا سید محمد حسینی صاحب اشرفی ناگپور	۴۸
۱۶	حضرت محسن ملت اور علمی خدمات	مبلغ اسلام مولانا سید شاہ کلیم اشرف صاحب جائسی	۵۱
۱۷	حضرت محسن ملت اور ان کا تاریخی کردار	جمال العلماء مولانا جمال رضا صاحب بریلی شریف	۵۳
۱۸	حضرت محسن ملت دانشمندانہ قیادت کی عظیم تاریخ	مولانا ظہیر الدین صاحب ایڈیٹر ماہنامہ استقامت کانپور	۵۴
۱۹	عظیم ترین حامی دین و محب وطن	علامہ سید شاہ وجود القادری صاحب جبلپوری	۵۶
۲۰	ملت کا وفادار مجاہد	مولانا راشد القادری صاحب	۵۹
۲۱	حضرت محسن ملت دنیائے سیاست کا تاجدار	شاعر اسلام راز الہ آبادی	۶۴

	عنواں	قلمکار	صفحہ
۲۲	مسیحائے قوم	حضرت مولانا مفتی عبد القادر صاحب نیپالی	۶۷
۲۳	ولی کامل عارف باللہ حضرت محسن ملت ان کی کرامتیں	قاری محی الدین صاحب ادیب اشرفی	۶۹
۲۴	خلیفۂ اعلیٰحضرت مولانا حامد علی فاروقی	پروفیسر مجید اللہ قادری پاکستان مولانا محمد صادق قصوری پاکستان	۷۳
۲۵	محسن ملت اور تبلیغ دین	قاری محمد عمران اشرفی	۷۴
۲۶	پیکر اخلاص و محبت محسن ملت	مولانا منصور عالم صاحب اشرفی	۷۷
۲۷	سرچشمہ فیض و عطا حضرت محسن ملت	مولانا سید سجاد اشرف صاحب اشرفی	۸۰
۲۸	حضرت محسن ملت ایک تعارف	مرتب	۸۳
۲۹	در خواجہ کا ایک روشن ستارہ منقبت	حامد رائے پور	۱۰۷
۳۰	حضرت محسن ملت پر کئے گئے مقدمات کا اجمالی جائزہ	مولانا سید سبطین رضا ہاشمی	۱۰۸
۳۱	جیل سے حضرت محسن ملت کا خط	حضرت محسن ملت	۱۱۶
۳۲	حضرت محسن ملت کے جیل کے ساتھی	حضرت محسن ملت	۱۲۱
۳۳	حضرت محسن ملت اور ان کے اسلاف	مرتب	۱۲۴
۳۴	رہبر راہ طریقت منقبت	صوفی شاہ اوصاف محمد چشتی اندور	۱۳۴
۳۵	شہنشاہ ہندوستان کی جلوہ گری	مرتب	۱۳۵
۳۶	ایمانی للکار	----"---	۱۳۹
۳۷	جیل کی کوٹھری میں تبلیغ اسلام	---"----	۱۴۱
۳۸	شفقت و محبت کا پیکر جمیل	---"---	۱۴۴
۳۹	مجاہدانہ زندگی کا ایک گوشہ	---"---	۱۴۷
۴۰	سرفروشانہ للکار	---"---	۱۵۳
۴۱	جب شہر جلنے والا تھا	---"---	۱۵۷
۴۲	مشعل راہ ہدایت منقبت	اسماعیل فاطر مظفر پوری	۱۶۰

ابتدائیہ

مجاہد بنگال سراج الدولہ اور شیر دکن ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں نے پورے ہندوستان کو اپنا غلام سمجھ لیا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ پورے ہندوستان کے حکمراں بن کر ظلم وستم کی قہرمانی طاقتوں کے علمبردار نظر آنے لگے۔ جگہ جگہ ہندوستانیوں کا ظالمانہ اور سفاکانہ قتل عام اور عیسائیت کی ترویج واشاعت ان کا اصل مقصد بن گیا۔ اس سلسلے میں پادری ایڈمنڈ کے اس گشتی مراسلہ سے ان کے ناپاک ارادوں اور خطرناک عزائم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جسے اس نے ۱۸۰۰ء میں متعدد لوگوں کے پاس خصوصاً سرکاری ملازمین کو بھیجا تھا۔

"اب تمام ہندوستان میں ایک علمداری ہوگئی ہے۔ تاربرقی سے سب جگہ کی خبریں ایک ہوگئیں۔ ریلوے سے سب جگہ آمد ورفت ایک ہوگئی۔ مذہب بھی ایک چاہئے۔ اس لئے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی ایک مذہب ہو جاؤ۔ (اسباب سرکشی ہندوستان بحوالہ باغی ہندوستان صفحہ ۲۱۲)

ایک طرف انہوں نے سارے ہندوستان کو جبراً وقہراً اپنانے کا شیطانی منصوبہ تیار کیا تو دوسری طرف اپنے خرید غلاموں کے ذریعہ اپنی حکومت کی حفاظت وصیانت کو فرض قرار دلوا کر اپنے خلاف نفرتوں کے بھڑکتے شعلوں کو ٹھنڈا کرنے کا فرعونی منصوبہ تیار کیا۔ جیسا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی، مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے سوانح نگاروں نے اس حقیقت کا برملا اظہار کیا کہ جب بھی حکومت برطانیہ پر آنچ آئی یہ لوگ اس کے تحفظ کے لئے میدان میں اتر پڑے۔ تیسری طرف انگریزوں نے نہایت چالاکی اور دوراندیشی سے ایسی حکمت اپنائی کہ جو مجاہدین اسلام انگریزوں کے تخت وتاج کو کھلے عام للکار رہے تھے انہیں سید احمد بریلوی کی قیامت میں سکھوں سے لڑوا کر مسلمانوں کی عسکری قوت کو طویل عرصے کے لئے توڑ دیا۔ جس کے نتیجے میں تاریخ کا وہ شرمناک

حادثہ معرکۂ بالاکوٹ رونما ہوا جس نے غلامی کے سایہ کو مزید دراز کر دیا۔

پے در پے شکست اور لگاتار ناکامیوں نے مسلمانوں کے حوصلے پست کر دیئے اور کفر و شرک کے علمبرداروں کو نہایت جری اور بے باک بنا دیا جس کے نتیجے میں پورے بھارت میں خون مسلم کی ارزانی، غیرت وحمیت کے پیکروں کی تباہی اور قوم وملت کے ہونہاروں کی بربادی نے وہ رنگ دکھایا کہ ہندوستان کی دھرتی خون مسلم سے رنگین نظر آنے لگی۔ ہر طرف تباہی وبربادی کی قہرمانی طاقتیں رقص کرنے لگیں۔ مصائب ومشکلات کی تاریکیاں شب دیجور کی ظلمتوں کو شرمانے لگیں اور مسلمانوں کو اپنا دین وایمان بچانا مشکل ہوگیا۔ ان کی عزت وآبرو کے لالے پڑ گئے۔ جو مسلمان کسی طرح عیسائیت کے دلدل میں پھنسنے کے لئے تیار نہیں تھے انہیں اور ان کی پوری نسل کو برباد کرنے کے لئے شدھی کی بھٹی سلگائی گئی تاکہ اس آندولن کے سہارے اسلام اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ شدھی آندولن آندھی اور طوفان کی طرح اٹھا اور سارے بھارت پر چھا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سیکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان دین وایمان کی دولت لازوال سے محروم ہونے لگے۔ ان کا ایمانی وجود خطرے میں پڑ گیا۔ اس سلسلے میں تاجدار اہلسنت، شہزادۂ اعلیٰحضرت سرکار مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے اس بیان سے نزاکت وقت اور بربادئ مسلم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جسے دبدبۂ سکندری نے ۲۹ جنوری ۱۹۲۳ء کو شائع کیا تھا۔ جس میں ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کے ارتداد کی وحشتناک رپورٹ تھی۔

ایک طرف مسلسل ناکامی، دوسری طرف فتنۂ ارتداد کی آندھی اور تیسری طرف تقسیم ہند کا قیامت بدوش حادثہ جس نے پوری مسلم قوم کو عجیب مایوسی اور کسمپرسی کی حالت میں پہونچا دیا۔ اس وقت نہ صرف مایوسیوں کے اندھیروں میں یہ بھٹکنے لگے بلکہ تقسیم ہند اور تشکیل پاکستان کی سزا تو آج

تک بھٹکتے چلے آرہے ہیں۔جبکہ تاریخ کا اپنا فیصلہ کچھ اور ہے اور تاریخ کی نگاہ اس حادثہ میں کسی اور کے دامن پر خونی دھبہ دیکھ رہی ہے۔جیسا کہ ایچ ایم سیروائی جو خود ایک عظیم محقق اور قانون داں ہیں ،انہوں نے اپنی کتاب ''پارٹیشن آف انڈیا لیجنڈ اینڈ ری یلٹی'' میں اس تعلق سے روشنی ڈالتے ہوئے تاریخ کی اس حقیقت کا برملا اظہار کیا ہے کہ تقسیم کے اصل ذمہ دار گاندھی ،نہرو اور پٹیل تھے ،جنہوں نے کیبنٹ مشن پلان کو صرف اس لئے ناکام کیا کہ اگر وہ پلان منظور ہو جاتا تو ہندوستان تقسیم کے دردناک حادثہ سے بچ جاتا۔ان کی یہ کتاب سب سے پہلے ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی اور پھر ۱۹۹۰ء میں دوسری بار اور اب تیسری بار ۱۹۹۴ء میں ہو کر حقیقت کے متلاشیوں کے لئے روشنی کا مینارہ بن چکی ہے۔

نہرو جی ،گاندھی جی اور پٹیل کے ساتھیوں میں کانجی دوارکا داس بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔انہوں نے بھی اپنی کتاب میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ ہندوستان کو تقسیم کرنے کے اصل ذمہ دار جناح نہیں بلکہ گاندھی ،نہرو اور پٹیل تھے۔ان کی اس کتاب کا اردو ترجمہ محمد علی جناح کے نام سے شہاب الدین دسنوی نے کیا جسے علمی مجلس دہلی نے شائع کیا۔

مگر اس مایوس کن اور ہمت شکن ماحول میں چند نفوس قدسیہ اٹھیں جنہوں نے ایک طرف اپنے لہو سے عشق وعرفان کا چراغ جلایا اور اپنے کردار وعمل سے قوم کی پست ہمتی ،پژمردگی اور کاہل وسستی کو اولوالعزمی ،بلند ہمتی اور غیرت وحمیت کی نئی چنگاری سے روشناس کرایا اور دوسری طرف باطل پرستوں کے سورماؤں کو للکار کر شدھی آندولن کے امنڈتے ہوئے طوفانوں کا رخ پھیرا۔مسلم قوم کو نئی گھن گرج اور ایمانی جذبات سے سرشار کر کے پھر میدان عمل میں لا کھڑا کیا۔

اس سلسلے میں بریلی کے تاجدار مجدد اعظم سرکار اعلیٰحضرت کا فولادی کردار اور ایمانی للکار نیز ان کے خلفاء وتلامذہ کے تاریخ ساز کارناموں نے حالات کا جس طرح رخ بدلا اور باطل

پرستوں کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا کر انہیں اپنی ناکام حسرتوں کی تعفن زدہ لاش اپنے کاندھوں پر اٹھا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا۔وہ مجاہدانہ کردار وعمل کی وہ تاریخ ہے جس کی ضیا پاشیوں میں صدیوں قافلے رواں دواں رہیں گے اور ہر دور میں باطل پرستوں کو للکارنے والا گروہ ابھرتا رہے گا۔باطل پرستوں کے سازشی جال کو توڑ کر اور فکر ونظر کو اسلامی کردار وعمل کے سانچے میں ڈھال کر تاریخ کا دھارا موڑنے والی ان عظیم شخصیتوں میں حضرت محسن ملت خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ الحاج شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی کی ذات گرامی ایثار وقربانی ،اولوالعزمی وبلند ہمتی ،محنت و جفاکشی ،دوراندیشی وروشن ضمیری کا وہ سنگم ہے جس نے علامہ چھتیس گڑھ کو سنوارنے اور نکھارنے میں عظیم کردار ادا کیا۔

جس وقت شدھی آندولن کی تحریک گلشن اسلام کو پامال کرنے اور اس کی روشنی کو مٹانے کے لئے اٹھی تو آپ کی ذات سد سکندری بن کر آگے بڑھی اور ان کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا کر قوم مسلم کی حفاظت وبقاء کا جو انتظام فرمایا اس نے مدھیہ بھارت کی تاریخ ہی بدل دی۔جس کی ضیا پاش کرنوں سے آج بھی مجاہدانہ کردار وعمل اور سرفروشانہ للکار کی روشنی پھوٹ رہی ہے۔

جب سات سمندر پار سے آئے ہوئے تن کے گورے مگر من کے کالے انگریزوں نے ہماری مقدس دھرتی کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کا ناپاک منصوبہ بنایا جسے ناکام بنانے کے لئے بنگال سے سراج الدولہ ،دکن سے شیر میسور ٹیپو سلطان اور دہلی سے مغلیہ تاجدار کے آخری چراغ بہادر شاہ ظفر نے حکومت وزندگی داؤ پر لگا دی۔وقتیہ طور پر کچھ غداروں کی وجہ سے انگریز کامیاب تو ضرور ہو گئے مگر جلد ہی ان مجاہدین آزادی کا خون رنگ لایا اور پورا ہندوستان انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔اس موقع پر حضرت محسن ملت نے جو کردار ادا کیا اور جیل کی تاریک کوٹھریوں میں بیٹھ کر عشق وایمان کی توانائی کے ساتھ آزادیٔ ہند کا جو منصوبہ تیار کیا وہ تاریخ آزادی کا بہترین کردار ہے

۔جس پر آنے والا مورخ ہمیشہ عقیدت ومحبت کے موتی نچھاور کرے گا۔

جب کچھ ہندوستانیوں کی غلطیوں سے ہندوستان تقسیم ہوگیا، جس کے نتیجے میں پاکستان، بنگلہ دیش اور حیدرآباد جانے والوں کا تانتا بندھ گیا۔اس موقع پر ان مہاجرین کو روکنے اور انہیں دلاسا دینے، ان کی ڈھارس بندھوانے اور ان کی پژمردہ روحوں کو ایمانی توانائی اور اسلامی للکار کی گھن گرج سے روشناس کروانے میں آپ نے جس عزم واستقامت اور استقلال وپامردی کا جلوہ دکھایا اس کی عطر بیز نکہتوں سے آج بھی یہ علاقہ مہک رہا ہے۔

۲۲؍دسمبر ۱۹۴۹ء کو جب بابری مسجدوں میں تالا پڑا اور اذان ونماز کی صوت سرمدی اور نغمۂ ایمانی سے محروم کر کے پوری ملت اسلامیہ کو مستقل طور پر برباد کرنے کا باطل پرستوں نے ٹھوس اور طویل میعاد منصوبہ تیار کیا اس موقع پر بھی آپ کا جو کردار سامنے آیا وہ پوری قوم کے لئے لمحۂ فکریہ ہے اور آج بھی وہ پیغام ہمیں مستقبل کے اٹھنے والے فتنوں سے ہوشیار کر رہا ہے۔

ایسی عظیم وجلیل اور تاریخ ساز ہستی پر آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی جا سکی جس پر مبلغ عرب وعجم، رئیس القلم علامہ ارشد القادری صاحب نہایت قلق واضطراب کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

ہمیں نہایت قلق ہے کہ مولانا جیسی ہمہ گیر اور عظیم شخصیت پر جس نے نصف صدی تک ہندوستان کے قلب صوبہ متوسطہ میں بیٹھ کر اسلام وسنیت کی جو جوت جگائی اس پر ہمارے کسی صاحب قلم نے ابھی تک کچھ نہیں لکھا۔

پھر حضرت علامہ کی فرمائش پر میں نے بزرگان اہل سنت سے رابطہ قائم کیا اور ان کی نگارشات کو جمع کرنا شروع کیا۔آج وہی نگارشات آپ کے پیش نظر ہیں۔ہونا تو چاہئے تھا کہ اسے کئی سال پہلے منظر عام پر آجانا چاہئے تھا مگر مصروفیتوں کے ہجوم میں اور کچھ بے توجہی کی وجہ سے دیر پر دیر ہوتی رہی۔آج بفضلہ تعالیٰ مدھیہ بھارت کی اس عظیم ہستی کا پہلا تعارف آپ کے سامنے ہے

جس میں ہر مضمون کے سامنے قلم کار کا نام تحریر ہے۔آخر میں چند مضامین ایسے بھی ہیں جو کسی خاص گوشے سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں حسب ضرورت میں نے مختلف موقع پر کبھی رسالہ کے لئے کبھی کلنڈر کے لئے اور کبھی کسی فرمائش پر قلمبند کیا تھا۔وہ میرا اپنا مضمون ہے۔یہ نقش اول ہے۔جلد ہی مستقل سوانح حیات کا پروگرام ہے۔جس میں آپ کے ساتھ خاندان فاروقی کے عظیم وجلیل شخصیتوں کا تعارف خصوصاً سلطان العارفین حضرت بابا فریدالدین فاروقی گنج شکر، مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندشریف، سرخیل مجاہدین آزادی علامہ فضل حق فاروقی خیرآبادی اور اس طرح کی مایۂ ناز ہستیوں کی تاریخ، ان کے کارنامے اور ان کے مقدس اثرات پر مشتمل وہ سوانحیات ایک تاریخی دستاویز ہوگی۔ ساتھ ہی ساتھ اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے فیوض و برکات اور الطاف خسروانہ کی تفصیلات، حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی تعلیم وتربیت کی تجلیات، سید المشائخ امام العارفین سیدنا شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ، تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیحضرت حضور مفتی اعظم ہند، مخدوم الملت، سید المحدثین حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی نوازشات، برہان الملت مفتی برہان الحق صاحب علیہ الرحمہ اور امین شریعت حضرت مفتی رفاقت حسین صاحب علیہ الرحمہ کی رفاقت ومعیت کی تفصیلات ہوں گی۔اس کے علاوہ مدرسہ کی مکمل تاریخ، آپ کے رفقائے کار، چھتیس گڑھ کی متعدد تنظیموں کی تاریخ اور آپ کا اس سے تعلق، علامہ چھتیس گڑھ خصوصاً اہل رائے پور کے وہ زندہ دل اور عالی ہمت بزرگوں کا تذکرہ جنہوں نے آگے شانہ بشانہ یہاں کی جہالت وتاریکی دور کرنے میں عظیم کردار ادا کیا۔جن کے جلائے ہوئے چراغوں سے آج بھی چراغ پر چراغ جل رہے ہیں اور جن کے پھیلائے ہوئے اجالوں سے آج بھی تاریکیاں گھبرا رہی ہیں۔

محمد علی فاروقی مہتمم مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ رائے پور

۱۴؍صفر المظفر ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۳؍جولائی ۱۹۹۵ء

نظر کردہ اعلیٰ حضرت حضرت محسنِ ملّت

از۔ برہان الملت، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، شمع شبستانِ صدیقیت

حضرت مولانا مفتی برہان الحق علیہ الرحمہ جبل پور

عزیز سعادت شعار فرخندۂ آثار میاں مولانا محمد علی فاروقی زاد علمہٗ وعمرہٗ بفضل رب القوی سلام ودعاء رحمت وعافیت۔

مکتوب عزیز ملا۔ طالب خیر بفضلہٖ تعالیٰ بخیر۔ اور آپ کی درازیٔ عمر، ترقی علم، اصلاح عمل، استقامت دارالیتامیٰ واصلاح المسلمین کے لئے دعاء گو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دادا کا نمونہ بنائے۔

آپ کے جدامجد میرے نہایت مخلص عزیز حضرت مولانا حامد علی علیہ الرحمہ سے بریلی شریف میں میری پہلی ملاقات ہوئی۔ جب کہ میں اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے درس نظامی کی تکمیل کے بعد اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت، امام اہلسنت، استاذ محترم، مرشد اعظم مولانا مفتی شاہ محمد احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ کے حضور علمی، عملی، روحانی تربیت وتکمیل (ٹریننگ) کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت مولانا حامد علی صاحب فرنگی محل لکھنؤ میں کچھ دنوں تعلیم حاصل کر کے بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کے مدرسہ منظر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ یہ نہیں معلوم کہ کس درجہ میں تھے۔ اعلیٰحضرت سے بھی کچھ رسائل پڑھے اور کبھی کبھی عصر ومغرب کے درمیان جب باہر صحن میں اعلیٰ حضرت تشریف رکھتے اور صدرالشریعہ مولانا امجد علی سے یا مجھ سے فتوے لکھواتے۔ اس نشست میں مولانا موصوف بھی بیٹھتے۔

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مفتی اعظم ہند دام ظلہ الاقدس سے بھی تفسیر، حدیث اور فقہ

کے درس میں دوسرے طلباء کے ساتھ مولانا حامد علی علیہ الرحمہ بھی شریک ہوتے۔ اکثر وہابیوں، دیوبندیوں سے مناظرہ کے لئے بہت شوق اور جوش سے جاتے۔ اس وقت حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمہ، حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ، حضرت مفتی اعظم ہند مولانا کو وہ نکات بتاتے جن نکات پر وہ مناظرہ فرماتے اور رات کو واپس آ کر ہم لوگوں کو اپنی کامیابی کی پوری روداد سناتے۔

مجھے جہاں تک علم ہے مولانا حامد علی علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت سے بیعت بھی تھے اور اعلیٰ حضرت سے مولانا کو خلافت کی سند بھی ملی۔ منظر اسلام سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ کی بھی سند ملی۔ میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں چار سال شرف حاضری سے مشرف رہا۔ ہر چھ ماہ میں ایک کے لئے جبل پور آتا تھا۔ دو سال کے بعد جب میں ایک ماہ مکان میں رہ کر بریلی شریف حاضر ہوا تو مولانا حامد علی علیہ الرحمہ بریلی شریف میں نہ ملے۔ معلوم ہوا کہ تعلیم کی تکمیل کے بعد ہی کہیں چلے گئے۔ اس کے بعد مولانا سے ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ ڈاکٹر کچلو کے ساتھ خلافت کانگریس کے جلسہ میں جبل پور آئے۔

اپنی محترمہ دادی صاحبہ اور بھائیوں بہنوں کو بہت بہت دعا۔ ان کے ساتھ اصلاح المسلمین کے اعیان وارا کین ورفقاء کار واساتذہ وطلباء کو بھی سلام اور دعاء

دعا گو فقیر برہان الحق قادری رضوی سلامی غفرلہٗ جبل پور۔

حضرت محسن ملت شاہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ میرے درس گاہ کے ساتھی تھے۔ ہم دونوں نے سرکار اعلیٰحضرت کے زیر سایہ علم وعرفان کے منازل طے کئے ہیں۔ فیضان رضا سے دلوں کی دنیا سجا کر جب آپ رائے پور آئے تو جہالت وتاریکی کا سیاہ دور نظر آیا۔ سرکار اعلیٰحضرت کے

فیضان کا چراغ لئے وہ دیہات دیہات گھومتے رہے۔گاؤں گاؤں جاتے رہے۔لوگوں کو توحیدو رسالت کا پیغام تحریک سناتے رہے۔دھیرے دھیرے ان کی محنت بارآور ہونے لگی۔شدھی تحریک دم توڑنے لگی۔مدرسہ کا پروگرام بننے لگا۔پھر یہ علم وعرفان کا دانش کدہ تیار ہو گیا۔میں نے ان کا وہ دور بھی دیکھا ہے جبکہ مدرسہ کے بچوں کی پرورش کے لئے وہ دن ورات دوڑا کرتے تھے اور قوم کی فیروز بختی کے لئے رات میں بارگاہ خداوندی میں تڑپا کرتے تھے۔ تذکرہ محسن ملت (ہندی)

حضرت مولانا سید اعجاز صاحب کاظمی رحمۃ اللہ

ایک چراغ رہبری ہے محسن ملت کی ذات — روشنی ہی روشنی ہے محسن ملت کی ذات
نام ہے حامد علی ہاں نام ہے حامد علی — حامد آل نبی ہے محسن ملت کی ذات
نسبت خواجہ کی صورت صاف آتی ہے نظر — گویا آئینہ بنی ہے محسن ملت کی ذات
نسبت غوث الوری اور نسبت خواجہ پیا — آج بھی دم بھر رہی ہے محسن ملت کی ذات
وارثی فاروقی عرفانی وسیلے کی قسم — ضامن حب علی ہے محسن ملت کی ذات
زخم خوردہ قوم وملت کو یہ دیتے ہیں قرار — گویا مرہم بن گئی ہے محسن ملت کی ذات

رضوی میخانہ کی اعجاز کیفیت ہے گواہ
مست جام بے خودی ہے محسن ملت کی ذات

حضرت محسن ملّت

از۔سید الاتقیاء، سند الاولیاء، شہزادہ غوث الاعظم، جانشین مخدوم پاک، افتخار اشرفیت حضرت مولانا مفتی شاہ محمد مختار اشرف صاحب سرکار کلاں، سجادہ نشین کچھوچھہ شریف

اعزارشد سلمکم اللہ تعالی سلام مسنون

مدیر ماہنامہ "محسن ملت" رائے پور مدھیہ پردیش!

یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ اپنے جد امجد حضرت مولانا حامد علی صاحب فاروقی کی سیرت وسوانح پر مشتمل ایک خصوصی نمبر نکال رہے ہیں۔اور ہندی ماہنامہ "محسن ملت" جس کا اجراء مولانا مرحوم کے نام ولقب سے لیا گیا ہے، کے ذریعے اس خصوصی نمبر کو منظر عام پر لانا چاہتے ہیں۔ایسے پرآشوب دور میں جبکہ ملت اسلامیہ نت نئے مسائل کی الجھنوں کا شکار ہے اور صحیح قیادت کے لئے ترس رہی ہے، نیز موجودہ قائدین ومقلدین کے درمیان خط امتیاز کھینچنا دشوار دکھائی دینے لگا ہے۔ محسن ملت نمبر سے توقع کی جاتی ہے کہ صحت وسلامتی کے ساتھ مداوائے غم کی کوئی سبیل نکالے۔فقیر آپ کے نمبر کی کامیابی کے لئے دعاء گو ہے۔عزیزان سلسلہ اور گھر والوں کو سلام ودعاء کہئے۔

والسلام۔سید محمد مختار اشرفی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد۔۲۳رمئی ۱۹۸۸ء

....

علاقہ مدھیہ پردیش تمام اہلسنت کے علماء کی نگاہوں کا مرکز رہا ہے جس میں رائے پور شہر کو خصوصیت حاصل ہے۔وہاں پر محسن ملت مولانا حامد علی صاحب نے دین کا عظیم کام انجام دیا ہے۔سیکڑوں غیر مسلموں کو مسلمان بنا کر اور مسلمانوں کو برباد ہونے سے بچا کر علم کا چراغ روشن کیا۔اللہ تعالی ہر

مسلمان کو دین مصطفےٰ پر چلنے کی توفیق فرمائے۔

۲۳ر صفر المظفر ۱۴۱۳ھ ۔ ۲۳ر اگست ۱۹۹۲ء یوم یکشنبہ

حضرت محسن ملت شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ دنیائے سنیت کے مایۂ ناز اور قابل فخر ہستیوں میں سے ہیں جن کی ذات سے وسط ہندوستان میں اسلام کا چراغ روشن ہوا۔ نہ صرف ہزاروں مسلمانوں نے ان سے فیض حاصل کیا بلکہ غیر مسلموں کو بھی اسلام کی دولت ملی۔ دین کی خدمت کے لئے انہوں نے مدرسہ اصلاح المسلمین ودار الیتامیٰ کی بنیاد ڈال کر سارے مسلمانوں کی اصلاح کا بہترین فریضہ انجام دیا۔ مولیٰ تعالیٰ اسے شاد وآباد رکھے۔ ۱۰ر جنوری ۱۹۹۳ء

اس ادارے میں بے شمار اولیائے کرام کے قدوم فیض لزوم آچکے ہیں۔ حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ نے قوم وملت کی جو خدمات انجام دی ہیں ان کے اثرات علاقے میں محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ ان کا مجاہدانہ کردار اور دینی امنگ پوری قوم کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ اس جاہ وجلال اور شان وشوکت کا آدمی ملنا اب بہت مشکل ہے۔ ان ہی کے خلوص کا یہ نتیجہ ہے جو یہ مدرسہ ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔ مسلم نائمغر یکم دسمبر ۱۹۹۳ء

محسن ملت اور ان کا مجاہدانہ کردار

از۔ راز دار طریقت، ماہر شریعت، نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ الحاج
ریحان رضا خان صاحب سجادہ نشیں خانقاہ رضویہ بریلی شریف

آج مدرسہ اصلاح المسلمین ودار الیتامیٰ رائے پور میں قدم رکھتے ہی میرا دل خوشیوں سے جھوم اٹھا۔ جشن دستار فضیلت کے اس عظیم الشان اجلاس میں پہلی بار شرکت کا مجھے موقع ملا۔ حضرت محسن ملت شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ میرے جد گرامی کے ان مایۂ ناز خلفاء اور شاگردوں میں سے ہیں جنھوں نے کفرستان میں اسلام کا جھنڈا گاڑا۔ آج لوگ اپنوں کو کلمہ پڑھاتے ہیں مگر یہ وہ شخصیت تھی جس نے غیروں کو کلمہ پڑھایا۔ میرے اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد اعظم رضی اللہ عنہ کے فیوض وبرکات کا وہ جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ روشن ضمیری اور دور اندیشی کے ساتھ سیاست کی دنیا میں انہوں نے بڑا اونچا مقام پیدا کیا۔ وقت کے وزیر اعظم تک سے گفتگو کرنے میں وہ نہایت بے خوف واقع ہوئے تھے۔ ہمیشہ مسلم قوم کے مسائل پر ان سے آنکھ میں آنکھ ڈال کر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اس علاقے میں تو ان کے احسانات بکھرے پڑے ہیں۔ جہاں جائیے ان کی قربانیوں کا نظارہ کیجئے۔ پورے علاقے کو انہوں نے مسلک اعلیٰحضرت عظیم البرکت کا گہوارہ بنا دیا۔ واقعی وہ دین کے سچے خادم، اسلام کے عظیم مجاہد اور قوم وملت کے محسن تھے۔ ایسے بے نفس ولی کامل اب تو دن بدن اٹھتے جا رہے ہیں۔

محسن ملّت ایک تاثر

از۔ جانشین مفتی اعظم ہند، نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الاسلام حضرت علامہ الحاج مفتی اختر رضاخاں صاحب ازہری خانقاہ رضویہ بریلی شریف

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم و اله و صحبه الکرام هداة الدین القویم

فقیر رائے پور حاضر ہوا۔ آج مدرسہ اصلاح المسلمین کو دیکھنے کا موقع ملا۔ جسے حضرت محسن ملت شاہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ بانی ادارہ نے اپنے خون جگر سے سیراب کیا۔ آج اس کے فیضان کا دریا پورے علاقے کو سیراب کر رہا ہے۔ وسط ہندوستان میں آپ نے جس لگن اور قربانیوں کے ساتھ اسلام کی خدمت کی۔ صدہا غیر مسلموں کو اسلام سے وابستہ کیا وہ ہم سبھوں کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ میرے جد کریم اعلیٰحضرت عظیم البرکت کے فیضان کی برکت ہے کہ آپ جدھر گئے سنیت کا پرچم لہرانے لگا۔

فقیر محمد اختر رضاخاں ازہری قادری غفرلہٗ ۲۵/ذی قعدہ ۹۷ھ تریل رائے پور

بانی دارالیتامیٰ نائب شاہ ہدیٰ
تا ابد جاری رہے گا فیض کا دریا تیرا

آپ پہ سایہ فگن ہیں اشرف احمد رضا
تشنگی اپنی بجھائیں گے یہاں شاہ و گدا

از۔ خورشید الاسلام کچھوچھہ مقدسہ

حضرت محسن ملّت جدّ وجہد کی ایک تاریخ

از۔ مبلغ عرب وعجم رئیس القلم علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ صدر آل ولڈ اسلامک مشن بریڈفورڈ لندن

اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ آج ملک کا مذہبی اسٹیج اہل سنت کے ہاتھوں میں ہے جبکہ پریس پر ہمارے حریفوں کا قبضہ ہے، ضرورت چونکہ ایجاد کی ماں ہوئی ہے اس لئے تقریر و خطابت کے مقابلے قلمی خدمات، اور تصنیف وتالیف کی طرف ہمارے علماء کی توجہ بہت کم رہی ہے۔ اس غفلت وکوتاہی سے ہمیں سب سے بڑا نقصان یہ پہونچا ہے کہ ہماری دینی، علمی، تبلیغی اور سیاسی خدمات کا بیشتر حصہ قلم بند نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہوگیا اور اپنے کارناموں کے مطابق تاریخ میں ہمیں جو قرار واقعی جگہ ملنی چاہئے تھی وہ نہ مل سکی۔ ہمارے بزرگوں میں ایک تنہا مثال امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے کہ ان کے علوم ومعارف کے ذخائر اور ان کی آفاقی وعبقری شخصیت کے فیوض وبرکات، اور ان کے دینی، تبلیغی اور اصلاحی کارنامے اوراق میں محفوظ ہوگئے۔ اور آج دنیائے اسلام کا بہت بڑا حصہ علم وفضل اور عشق ومحبت کے ان قیمتی ذخائر سے فیضیاب ہو رہا ہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ادھر دس پندرہ سال سے ہمارے نوجوان علماء میں اپنی پسماندگی کا احساس بیدار ہوا ہے اور انہوں نے قرطاس وقلم کی طرف بڑی سرعت کے ساتھ پیش قدمی کی ہے۔ اب ہماری لائبریریوں اور کتاب خانوں میں جدید اور بیش قیمت تصانیف کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے۔

ان نوجوان مصنفین میں ....گرامی قدر عزیز اور تلمیذ رشید مولانا محمد علی فاروقی خاص

طور پر قابل ذکر ہیں کہ بے سروسامانی اور وسائل کے فقدان کے باوجود انہوں نے چھتیس گڑھ جیسی بنجر زمین میں قلمی کاشت کی ایک نئی طرح ڈال دی ہے۔ اس علاقے کی مسلم اکثریت چونکہ اردو سے نابلد ہے اور نوشت وخواند کا سارا کام ہندی میں ہوتا ہے اس لئے انہوں نے اصلاحی اور تبلیغی قسم کے بہت سارے چھوٹے چھوٹے کتابچے تصنیف کر کے عوام کے درمیان پہونچا دیا ہے۔ متعدد اردو تصانیفات کو انہوں نے ہندی رسم الخط میں منتقل کر کے اردو سے نابلد عوام کو دین سے باخبر کرنے کے لیے وقت کا نہایت اہم فریضہ انجام دیا ہے۔ اختلافی مسائل میں اردو زبان کی معرکۃ الآرا کتاب زلزلہ کو بھی انہوں نے ہندی میں منتقل کر دیا ہے۔ نشر واشاعت کا کام جاری رکھنے کے لئے موصوف نے محسن ملّت اکیڈمی کے نام سے ایک نہایت مؤثر ادارہ بھی قائم کر لیا ہے۔ جس کے زیر اہتمام یہ ساری کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا فاروقی کا یہ کارنامہ بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ وہ بنام ''محسن ملّت'' ہندی میں ایک ماہنامہ بھی رائے پور سے شائع کر رہے ہیں۔ موصوف کی زبانی یہ معلوم کر کے مجھے انتہائی حیرت ہوئی کہ ادارت اور طباعت وترسیل کا سارا کام ان کے مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ رائے پور کے طلباء انجام دیتے ہیں۔ موصوف صرف اداریہ لکھتے ہیں اور مضامین کے انتخاب کا کام انجام دیتے ہیں۔ میں واضح طور پر یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس خصوص میں ان کے مدرسہ کے طلباء اہل سنت کے سارے مدارس میں ایک ممتاز اور قابل فخر کردار کے حامل ہیں۔ موصوف ہی کے زبانی یہ معلوم ہوا کہ ماہنامہ کی اشاعت دو ہزار تک پہونچ گئی ہے اور ملک کے بیشتر حصوں میں وہ نہایت ذوق وشوق کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

ایک عرصۂ دراز سے اپنے جدّ امجد محسن ملّت حضرت مولانا شاہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان بانی مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ رائے پور کے متعلق حضرت مولانا محمد علی فاروقی کا اصرار تھا کہ ان کی زندگی پر میں ایک جامع مضمون لکھ دوں۔ مجھے افسوس ہے کہ اپنی گوں ناگوں مصر

وفیات کی وجہ سے میں اب تک موصوف کی اس خواہش کی تکمیل نہیں کر سکا۔ لیکن آج میں طے کر کے بیٹھا ہوں کہ اس موضوع پر مجھے کچھ نہ کچھ ضرور لکھنا ہے۔

محسن ملّت حضرت مولانا حامد علی صاحب فاروقی، ان خوش نصیب اور قابل رشک علماء میں ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنّت کی زیارت کی اور ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے۔ حضرت محسن ملّت نے مجھ سے خود بیان کیا کہ جب افتاء اور تصنیف کا کام بہت بڑھ گیا تو اعلیٰ حضرت نے تدریس کی ذمہ داری اپنے خلف اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے سپرد کر دی۔ چنانچہ حضرت محسن ملّت کی درسیات کی تکمیل حضرت حجۃ الاسلام کے ذریعہ عمل میں آئی اور جامعہ منظر اسلام میں ان کی دستار بندی ہوئی۔ حضرت محسن ملت کے بیان کے مطابق ان کی سند پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے دستخط بھی ثبت تھے۔

حضرت محسن ملت کی رفاقت میں کم وبیش پندرہ سال تک جماعتی کام کرنے کا مجھے موقعہ ملا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب کہ وہ آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے جنرل سکریٹری تھے اور میں ناظم نشر واشاعت تھا۔ اس تنظیم کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس وقت اہل سنت کے دل ودماغ اس کے پرچم کے نیچے جمع ہو گئے تھے۔ اس طویل عرصہ میں حضرت محسن ملّت کو میں نے بہت قریب سے دیکھا اور مختلف رُخ سے دیکھا اور ایک بار نہیں بار بار دیکھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ سفر کی حالت میں آدمی کی اصل تصویر نمایاں ہو جاتی ہے اور زندگی کی وہ ساری کمزوریاں جن پر تکلیفات کے پردے پڑے رہتے ہیں سفر کی حالت میں بے نقاب ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ حضرت محسن ملّت کے ساتھ میرا بہت زیادہ سابقہ سفر ہی کی حالت میں تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کی سرگرمیوں کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا پورے ملک میں آئے دن کہیں نہ کہیں مرکزی کابینہ کی میٹنگوں کا، عوامی کانفرنسوں کا سلسلہ جاری رہا کرتا تھا۔

ان سارے مراحل میں حضرت محسن ملت کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ گوں ناگوں محاسن و کمالات کی جامعیت کے اعتبار سے حیرت انگیز شخصیت کے مالک تھے۔ تدبیر اور سیاسی بصیرت میں ہمارے ساتھیوں کے اندر ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میٹنگوں میں کسی مسئلے پر جب بحث بہت زیادہ پیچیدہ ہو جاتی تھی تو ان کی رائے حرف آخر ہوا کرتی تھی۔

ان کی خطابت کا رنگ بھی سب سے نرالا تھا۔ کسی بھی مسئلے پر جب وہ تقریر کرتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ ان کی آواز میں دلوں کو پگھلا دینے والی حرارت شامل ہو گئی ہے۔ کبھی کبھی تقریر کے دوران وہ اتنا جذباتی ہو جاتے تھے کہ خود ہی رونے لگتے اور آواز گلوگیر ہو جاتی ان کی اس طرح کی بے خودی کی ایک کیفیت ہم نے کل ہند سنی اوقاف کانفرنس دہلی کے موقعہ پر دیکھا تھا۔ یہ کانفرنس لال قلعہ کے پریڈ گراؤنڈ میں ۱۹۶۹ء میں آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی۔ مولانا خود اس کے جنرل سکریٹری تھے۔ سنی اوقاف کے تحفظ کے سلسلے میں وہ ایک تجویز پر تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو ان کے جذبات کے تلاطم کا عجیب عالم تھا۔ دہلی کی حکومت کو سنی اوقاف کی بربادی کا ملزم قرار دیتے ہوئے انہوں نے ایسی پُرجوش تقریر کی کہ نعرۂ تحسین سے سارا پنڈال گونج اٹھا۔ ان پر ایسی بیخودی طاری تھی کہ تقریر کرتے ہوئے وہ مائک سے بہت دور ہٹ گئے اور انہیں ذرا محسوس نہیں ہو سکا جب مجمع کے ایک گوشے سے آواز آئی تو انہیں ہوش آیا۔

سیاسی بصیرت کے علاوہ قانون کی نزاکتوں پر بھی مولانا بہت گہری نظر رکھتے تھے۔ عموماً تجاویز کا مسودہ میں ہی تیار کیا کرتا تھا۔ جب مولانا تجویز کی عبارت میں ترمیم کرتے اور مسکراتے ہوئے اس کے وجوہات بیان کرتے تو ہمیں ایسا محسوس ہوتا کہ اچانک ہم اندھیرے سے اجالے میں آگئے۔ افسوس کہ مولانا کی سیاسی زندگی کا بہت بڑا حصہ ان کے مذہبی سرگرمیوں کے انبار میں دب گیا۔ ورنہ مولانا محمد علی جوہر کے دوش بدوش خلافت کمیٹی کے زمانے میں ملک کی آزادی کے لیے اپنی

قربانیوں اور جیل کی زندگی کے جو واقعات وہ ہمیں سنایا کرتے تھے اگر وہ قلم بند ہو گئے ہوتے تو جنگ آزادی کی تاریخ کی ایک اہم کڑی ہمارے ہاتھوں سے ضائع نہ ہوتی۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ مولانا کے تعلقات بہت پُرانے تھے۔ ہم وطنی ہونے کی حیثیت سے بھی اور رفیق کار ہونے کی حیثیت سے بھی اور شری لال بہادر شاستری سے تو ان کے بالکل گھریلو تعلقات تھے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ شاستری جی کی مکتب کی تعلیم اپنے گاؤں میں مولانا کے خسر صاحب سے ہوئی تھی جو اردو زبان کے بہترین منشی تھے۔ شاستری جی نے اردو لکھنا انہیں سے سیکھا تھا۔ شاستری جی نے ساری عمر اس رشتے کا احترام کیا۔ اس تعلق کی بنیاد پر شاستری جی مولانا کے لیے اکثر و بیشتر تحائف بھیجا کرتے تھے۔

مذہبی دنیا میں بھی حضرت محسن ملت کا بہت بلند مقام تھا۔ وہ اہلسنت کے قائدین میں شمار کیے جاتے تھے۔ انہوں نے جس زمانے میں چھتیس گڑھ کو اپنی مذہبی، تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں کا مرکز بنایا وہ علمی اور مذہبی اعتبار سے اس علاقے کا بہت ہی تاریک دور تھا۔ اس علاقے میں علمی دینی شعور بیدار کرنے کے لئے بڑے سنگین مراحل سے گزرنا پڑا۔ سالہا سال کی قربانیوں اور پُرسوز جد و جہد کے بعد اس علاقے میں دین و سنیت کی بہار آئی مولانا نے سب سے پہلے مدرسہ اصلاح المسلمین و دار الیتامٰی کے نام سے رائے پور میں ایک رہائشی قسم کا دینی تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ اور آس پاس کے اضلاع اور قرب و جوار کے یتیم و نادار بچوں کو خورد و نوش کی کفایت کے ساتھ اپنے مدرسہ میں داخل کیا اور جب مولویوں اور حافظوں کی ایک فوج تیار ہو گئی تو انہوں نے امام کی حیثیت سے اپنے علاقے کی مسجدوں کو سنبھال لیا۔ آج چھتیس گڑھ میں مسلک اہل سنت کا جو فروغ آپ دیکھ رہے ہیں اس کی سرخی میں مولانا کی خونِ جگر کا بہت بڑا حصہ ہے علاقے کی بنجر زمینوں میں جب تک فصلیں اگتی رہیں گی اور دانہ چننے والے رہیں گے۔ اسے مولانا ہی کا مفتوحہ علاقہ کہا جاتا رہے

گا۔مولانا کی اس قرار واقعی پر پردہ ڈالنا اوراس کے تذکرہ سے زبانیں بند رکھنا بہت بڑی ناشکری اور احسان فراموشی ہوگی۔مولانا کی روح میں عشق وعقیدت کی چنگاری ہمیشہ دہکتی رہتی تھی جس کی حرارت سے میں نے بہت سے پتھروں کو پگھلتے دیکھا ہے طبیعت میں سوز وگداز کی استعداد تو پہلے ہی سے موجود تھی۔اعلیٰ حضرت کے فیضان صحبت نے مولانا کو کیف ومستی کے ایک عالم خودفراموش میں پہنچادیا وہ سرکار غوث الوریٰ کے ساتھ جیسی والہانہ اورفدا کارانہ عقیدت رکھتے تھے بہت کم لوگوں کوایسی سرفرازی نصیب ہوئی ہوگی۔میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کے اندر قادری نسبت کا رنگ امینِ خزائن قادریت اعلیٰ حضرت امام اہل سنّت کے فیضان صحبت سے پیدا ہوا تھا۔اعلیٰ حضرت کے فیضان صحبت کا ہی یہ اثر تھا کہ اعراس کی محافل میں ناخواندہ عوام کی مداخلت سے جو منکرات شامل ہو گئے ہیں۔مولانا نہایت شدومد کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے تھے۔ایک بار رائے پور میں کسی بزرگ کے مزار پر عورتوں کی قوالی کا پروگرام بنالیا۔اس کو اپنے وقار کا سوال بھی بنالیا۔مولانا بھی سر سے کفن باندھ کر کھڑے ہوگئے۔اتفاق سے انہیں ایام میں مجھے بمبئی کا ایک سفر پیش آیا۔میں نے مولانا کو اپنے اس پروگرام سے مطلع کردیا تھا۔رائے پوراسٹیشن پر جب میری ٹرین پہونچی تو مولانا پلیٹ فارم پر انتظار میں کھڑے تھے۔مجھے دیکھتے ہی باغ باغ ہوگئے۔مولانا نے عورت کی قوالی کے سلسلے میں مجھے یہاں کا سارا حال سنایا۔آخر میں فرمایا کہ منتظمین بھی بضد تھے کہ وہ مزار شریف پر یہ پروگرام کرکے رہیں،اور میں نے بھی تہیہ کرلیا ہے کہ شریعت کے ناموس کے تحفظ اورعرس کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لئے مجھے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے تو میں قدم پیچھے نہیں ہٹاؤں گا۔دم رخصت انہوں نے بھرائی آواز میں مجھے وصیت کی کہ مقدر کی ارجمندی سے اگر میرا جذبۂ سرفروشی اپنی مراد کو پہونچ گیا تو تم میرے مدرسہ کا خیال رکھنا اور میرے یتیم بچوں کی خبرگیری کرتے رہنا۔مولانا کے اس رقت انگیز جملے سے میری آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔میں نے انہیں تسلی دی کہ آپ

کا جذبۂ عشق واخلاص سلامت رہے۔ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ رائے پور کے غیور مسلمان آپ کو دار کی طرف بڑھنے کے لئے چھوڑ دیں گے۔رہ گیا وہ کام جو آپ نے مجھے سونپا ہے وہ آپ کے مرنے ہی پر موقوف نہیں ہے آپ کی زندگی میں بھی میں آپ کی یہ وصیت یاد رکھوں گا بمبئی کی واپسی میں پھر حضرت ٹرین پر تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ حضور غوث پاکؓ اور خواجہ غریب نواز کے صدقے میں خدا نے قبول حق کے لئے منتظمین کا سینہ کھول دیا۔

....

مولانا کی افتاد طبع ایک یہ بھی تھی کہ وہ اپنی وضع کے بہت پابند تھے،سفید کرتا،سفید پاجامہ، سُرمئی رنگ کی صدری،سفید ٹوپی اور حیدرآبادی رومال،پانچ اجزاء پر مشتمل مولانا یہ لباس ہفتے میں دو دن جمعہ اور پیر کو پابندی کے ساتھ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔سفر میں لازمی طور پر ایک زنبیل ساتھ رہتی تھی ان میں ہلکی پھلکی بیماریوں کے علاج کے لئے ضرورت کے بہت ساری دوائیں ہر وقت موجود رہتی تھیں۔تقریر کرتے وقت مولانا صندلی رنگ کی پگڑی باندھتے تھے۔پگڑی کے پیچ میں وہ کوئی خاص اہتمام نہیں کرتے تھے بس جیسے تیسے سر پر لپیٹ لیا کرتے تھے۔اپنے مدرسہ کا دوورقی اشتہار رمضان المبارک اورعید الاضحیٰ کے موقعہ پر وہ ہمیشہ شائع کیا کرتے تھے۔اسی میں مدرسہ کا حساب آمد وخرچ کا گوشوارہ بھی رہا کرتا تھا۔

مولانا کی گفتگو کا انداز بھی سب سے نرالا تھا۔وہ اپنے مقابل کی بڑی سی بڑی دلیل کو اس خوبی کے ساتھ مسکراتے ہوئے مسمار کردیا کرتے تھے کہ آدمی ہکا بکا رہ جاتا تھا۔

آپ نہایت پابندی کے ساتھ خواجہ غریب نواز کے عرس شریف میں حاضری دیا کرتے تھے۔عرس کے لیے گھر سے نکلنے اوراجمیر شریف سے واپسی کی جو تاریخ مقرر کرلی تھی اس میں چالیس پینتالیس برس تک سر مو فرق نہیں آیا۔مدرسہ میں مولانا کا جو دفتری اہتمام تھا اس کی سج دھج

بھی قابل دید تھی ،ایک مصلّیٰ اوراس کے سامنے ایک لکڑی کا بکس باقی کمرے سارا فرش ننگا ،بڑے سے بڑا منصب دار کے لیے اس سے زیادہ انہوں نے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا کہ ننگے فرش پر ایک چٹائی بچھادی۔

اپنے شہرہی میں نہیں بلکہ پورے علاقے میں آپ کی حیثیت ایک عظیم قائد اور مدبّر کی تھی ۔مسلمانوں کے مسائل میں مدھیہ پردیش کی حکومت بھی مولانا کی اہمیت محسوس کرتی تھی ۔شہر اور علاقہ کے مسلمان بھی اپنے چھوٹے بڑے سارے مسائل میں مولانا کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔مولانا نے کبھی اور کسی حال میں بھی کسی ضرورت مند کو مایوس نہیں ہونے دیا ۔وہ ہر شخص کے زخموں پر تسکین کا مرہم رکھتے تھے اور ہر شخص کے کام آتے تھے ۔ریاستی اور مرکزی حکومت میں مولانا کا جواثر ورسوخ تھا اگر مولانا چاہتے تو اپنے اور اپنے خاندان کے لئے بہت سی مراعات حاصل کر سکتے تھے۔لیکن مولانا نے پورے استغناء کے ساتھ ایک درویش کی زندگی گزاردی۔

بہت روا روی میں یہ چند سطریں ہم نے قلم بند کردی ہیں ۔آئندہ اگر موقع ملا تو تفصیل کے ساتھ حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کی مذہبی ،تبلیغی اور سیاسی خدمات ہر ایک پر ایک طویل مضمون لکھوں گا۔جنہوں نے وسط ہندوستان میں علم وفکر اور شعور وآگہی کا وہ چراغ جلایا جس کی روشنی سے ایک عالم جگمگا رہا ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ اور سنیت کی حفاظت کے لئے شمع کی طرح پگھلتے رہے۔

ہمیں نہایت قلق ہے کہ مولانا جیسی ہمہ گیر اور عظیم شخصیت پر جس نے نصف صدی تک ہندوستان کے قلب صوبہ متوسط میں بیٹھ کر اسلام وسنیت کی جو جوت جگائی اس پر ہمارے کسی صاحب قلم نے ابھی تک کچھ نہیں لکھا -----

رائے پور حضرت مولانا شاہ حامد علی صاحب فاروقی رحمتہ اللہ علیہ کا شہر ہے ۔۳۸ سال

تک موصوف نے وہاں سے علم وعرفان کے دریا بہائے ہیں۔ مسلم یتیم خانہ ان کے علم واخلاص کی ایک زندہ جاوید یادگار ہے ۔آج بھی چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کا اپنی تبلیغی ،روحانی ،تعلیمی اور سیاسی زندگی کی سرگرمیوں کا واحد مرکز ہے۔

مولانا مرحوم کی زندگی میں جب رائے پور کل ہند مسلم متحدہ محاذ کی ملک گیر جد وجہد کا مرکز تھا ۔بارہا مرکزی کابینہ کے اجلاس وہاں منعقد ہوئے اور جماعتی رشتے سے بار بار وہاں جانے کا اتفاق پیش آیا۔

علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ شان ملّت پٹنہ کیم اگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۵

آج سے پندرہ سال پیشتر محسن ملّت حضرت مولانا حامد علی صاحب رائے پوری کی شخصیت اتنی جامع اور بااثر تھی کہ حکومت اور مسلم عوام کے درمیان ایک مضبوط رابطہ کی حیثیت سے وہ مسلم عوام میں بھی قابل اعتماد تھے اور حکومت بھی ان کی رائے کا احترام کرتی تھی ۔مذہبی رہنمائی کے ساتھ ساتھ چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کی جو سماجی اور تعلیمی خدمات انہوں نے انجام دی ہیں ان کے نقوش آج بھی موجود ہیں۔

لیکن ان کے انتقال کے بعد چھتیس گڑھ سے مسلم لیڈر شپ کا بالکل خاتمہ ہوگیا ۔اور اس علاقے کے مسلمان سخت انتشار اور افراتفری کا شکار ہوگئے ۔یہاں تک کہ اب ہماری لامرکزیت اور زبوں حالی کا یہ حال ہوگیا ہے کہ کوئی بھی حادثہ پیش آجانے کے بعد ہمارے عوام کو سخت مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ اپنے آپ کو بالکل بے سہارا سمجھنے لگتے ہیں ۔وسائل میسر نہ آنے کے باعث ظلم وناانصافی کے بیشتر واقعات کی حکام بالا کو بھی کوئی اطلاع نہیں مل پاتی کہ ان کے خلاف کاروائی عمل میں لائی جائے۔

علامہ راشد القادری صاحب قبلہ چھتیس گڑھ مسلم کانفرنس ۳۱ مئی ۱۹۸۳ء امبیکاپور سرگجا ایم ۔پی

حضرت محسن ملّت

علمی وسیاسی قیادت کی عظیم تاریخ

از۔خطیب شرق علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی علیہ الرحمہ

اڈیٹر ماہنامہ پاسبان دارالعلوم غریب نواز الہ آبادی۔یو۔پی

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی حَبِیْبِہِ الْ کَرِیْم

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

محسن ملّت حضرت مولانا الحاج حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان جماعت اہلسنت کی ایک مقتدر شخصیت تھے۔خدا نے انہیں بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔وہ امام اہلسنت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عبقری وناورروزگار ہستی کی درسگاہ کے نہ صرف تعلیم یافتہ تھے بلکہ ان کی اجازت وخلافت سے بھی فیضیاب تھے۔شیر بیشہ اہلسنت،مناظر اعظم حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کے وہ معاصر وہم سبق تھے۔اس سے ان کے علمی وفقہی بصیرت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔اگر وہ دارالافتاء کے عظیم فقیہ،درس گاہ کے کامیاب مدرس اور اسٹیج خطابت کے آفاقی خطیب تھے تو میدان سیاست کے شہرہ آفاق قائد بھی تھے۔ان کے معاصر علماء حضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ کی سیاسی بصیرت کے معترف اور قائل تھے ہم جیسے سیاست کے نازک موڑ پر ان سے استفادہ کرتے۔مجھ پر تو حضرت انتہائی خلیق وشفیق اور مہربان واقع تھے۔فراغت کے بعد جب وہ چھتیس گڑھ تشریف لائے تو یہاں کا دیہی مسلمان پُرانے مراسم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ایک کفن بردوش مجاہد کی طرح گاؤں گاؤں کا دورہ کیا۔گلی گلی کی خاک چھانی،دن کہیں رات کہیں،صبح کہیں،شام کہیں کی منھ بولی مثال بن گئے،پھولوں کی سیج پر نہیں ہوتے کانٹوں

اور انگاروں سے گزرتے،بلا دامصار میں آپ مشن کی دُھن میں دیوانہ وار،جُھٹے رہے،جہاں پہونچے کلمہ حق کہا۔مذہب اہل سنت کی تلقین کی،مسلک رضویت کو فروغ دیا۔مدتوں خاک چھاننے کے بعد خیال آیا اس تاریکی میں علم وفن کا چراغ روشن کیا جائے۔جس سے پورا مدھیہ پردیش فیضیاب ہوسکے چنانچہ مُسلم یتیم خانہ اصلاح المسلمین اس عظیم قائد ورہنما کی ایک زندہ جاوید یادگار ہے۔خدا ان کی قبر پر رحمتوں کے پھول برسائے اور درجات میں بلندی دے۔وہ ایک صوفی منش درویش تھے۔سلطان الہند خواجۂ خواجگان کے شیدائی وفدائی تھے۔ہر سال اجمیر شریف بالاحترام حاضری دیتے جو کچھ خواجہ غریب نواز سے لیتے اسے خواجہ کے جاں نثاروں پر لٹاتے بزرگان دین سے انہیں بے حد عقیدت ومحبت تھی جہاں کہیں پہونچے پتہ لگائے یہاں کس کا آستانہ ہے پہلے وہاں حاضری دیتے نماز پنجگانہ کے ساتھ آپ اوراد ووظائف کے بڑے سختی سے پابند تھے۔سابق وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو آپ پر بہت اعتماد کرتے اور سیاسی جلسوں میں نہرو جی کے ساتھ مولانا خطاب فرماتے اور بے دھڑک بڑی بے باکی سے مسلم مسائل کو پیش فرماتے۔جہاں وہ فقہی بصیرت رکھنے والے ایک جید عالم تھے،خانقاہوں کے صوفی باصفا اور عارف حق آگاہ تھے اور میدان سیاست کے شہسوار بھی وہیں ان کے سینے میں ایک دردمند دل تھا جس نے انہیں ہمیشہ سیماب صفت رکھا۔وہ مسلمانوں کے غم میں کسی کروٹ چین نہ پاتے وہ ملک دوست بھی تھے اور مسلمانوں کے دُکھ درد کے ساتھی بھی‘وہ مخلصانہ جذبہ بھی رکھتے تھے جس نے انہیں سیاست حاضرہ سے قریب رکھا۔انہوں نے سیاست کو چھوا اور سونگھا تھا۔اس میں ڈوبے نہیں تھے۔ہر کہ درکان نمک رفت نمک شد کی مثال نہ تھے بس اسی قدر اس سے تعلق تھا جو آڑے وقت مسلمانوں کے کام آسکے۔

آہ!اب وہ مردِ مجاہد ہم میں نہ رہا۔تقریباً پوری صدی وہ مسلک رضویت کی تشہیر کے فروغ کے لئے جدّ وجہد کرتے رہے اور مدرسہ کی چہار دیواری میں بیٹھ کر گم گشتہ منزل کو آشنا اور

نا آشنائے راز کو راز آشنا کرتے رہے۔آخری عمر تک مسلمانوں کی اصلاح وفلاح کے لئے ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے۔آخرش اسی صدمے میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور جوانی کی خون سے سینچی ہوئی درس گاہ مدرسہ اصلاح المسلمین کو اپنی علمی یادگار کے طور پر چھوڑ گئے جو تاریکیوں میں روشن چراغ ہے۔مولانا مرحوم کے بڑے صاحبزادے مولانا فاروق علی مرحوم جو اللہ تعالیٰ کے پیارے ہو گئے وہ اپنے والد مرحوم کے شانہ بشانہ رہے۔مولانا کے صاحب زادے اور نبیرہ محسن ملت فاضل گرامی مولانا محمد علی فاروقی کی قیادت میں یہ کارواں پورے برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے۔اگر ان کی قائدانہ صلاحیتوں کا نکھار دیکھنا ہے تو اصلاح المسلمین کی فلک بوس عمارت کو ایک نظر دیکھا جائے جو اس اٹھتے نوجوان کی مساعیٔ جمیلہ اور قائدانہ صلاحیتوں کا نتیجہ ہے۔خداوند کریم انہیں عمر خضر عطا فرمائے۔عزیزی عمران سلمہٗ سے یہ معلوم کرکے بے حد خوشی ہوئی کہ مدرسہ اصلاح المسلمین کے ہوشمند اور بیدار مغز طلباء نے محسن ملت اکیڈمی کی داغ بیل ڈالی ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اب طلباء کا معیار بلند سے بلند ہوگا اور ہماری جو امیدیں ان سے وابستہ ہیں اب وقت آگیا وہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوگا۔اس وقفہ میں مجھے دوبارہ رائے پور سے گزرنا پڑا ہر بار تعمیری اور تعلیمی اعتبار سے میں نے مدرسہ کو بہت تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا اور اب تو باقاعدہ شعبۂ عالم قائم کردیا گیا ہے۔

متوسطات کے طلباء زیر تعلیم ہیں۔انشاء اللہ وہ دن بہت جلد آجائے گا جب کہ مدھیہ پردیش کے مسلمان ومعاونین ادارہ میں اپنے ماتھے کی آنکھ سے دستاربندی کا روح پرور منظر دیکھیں گے۔خدا نے چاہا تو ان کی قیادت میں یہ کارواں بہت جلد اپنی منزل کو پہونچ جائے گا۔میں مدرسہ کے طلباء کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے محسن ملت اکیڈمی کی داغ بیل ڈال کر وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔اب انشاء اللہ یہاں سے اہل زمانہ اور علم کے لیے بہترین

کتاب نکلا کرے گی۔میں اپنے عزیز طلباء کو یقین دلاتا ہوں کہ میں قدم قدم کا ان کا ساتھی ہوں اور مکتبہ پاسبان کی ساری تصانیف انہیں بغرض مطالعہ آج ہی بھیجوا دونگا اور آئندہ جو کچھ بھی تیار ہوتا رہے گا۔میری خدمات ان کے شریک حال رہے گی خدا کا شکر ہے کہ یہ علمی وروحانی خانوادہ ہے۔ جس کی نظری فکری اور علمی قیادت میں مدھیہ پردیش کا عاقبت اندیش مسلمان مدتوں سے ان لوگوں کے شانہ بشانہ ہے۔اور اسی انداز فکر وعمل میں ان کی منزل کا راز سربستہ ہے اگر یہاں کا مسلمان ان حضرات کی قیادت میں جیتا رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ کبھی ٹھوکر نہیں کھائے گا ورنہ کبھی کسی غلط اندیش کے دام تجویز کا شکار رہے گا۔یہ علمی وروحانی خانوادہ برسوں کا جانا پہچانا پرکھا اور بے داغ و بے غبار ہے۔ مسلمانوں کی کامیابی اسی میں ہے کہ ان لوگوں کی سربراہی میں انجمن فیضان محسن ملت کو ترقی عطا فرمائے۔مولانا اکبر علی کی سربراہی میں انجمن ہمدوش ثریا ہوگا۔خداوند کریم آسیب روزگار سے محفوظ رکھے اور حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ والرضوان کی روحانی برکتوں کے زیر سایہ پھلتی پولتی رہے۔آمین

میرا ایمان ہے دین حق کا ضامن بن کے نکلے گا
شریعت کا علمبردار ایک دن بن کے نکلے گا
بنا اس مدرسہ کی محسن ملت نے رکھی ہے
یہاں جو تعلیم پائے گا محسن بن کے نکلے گا

نیر دہلوی

محسن ملّت اوران کا چشمۂ فیض

از نبیرۂ اعلیٰحضرت امین شریعت حضرت مولانا سبطین رضا خاں صاحب
خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند

چھتیس گڑھ میں یہ (مدرسہ اصلاح المسلمین و دارالیتامٰی) مدرسہ اہل سنت کی دینی امنگوں کا بہترین مرکز ہے ۔اور حامی سنیت محسن ملت حضرت مولانا حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان کی باقیات صالحات میں سے ان کی عظیم وجلیل یادگار ہے ۔مولیٰ تعالیٰ اس چشمۂ فیض کو جاری رکھے اوراس کے بانی کو اپنی رحمتوں سے نہال فرمائے ۔

میں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اس مدرسہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس کے بانیان و منتظمین ، اراکین و معاونین اور طلباء و مدرسین سب کو دین وسنت کی خدمات کی برکتوں ،رحمتوں اورنعمتوں سے سرفراز فرمائے اور عامۂ مسلمین کے قلوب میں اس مدرسہ کے لئے مزید محبت وہمدردوں کا جذبہ عطا فرمائے تا کہ مذہب اہل سنت کے فروغ واشاعت کا سلسلہ جاری و ساری رہے ۔فقیر قادری سبطین رضا نوری رضوی غفرلہٗ ۲۶ ؍جمادی الآخر ۱۳۹۱ھ

چمن کی نگین فضا کو دم بھر میں رشکِ جنت بنا گئے تم
وہاں وہاں پھر خزاں نہ آئی جہاں جہاں مسکرا گئے تم

صوفی ملّت

حضرت مولانا سید اسلام الدین امام جامع مسجد درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء ۔دہلی

حضرت الحاج مولانا مولوی صوفی محمد حامد علی صاحب فاروقی چشتی نظامی قادری رائے پوری کو یہ فقیر عرصۂ دراز سے جانتا ہے ۔خواجگان کرام بالخصوص حضرت محبوب الٰہی سے خصوصی تعلق وقوی نسبت حاصل ہے ۔حضرت مولانا صاحب اکثر رائے پور سے دہلی تشریف لاتے تھے اوراجمیر شریف سلطان الہند کے دربار عالی میں حاضری دیا کرتے تھے ۔عالم بے بدل تھے اعلیٰ درجہ کے صوفی تھے ۔اخلاق حمیدہ سخاوت وتواضع علم ظاہری وباطنی میں یکتائے زمانہ تھے ۔امام اہلسنت حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے خلفائے خاص میں شامل ہیں صحیح معنوں میں تبلیغ اسلام فرمائی ہے ۔اورراہِ حق دکھائی ہے ۔حضرت کا قائم کردہ مدرسہ اصلاح المسلمین و دارالیتامٰی رائے پوراس کا زندہ ثبوت ہے میں پہلی مرتبہ رائے پور حاضر ہوا ۔حضرت کے صاحبزادگان والا شان حضرت کے نقش قدم پر ہیں اورتن من دھن سے اس کی بقاء میں لگے ہوئے ہیں ۔

میں نے جیسا کہ سنا تھا اس سے بڑھ کراس مدرسہ کو پایا میری دعا ہے کہ سلطان الہند غریب نواز خواجہ اجمیری اورسلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کا خصوصی کرم ان صاحبزادوں پر ہو اورمحسن ملت کی اس عظیم یادگار کو دوامی بقاء حاصل ہو ۔مدرسہ بامِ عروج پر پہونچے اور ہزاروں ہزار پیاسے متلاشی علم چشمۂ فیض سے سیراب ہوں ۔ ع ۔ ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین ۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی　　چراغ چشتیاں را روشنائی

مجھے امید ہے کہ مدرسہ دارالیتامٰی کے سلسلہ میں جو جو حضرت کے پروگرام باقی ہیں اور جن معاملات میں کچھ پریشانیاں آرہی ہیں عوام بالخصوص خواجگان کے غلام دلچسپی لے کراس کی تکمیل فرمائیں گے ۔تعاون پیش کریں گے ۔

ہندوستان اور مسلمان

از:۔شہزادۂ سمنان مخدوم زادہ حضرت مولانا سید شاہ اجمل حسین اشرفی جیلانی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ جہانگیریہ کچھوچھہ شریف

بت پرستی کی تمام تر لعنتوں اور اندھی عقیدتوں کے داعی آریہ جب ہندوستان میں آئے تو انہیں کونڈ، بھیل، دراوڑ اور سنتھال نامی انتہائی غیر مہذب، علم وعرفان سے نا آشنا اور شعور آدمیت سے محروم ایسی قومیں ملیں جن کے یہاں مذہب کا کوئی تصور تک نہ تھا۔اس کمی کا آریوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔وہ قدرے مہذب، دور اندیش، جابرانہ نظام اور حاکمانہ مزاج کے حامل تھے اور اپنے مروّجہ اسلحوں سے لیس تھے۔انہوں نے ہندوستان میں قدم رکھتے ہی جبر وتشدد، ظلم وعدوان، بربنہ جارحیت وچنگیزی آمریت اور اپنی فطری شیطنت کا ایسا بازار گرم کر دیا کہ بھولے بھالے ہندوستانی اس آفت ناگہانی سے بوکھلا اٹھے۔کچھ نے اپنی عزت وآبرو اور زندگی بچانے کے لئے آریوں کی غلامی تسلیم کر لی اور کچھ جنگلوں اور پہاڑوں میں روپوش ہو گئے اور اپنی قدیم روش پر قائم رہے۔

آریہ جو ہندووانہ عقائد ونظریات پر یقین رکھتے تھے ہندوستان میں ہندو مذہب کے بانی بنے۔انہوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کے ایسے جابرانہ طریقے اپنائے اور ظلم وتعدی کی ایسی ایسی مثالیں قائم کیں جس کا کسی مذہب وقوم سے تصور بھی ممکن نہ تھا۔ان کی بربریت کا تسلسل نہتھے اور بے سر وسامان ہندوستانیوں کو ہندو بناتا رہا اور تہذیب جو انسانوں کو حیوانیت کا لباس پہنا رہی تھی ہندوستان کی تقدیر بنتی رہی اور اس طرح ہندوستان پر کفر وضلالت کے اندھیرے مسلط ہو گئے۔

معبودانِ باطل کے ہجوم اور بت پرستی کے ہنگاموں میں خالق حقیقی کا تصور بھی ممکن نہ

رہا۔انسانیت تہذیب وتمدن کے نام پر رسوا ہوتی رہی۔آدمیت اوہام پرستی کی بھینٹ چڑھتی رہی۔ عزت نفس کا احساس اور انسان کی فطری شرم وغیرت بے حیائی وبے شرمی کے سیل رواں میں فنا کے گھاٹ اترتی رہی۔بالآخر پورا ہندوستان دورِ جہالت کا عرب بن گیا جہاں بیوہ اور بے سہارا عورتوں کو اپنے شوہروں کی چتاؤں پر جبراً دولہن بنا کے زندہ جلایا جانے لگا۔

ایسے میں قدرت کو ہندوستانیوں کی مظلومی، بے بسی وبے کسی پر رحم آیا اور ہادیٔ اعظم رسولِ مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کے غلام ہادی وغازی بن کر ہندوستان میں داخل ہوئے۔ان حق پرست و حق نما انسانوں نے اپنے عمل وکردار اور معبودِ حقیقی کی بندگی و پرستش کو اسلامی رنگ وروپ میں اس طرح متعارف کیا کہ کفر اپنی تمام تر دہشت انگیزی اور وحشت سامانی کے باوجود سرنگوں ہوتا گیا۔ اندھیروں میں علم وعرفان کی کرنیں پھوٹتی رہیں۔اجالے پھیلتے رہے اور اندھیرے سمٹتے رہے۔ لیکن اندھیروں اور اجالوں کی یہ کشمکش ہندوستان کو تقسیم بھی کرتی رہی۔کہیں اجالوں کی حکومت بنی اور کہیں اندھیرے حکمران رہے۔کفر اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ اسلام پر حملہ کرتا رہا اور مسلمان دین حق کی عزت وبقاء کے لئے بدر واُحد کی تاریخ دہراتا رہا۔

ایسے میں ہندوستان کو ضرورت تھی ایک ایسے آفتاب جہاں تاب کی جس کی ضیا باریاں کفر وطغیان کی آنکھوں کو خیرہ کر دے۔جس کی حقانیت وصداقت اوہام پرستی کو مبہوت کر دے۔جس کا طرز بندگی بت پرستی کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکے۔جس کے اخلاق دلوں کو مسخر کر لیں۔جس کی ایک نظر تقدیرِ حیات کو عرش کی عظمتیں دیدے۔جس کی ایک ادا انسانی عظمت وکردار کی امین بن جائے۔ جس کا جود وسخا بابِ رحمت کھول دے۔جس کا در دستگیرِ بے کساں بن جائے۔جس کا وجود امن و آشتی کی ضمانت ہو جائے۔جس کی قوت ایمانی طاغوتی طاقتوں کو اپنے کوزۂ اقتدار میں سمیٹ لے۔

الغرض ایک بار پھر قدرت ہندوستان پر مہربان ہوئی اور مجمع الکمالات خواجۂ خواجگان

حضرت معین الدین چشتی حسن سنجری رضی اللہ عنہ سلطان الہند بن کر ہندوستان میں تشریف لائے۔ اس وقت دہلی کے تاج وتخت پر غرورِ کفر اور نشہ حکومت راجہ پرتھوی راج چوہان کے روپ میں حکومت کر رہا تھا۔ پرتھوی راج کا سرکشانہ مزاج جب سلطان الہند رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں گستاخ ہوا تو جلالِ ولایت سلطان محمد غوری کی صورت میں ہندوستان پر چھا گیا۔ طاغوتی طاقتیں تباہ وتاراج ہوئیں۔ ہر سو اسلامی عظمتوں کے پرچم لہرائے۔ ہندوستان میں باضابطہ طور سے اسلامی اقدار وافکار کا تصرف ہوا اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی ربوبیت وشانِ کبریائی کا غلغلہ بلند ہوا۔

سرکار غریب نواز رضی اللہ عنہ کی شانِ غریب نوازی تقریباً ایک ہزار سال تک مسلم شہنشاہوں کی صورت میں امن وآشتی کا پیغامبر بنی رہی۔ اور ہندوستان دنیا والوں کی زبان پر جنت نشاں کا اعزاز حاصل کرتا رہا۔ مگر دھیرے دھیرے ہندوستانی عظمتوں کا سورج گہنانے لگا۔ طاقت کے پجاریوں کی ابن الوقتی اور مسلمانوں کی شامتِ اعمالی انگریزوں کی صورت میں ہندوستان پر مسلط ہوگئی۔ عروج وارتقاء کی ضامن قوم زوالِ مسلسل کی علامت بن گئی اور ہندوستان میں ایک بار پھر آریاؤں کی بربریت ودرندگی کی تاریخ دہرائی جانے لگی۔ آریاؤں کی غلامی کی زنجیریں توڑ کر وطن عزیز ہندوستان کو آزاد کرانے والی قوم اپنے ملک کے ساتھ ہی خود بھی غلام بن گئی۔

یہ دورِ ادبار وانحطاط ابھی جاری ہی تھا کہ ایک مردِ مومن حضرت علامہ فضل حق فاروقی خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں غازیانہ شان سے اٹھا اور آزادی کا صور پھونکا۔ یہ صور محض صورِ آزادی نہ تھا۔ انگریز سامراج کے لئے صورِ اسرافیل بن گیا۔ ظلم وبربریت کی نئی نئی داستانیں مرتب کی جانے لگیں۔ مگر انگریز جو خود ہی صلیب زدہ تھا نعرۂ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کی تاب نہ لا سکا اور بالآخر تقریباً دو سو سال بعد برٹش حکومت کا آفتاب غروب ہوگیا۔ مگر جب آزادی نصیب بھی ہوئی تو کفری جبلت صلیبی سازشوں کی بنیاد پر ہندوستان پر غالب ہوگئی اور وہ مسلم قوم جس نے جدوجہد آزادی پر

اپنا سب کچھ قربان کیا تھا، جس نے اپنے دیگر برادرانِ وطن سے زیادہ وطنِ عزیز کی عزت وناموس پر اپنا خون بہایا تھا اپنے ہی ہم وطنوں کی تعصب زدہ قیادت کا شکار ہو کر پارہ پارہ ہوگئی۔ کبھی مسلمانوں کی عصمتیں اور عفتیں نیلام ہوئیں۔ کبھی تباہی وتاراجی نصیبہ بنی۔ کہیں مساجد اصطبل بنائی گئیں۔ کہیں تالہ بندی کی گئی اور کہیں ان عبادت خانوں کو جبراً شہید کر کے بت پرستی کے ٹھکانے بنائے جانے لگے۔ یہ سلسلۂ ستم روز افزوں ہوا جا رہا تھا کہ پھر قادرِ مطلق کو مسلمانوں کی حالت زار اور بے چارگی پر رحم آ ہی گیا۔ اور سرزمین الٰہ آباد کے مشہور درویش گھرانے کا چشم وچراغ اپنی شانِ قلندری اور مجاہدانہ عزم وہمت کے ساتھ رائے پور مدھیہ پردیش سے منصۂ شہود پر آیا۔ جسے دنیا محسنِ ملت حضرت مولانا شاہ محمد حامد علی فاروقی کے نام سے جانتی ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمانوں کی لاشوں پر ملک کی تقسیم ہو چکی تھی۔ ٹوٹے ہوئے دل اور برستی ہوئی آنکھوں میں اپنے چہیتوں کی زخمی محبتوں کا ساون بھادوں لئے مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اجنبی راہوں پر اپنے وطن سے دور بہت دور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے بڑھ رہا تھا اور جو لوگ حبِ وطن پر اپنا سب کچھ داؤ پر لگا چکے تھے وہ بھی آہوں، سسکیوں اور کراہوں میں اپنے بچھڑے عزیزوں، بے گور وکفن لاشوں، یتیموں اور بیواؤں کے مرجھائے ہوئے چہروں میں اپنے درخشندہ ماضی، کربناک حال اور خطرات واندیشوں سے پُر مستقبل کے سایوں میں اپنے بکھرے ہوئے وجود کے ذرات تلاش کر رہے تھے۔ آنسوؤں، آہوں اور سسکیوں کا مارا مسلمان اپنی عزت وبقاء کی آخری جنگ خود اپنے ہم وطنوں سے لڑ رہا تھا اور کبھی زخموں سے نڈھال ہو کر امرائے حکومت سے دادرسی کی آس لئے اپنی مظلومی کی دل دوز داستان در در بھٹک کر سنا رہا تھا۔ ماحول کی قیامت خیزی کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی ٹھکانا دے رہا تھا نہ ہی آسرا۔ اپنے بیگانے ہو چکے تھے۔ دوست دشمن ہو چکا تھا۔ نہ کوئی پرسان تھا نہ یار ومددگار۔ آج وہی قوم مسلم جس نے اپنے جذبۂ حب الوطنی سے سرشار ہو کر ہندوستان

کو جنت نشاں بنایا اور ہندوستانیوں کو علم وادب، تہذیب وشائستگی، دین حق، عدل وانصاف، شعور انسانیت اور عروج وارتقاء کی ساری عظمتیں عطاء کردی تھیں۔خود تہی دست وتہی دامن کھڑی تھی۔ نہ کوئی ہمدم نہ مونس۔ ایسے شکستہ حالات میں بھی کفر اپنی فطری درندگی پرنازاں آمادۂ پیکار رہا۔

ایسے عالم کرب وبلا میں ہمت وشجاعت، عزم واستقلال، صبر وتحمل، شوقِ شہادت، جذبۂ جہاد، قربانی وایثار، حقانیت وصداقت اور ایمانی ولولوں کا پیکر مدھیہ بھارت کا عظیم مسیحا محسن ملت حضرت مولانا شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی جیسی شخصیت اٹھی اور اپنی پژمردہ قوم کو اس انداز سے زندگی کی توانائیاں عطا کرگئی کہ تھوڑے ہی عرصے میں فسادات وانتشار کا شکار قوم آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ پرچم تلے منظم نظر آئی۔ یہ تنظیم اس پایہ کی تھی کہ دہلی دربار بھی اس کی دھمک محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

ہندوستان میں دین وایمان کو ذبح کرنے والی شدھی تحریک رہی ہو یا مسلمانوں کو سیاسی اعتبار سے قعر مذلت میں دفن کرنے کی منظم سازشیں رہی ہوں، ہر مقام پر اس مردِ حق آگاہ نے ظلم وستم سہہ کے بھی اپنی قوم کو جینے کا حوصلہ دیا۔ علم وعرفان وآگہی اور دینی بیداری کا یہ سلسلہ قوم مسلم میں باقی، جاری وساری ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ کا قیام کیا۔ فکری پاکیزگی اور روحانی توانائیوں کے لئے خانقاہوں سے وابستہ رہنے کی ترغیب دی۔ ملک گیر دورہ کیا اور مردہ دلوں کو جذبۂ سرفروشی سے آشنا کیا۔

اس طرح اپنی ساری زندگی دین وملت پر وقف کردینے والے اس مردِ مومن کو مدھیہ پردیش کا مسیحا اور محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ہم جانتے اور پہچانتے ہیں۔

دعاء ہے کہ رب کریم اپنے حبیب رؤف ورحیم ﷺ کے صدقے وطفیل ہم مسلمانوں کو حضرت محسنِ ملت علیہ الرحمۃ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مُحسن ملّت اور تبلیغ اسلام

از:۔ شہزادۂ سمنان، آل رسول، سید المشائخ حضرت علامہ سید شاہ اظہار اشرف صاحب قبلہ ولی عہد سجادہ نشین سرکارکلاں کچھوچھہ مقدسہ

آج مورخہ ۲/۱۹۹۳ء کو جلسۂ عید میلاد النبی ﷺ کی شرکت کے سلسلہ میں مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ رائے پور حاضری کا موقع ملا۔ یوں تو کئی سال پہلے بھی مدرسہ مذکور کو دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ لیکن اس بار دارالعلوم ہذا میں بہت کچھ دیکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محسن ملت شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ والرضوان کے فیضان کا وہ جلوہ دیکھا کہ دیکھتا ہی رہ گیا۔

اس علاقے میں جدھر سے گزر جایئے حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کے خلوص ولگن اور قربانیوں کا ثمر قدم قدم پر دیکھنے کو ملے گا۔ جہالت کی تاریکیوں میں عشق رسول کا چراغ جلا کر انہوں نے پوری قوم کو بربادی سے بچالیا اور اس ادارہ کی بنیاد ڈال کر آنے والی نسلوں کے ایمان کی حفاظت کا مقدسہ فریضہ انجام دیا۔ ان کے خلوص اور دینی لگن کا ہی نتیجہ ہے کہ یہ ادرہ دن بدن ترقی کے منازل طے کررہا ہے۔ اس علاقے میں میرا کئی بار آنا ہوا مگر کوئی جگہ ایسی نظر نہیں آئی جہاں اس کی روشنی نہ پہونچی ہو۔

دشمنان اسلام کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملانا اور سوئی ہوئی قوم کو بیدار کرکے اسلام کا شیدا بنانا آسان کام نہیں ہے۔ مگر انہوں نے یہ خدمت جس حسن وخوبی سے انجام دی وہ ہماری قوم کے لئے لائق صد افتخار ہے۔

میری دعائیں اس ادارہ کے ساتھ ہیں۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ بطفیل سرکار ﷺ اس ادارہ کو ہر منزل پر کامیابی وکامرانی عطا فرمائے اور دین رسول ﷺ کے ایسے مجاہدین پیدا فرمائے کہ جن کی خوشبو سے قوم کے اندر روحانی توانائی پیدا ہو۔ آمین

مدھیہ بھارت کا عظیم مسیحا

حضرت مُحسن ملّت علیہ الرحمۃ

از:۔ شہزادۂ سمنان سیّد السّادات پیر طریقت حضرت مولانا سیّد شاہ ظل حسن صاحب اشرفی الجیلانی کچھوچھہ مقدسہ

قیادت وسیادت وامامت کا گہرا تعلق قوم وملت کے فعال وغیر فعال ہونے سے ہے۔ جب یہی قوم جمود وتعطل میں پڑ جاتی ہے تو قیادت وسیادت سامنے آتی ہے اور قوم وملت کے جمود کو ختم کر کے فعال بناتی ہے۔ ہر زمانے میں جیسے جیسے قوم وملت کی ضرورت ہوتی ہے پروردگار عالم اسی اعتبار سے قائد بھیج دیتا ہے۔ جب ملی شیرازہ بکھر رہا تھا اور عمل روحانیت کا جنازہ نکل رہا تھا تو اس مالک حقیقی نے حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو محی الدین بنا کر بھیجا۔ جب کفر وشرک کی گھنگھور گھٹا چھائی تو اس کو نور سے بدلنے کے لئے حضور معین الدین چشتی اور غوث العالم سلطان سید اشرف سمنانی اور دیگر بزرگوں کا انتخاب عمل میں آیا جن کی روحانیت سے آج پورا ملک وغیر ملک فیضیاب ہے جنہوں نے کفر کی تاریکیوں کو روحانیت سے بدل دیا۔ اکبری دین الٰہی کا فتنہ منصۂ شہود پر آیا تو اس کو تاراج کرنے کے لئے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے حضور مجدد الف ثانی کا وجود مسعود قوم وملت کی امامت وقیادت ہو اور جب وہابیت اور کفر وارتداد کا فتنہ قوم وملت کے سامنے آیا تو پروردگار عالم کی شان رحیمی وکریمی نے حضرت مجدد ملت شیخ السلام والمسلمین سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قائد اور قوم وملت کا غم خوار بنا کر بھیجا جنہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کر کے وہابیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھوک دی۔

چھتیس گڑھ پر شدھی کرن کی تحریک چلی اور مسلمانوں کا ایمان وایقان خطرے میں

پڑنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محسن ملت شاہ مولانا محمد حامد علی صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو سینہ سپر کر دیا جنہوں نے ہزاروں کو مسلمان بنا کر قوم کو صرف اس فتنہ ہی سے نہیں بچایا بلکہ ہمیشہ کے لئے ایسی علمی وروحانی درس گاہ کا سنگ بنیاد رکھا جس کو ہم مدرسہ اصلاح المسلمین ودار الیتامیٰ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جو حضرت کی روحانی وعلمی تجلی گاہ ہے اور جس کے فیض سے انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک لوگ مالا مال ہوتے رہیں گے۔

مجھے پہلا اتفاق ہوا حاضری کا۔ مدرسہ کا تعمیری خاکہ، تعلیم وتعلم، بچوں کی کفالت اور ان کی تربیت وغیرہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ خود اپنی آپ ایک مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ روز افزوں ترقی سے ہمکنار کرے۔ آمین۔ مدرسہ کے معاونین واراکین خصوصاً حضرت مولانا محمد علی فاروقی صاحب اور مولانا اکبر علی صاحب کے کمزور کاندھوں پر یہ بار گراں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکتیں عطا کرے اور زیادہ سے زیادہ خدمت دین کا موقع عطا کرے اس دار الیتامیٰ کی خدمت اور دین کی خدمت کرنے کا۔ آمین۔ فقیر بھی علماء وحفاظ کرام وجملہ ارکان کے لئے دعاء گو ہے۔

فقیر نے اس طرح کے سیکڑوں پروگرام میں شرکت کی۔ مگر جو روحانی منظر اور رحمت ونور کی بارش کا سماں مدرسہ اصلاح المسلمین ودار الیتامیٰ رائپور کی بزم میں نظر آیا فقیر نے آج تک کہیں نہیں دیکھا۔ یقیناً یہ حضرت محسن ملت علیہ الرحمۃ کی کھلی کرامت اور غوث پاک وغریب نواز کی خصوصی نظر کرم کا صدقہ ہے کہ مدرسہ کی بنیاد کے وقت حضرت محسن ملت نے جو خواب دیکھا تھا وہ آج آنکھوں کے سامنے ہے۔ عید الاضحی ۱۹۹۰ء کے اشتہار سے ماخوذ۔

۲۵۔ مارچ ۱۹۹۰ء کو ختم بخاری شریف کے موقع پر کی گئی تقریر کا ایک حصہ۔

حضرت مُحسن ملّت اور ھماری سیاسی قیادت

از: ۔شہزادۂ سمنان، مجاہد دوراں حضرت مولانا سید شاہ مظفر حسین صاحب کچھوچھوی
سابق ممبر آف پارلیمنٹ

آج مورخہ ۸ر فروری ۱۹۹۴ء کو ادارہ اصلاح المسلمین و دارالیتامیٰ رائے پور کے جلسۂ دستار فضلیت میں آنے کا اتفاق ہوا۔ اس سے پہلے بھی میں حضرت محسن ملت مولانا حامد علی صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں کئی بار مختلف مذہبی و جماعتی وسیاسی پروگراموں میں آچکا ہوں۔ لیکن اس وقت دارالیتامیٰ کی جو حالت تھی یا اب جو حالت ہے اس میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ایسا کیوں ہوا۔

ہندوستان کا کم وبیش ہر سنی صحیح العقیدہ مسلمان جانتا ہے کہ حضرت موصوف نے اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ ملت اسلامیہ کی بقاء وتحفظ کے لئے مذہبی وسیاسی دونوں اعتبار سے وقف کر رکھا تھا اور کسی بھی مسئلہ میں پنڈت جواہر لال سے لے کر چھوٹے منسٹر و کرمچاری سے آنکھ میں آنکھ ملا کر جرأت و ہمت سے اپنی بات منوالینا یہ حضرت محسن ملت کی زندگی کا نمایاں کارنامہ تھا جو ہر ایک کو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔

بمبئی، گجرات، راجستھان، دہلی، اتر پردیش، بہار وغیرہ وغیرہ میں دنیائے سنیت کی بڑی بڑی کانفرنسوں کی قیادت آپ نے کی اور ایک عرصہ تک آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے جنرل سکریٹری بھی رہے۔ آپ ہی کی قیادت میں سب سے پہلے ۱۹۴۷ء میں دہلی کے لال قلعہ کے میدان میں ایک آل انڈیا سنی اوقاف کانفرنس ہوئی تھی جس میں دہلی کے تمام مساجد و مقابر اور مزارات

اولیاء اللہ کی غیروں کے ہاتھوں سے نکالنے اور واگزار کرانے کا مطالبہ تھا جس کو بعد کانفرنس مولانا موصوف کی قیادت میں علمائے اہلسنت کا ایک وفد پنڈت جواہر لال نہرو سے ملا اور بہت سی مسجدیں اور قبرستان چند دنوں میں واگزار کرا لیا گیا۔ بہر حال اس طرح کے بہت سے کارہائے مذہبی وسیاسی معاملات میں مولانا کے ساتھ انجام پاتے رہے۔ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ مولانا موصوف سے میری بڑی قربت تھی اور ہم دونوں مذہبی وسیاسی معاملات میں ہمہ وقت دوش بدوش رہتے تھے۔ غالباً انہیں تمام مصوفیات کی وجہ سے مولانا کا زیادہ وقت رائے پور میں نہیں گزرتا تھا اور اس ادارہ اصلاح المسلمین و دارالیتامیٰ کے لئے زیادہ وقت نہیں دے پاتے تھے۔ حالانکہ مولانا موصوف نے پورے مدھیہ پردیش میں یہ دیکھ کر کہ یہاں کوئی اپنا دینی و دنیاوی تعلیم کا ادارہ نہیں ہے اور یہاں کے لوگ مذہب سے بالکل نا آشنا ہیں اور نہ ان کو اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کا شوق ہے۔ اللہ کا نام لے کر اپنے آبائی وطن الہ آباد کو چھوڑ کر رائے پور میں قلعۂ مصطفےٰ ﷺ کی بنیاد رکھی تھی۔ اس سلسلہ میں حضرت کو بڑے بڑے امتحانات سے گزرنا پڑا۔ اپنے اور بیگانوں کے ہاتھوں نہ جانے کیسے کیسے مصائب اٹھانے پڑے۔ لیکن حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ نے ہر ایک حملہ کا جواب مسکراتے ہوئے دیا جس کے نتیجے میں اس سرزمین پر ایک عظیم ادارہ کی بنیاد رکھی تھی۔ جس وقت وہ ہم لوگوں کو اس ادارہ کے جلسوں میں یاد فرمایا کرتے تھے ان کے حکم پر آتے تھے۔ اس وقت نہ یہ عمارت اس پوزیشن میں تھی جو اس وقت ہے، نہ اتنے طلباء تھے، نہ اتنا باقاعدہ ادارہ کا نظم ونسق تھا جو آج ہے۔ یہ تو حضرت محسن ملت کی روحانی فیوض وبرکات کا اثر ہے۔

حضرت کو جہاں اعلیٰ حضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی علیہ الرحمہ سے اجازت وخلافت تھی وہیں میرے والد گرامی (قطب وقت حضرت شاہ اشرف حسین صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی انہیں اجازت وخلافت سے نوازا تھا۔ انہیں کے فیضان کا صدقہ تھا کہ حضرت موصوف جہاں

گئے چھا گئے ۔بے خوفی اور بے باکی میں وہ اپنی مثال تھے ۔حق کی پاسبانی میں وہ کسی سے مرعوب نہیں ہوئے ۔منسٹر اور کلکٹر سے لے کر پرائم منسٹر تک ہر جگہ وہ مجاہدانہ گھن گرج کے ساتھ نظر آئے ہر اسٹیج پر وہ مسلمانوں کے مسائل پر بڑی بے خوفی سے حکومت وقت کو للکارتے اور حکومت ان کی بات کا وزن محسوس کرتی ۔

خداوند قدوس حضرت محسن ملت کے اس گلشن کو سدا بہار رکھے ۔

قاری عبدالصمد صاحب حامد رائے پوری

چراغ علم قرآنی جلائے محسن ملت — دلوں پر کر گئی روشن ضیاء محسن ملت کی ذات

بفیض غوث خواجہ بفضل حق بابا فرید الدین — بٹے گا اور بٹتا ہے عطائے محسن ملت

ہوئی نازاں زمیں چھتیس گڑھ کی اپنی قسمت پہ — کے اس پہ علم کے موتی لٹائے محسن ملت کی ذات

مسلماں ہو قیدی عبادت دیکھ کر ان کی — کی وہ تاثیر رکھتی تھی نماز محسن ملت

بھلا کیا گرمئی رنج الم کا خوف ہو حامد
کے ہیں سایہ فگن سر پر ردائے محسن ملت

حضرت محسن ملت

اور

قومی خدمات

از:۔نظر کردہ قطب مدینہ حضرت علامہ الحاج مفتی عبدالحلیم صاحب اشرفی رضوی

میں نے ایک واقعہ حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن احمد بن اسماعیل بغدادی کے تعلق سے پڑھا ۔موصوف کا وصال ۲۸۷ھ میں ہوا آپ کا شمار مشائخ کبار اور گروہ صوفیاء میں ہوتا ہے ۔

واقعہ یوں ہے کہ حضرت اسحاق خواصی کے لقب سے مشہور تھے خواص غالباً ٹوکری بننے والے کو کہتے ہیں ٹوکریاں بنانا آپ کا محبوب مشغلہ تھا ۔آپ بغداد میں نہر کے کنارے جاتے اور اس کے کنارے کنارے گھاس پھوس کو اُکھاڑ کر ٹوکریاں بناتے اور اسے دریا میں پھینک دیتے اور اس کے بہنے کا دور تک نظارہ کرتے انہیں اس عمل میں لطف محسوس ہوتا ایک عرصہ دراز تک یہ کام کرتے رہے ایک دن اچانک انہیں محسوس ہوا کہ میں فضول کام میں اس عمر عزیز کو ضائع کر رہا ہوں جس سے خلق خدا کو کوئی فائدہ نہیں ۔لہٰذا اپنی گرانمایہ زندگی کے لئے کوئی ایسا نیک کام ڈھونڈنا چاہئے جس سے خدا کی مخلوق مستفید ہو اور اپنی کارکردگی پر میں خود مطمئن ہو سکوں چنانچہ وہ ایک دن دیر سے ندی کے کنارے پہونچے دیکھا کہ ایک خاتون گریہ وزاری میں مصروف ہے اس کے قریب گئے اور رونے کا سبب دریافت کیا اس نے کہا کہ میں ایک بدنصیب عورت ہوں جس کے ذمہ پانچ یتیم بچوں کی کفالت ہے میرا شوہر دنیا سے جاتا رہا، نہ اس نے کوئی اثاثہ چھوڑا نہ کوئی لڑکا جس سے ان یتیموں کی کفالت کروں چنانچہ میں اس ندی کے کنارے آتی اور بہتی ہوئی ٹوکریوں کو پکڑ لیتی اسے

بازار لے جا کر فروخت کر دیتی اور اس سے یتیموں کی کفالت کرتی۔ آج بہت دیر سے نوکریوں کا انتظار کر رہی ہوں مگر کوئی نوکری اب تک ہاتھ نہیں آئی اس غم میں رو رہی ہوں کہ ان بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گی۔ حضرت ابو اسحٰق ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس عورت سے جب سارا واقعہ سنا تو بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا دیے مولیٰ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے فضول کام سے بھی کسی کو فائدہ پہونچ رہا ہے اگر مجھے علم ہوتا تو میں ہرگز اس کام کو ترک نہیں کرتا۔

اس واقع میں آپ ایثار وقربانی کی جھلک محسوس کریں گے اور خدمت خلق کا جذبہ بھی اور یہی ایثار وخدمت اگر رضائے الٰہی کے لئے ہوتا تو عبادت الٰہی میں شمار ہونے لگتا، عارف حق مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

؎ دل بدست آورد کہ حج اکبر است
صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

؎ درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اس عالم رنگ وبو میں جب سے موت وحیات کا کارخانہ شروع ہوا نہ جانے کتنے لوگ آئے اور گوشۂ گمنامی کے دبیز پردے میں ایسے چھپ گئے ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔

لیکن انہیں جانے والوں میں بعض نفوس قدسیہ ایسے بھی ہیں جن کو زیر زمیں ہوتے صدیاں بیت گئی مگر ان کے کارناموں کی بنیاد پر آج بھی تاریخ صفحات پر ان کا نام روشن ہے انہیں پاکباز لوگوں اور تاریخ ساز شخصیتوں میں محسن ملت حضرت مالانا حامد علی صاحب فاروقی بھی ہیں موصوف اپنی مذہبی سیاسی اور سماجی کارکردگی کے سبب محتاج تعارف نہیں وہ اپنے اندر قوم وملّت کی خدمت کا بہترین جذبا اور ایثار وقربانی کا بھرپور حوصلہ رکھتے تھے۔ مولانا حامد علی فاروقی ایک متحرک

اور فعال شخصیت کا نام ہے۔ جو ملک اور ملّت کی خدمت سے کبھی تھکے نہیں اگر وہ آپ کو کبھی دینی اجلاس میں اپنی قوم کی رہنمائی کرتے رہتے دکھتے تو دوسری طرف ملک کی تعمیر وترقی میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو استعمال کرتے نظر آتے۔ وقت کے بہترین عالم صف اول کے خطیب اور میدان سیاست کے ماہر تھے۔ قوم کی نباضی اور سیاسی بالغ نظری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی میں اپنے اس دعوے میں مدرسہ اصلاح المسلمین ودار الیتامیٰ اور اینگلو اردو ہائی اسکول کو پیش کر سکتا ہوں۔

انگریزی دور حکومت میں خصوصاً مسلمانوں پر جس جبر واستعداد اور ظلم وبربریت کا مظاہرہ کیا گیا۔ مذہبی تعلیمات سے اس نسل کو دور رکھ کر جس جہالت کے گڈھے میں ڈھکیلا گیا وہ کسی تاریخ داں سے پوشیدہ نہیں ایسے پر آشوب اور خطرناک ماحول میں جب کہ خصوصاً پورے چھتیس گڑھ کو جہالت کی تاریکیوں نے اسی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ مولانا نے مدرسہ قائم کر کے امید اور یقین کا ایک چراغ جلایا اور چونکہ ہر طرف آزادی کی لہر دوڑ چکی تھی دنیاوی تعلیم میں بھی اپنی قوم کی پسماندگی کو محسوس کیا۔ ایسے حولناک ماحول میں وقت کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے اینگلو اردو ہائی اسکول کو عملی جامہ پہنایا تاکہ قوم مسلم کے نونہال جہاں دینی تعلیمات سے مزین ہو کر قوم کی قیادت وامامت کریں۔ وہیں دنیاوی تعلیم میں بھی کسی قوم سے پیچھے نہ رہیں۔ گویا اپنی تعلیمات سے آراستہ ہو کر جہاں مذہب کی اشاعت کریں وہیں دنیاوی تعلیم سے پیراستہ ہو کر ملک کی تعمیر وترقی میں اپنے اسلاف کا نمونہ بن کر دوسری قوموں کے لئے مثال بن سکیں۔

آج دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے میدان سیاست میں قدم رکھا وہ ملک وملّت بچاؤ کا نعرہ دے کر ملک وملّت بیچ آؤ کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ بے ایمانی، ضمیر فروشی اور مفاد پرستی کے خوگر ہو جاتے ہیں مگر ہم آپ کی سیاست کو بالکل اس کے برعکس پائیں گے انہوں نے اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کو قوم ومذہب کے لئے استعمال کیا اس کی بہترین مثال رائے پور کی مساجد ہیں۔ مولانا

نے اپنی سیاسی وعلمی حکمت سے رائے پور کی سرزمین پر جمیعۃ العلماء کو قدم رکھنے نہیں دیا یہی وجہ ہے کہ آج رائے پور کی تمام مساجد بحقِ سنّت محفوظ ہیں۔

میں مولانا کی اس سیاسی بالغ نظری کو داد تحسین پیش کرتا ہوں ان کے ان تحسین کارناموں کی بنیاد پر انہیں محسن ملّت کہنا بے جانہ ہوگا اس محسن ملّت کو قوم کس طرح فراموش کرسکے گی اس حسین کارنامے کے سبب مولانا کا نام تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ زندہ و پائندہ رہے گا مجھے کہنے دیجئے کہ یہ سیاست، جس کو انہوں نے مذہب کے لئے استعمال کیا ممکن ہے یہی ان کے نجات کا ذریعہ بنے۔ مولانا محمد علی فاروقی قابل صد مبارک باد ہیں جو محسن ملّت نمبر نکال کر اپنے جد امجد کی بکھری ہوئی زندگی کو صفحۂ قرطاس پر جمع کرکے قوم کے لئے ایک شمع جلا رہے ہیں جس کی روشنی میں نسلِ اسلامی اپنی زندگی گزار سکے گی۔

محسن ملّت زندہ باد　　　مولانا حامد علی پائندہ باد

بانئی دارالیتامیٰ نائب شاہ ہدیٰ　　　آپ پے سایہ فگن ہے اشرف واحمد رضا
تاابد جاری رہے گا فیض کا دریا تیرا　　　تشنگی اپنی بجھائیں گے یہاں شاہ و گدا

محسن ملّت اور ان کی یادیں

از۔ آبروئے سنیت حضرت علاّمہ سیّد محمد حسینی اشرفی
سجّادہ نشین آستانہ عالیہ شمسیہ رائچور (کرناٹک) و مدرس دارالعلوم امجدیہ ناگپور

ہندوستان کی سرزمین بڑی زرخیز زمین ہے۔ اسی سرزمین نے ایسے ایسے زبردست صاحبان علم و فضل کو پیدا کیا کہ دنیا کے علوم و ہنر کے ماہرین نے اپنی بلند پیشانیاں خم کردیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک عظیم اور قد آور شخصیتیں جنم لیتی رہیں۔ وہ ہستیاں اپنے علوم و فنون وجہد پیہم اور فکر و آگاہی کے ایسے انمٹ نقوش چھوڑ گئی ہیں کہ تبدیلئی ازمنہ بھی ان نقوش کو مٹا نہ سکی۔

قابل صد مبارکباد ہیں وہ لوگ جو سراپا رشد و ہدایت بن کر مخلوق خدا کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔ یہی وہ بندے ہیں جو ہر میدان میں اپنے پورے فضل و کمال کے ساتھ شرق و غرب میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکتے رہے۔ ان جلیل القدر شخصیتوں کے علم و فضل کا احاطہ کرنا مجھ جیسے انسان کے لئے مشکل ترین مرحلہ ہے۔ انہیں میں وہ افراد بھی ہیں جو اپنی ذات کے اعتبار سے ایک انجمن تھے۔ بلکہ ان میں ہر فرد کو ایک جماعت قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان افراد میں محسن ملّت حضرت علامہ مولانا شاہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ بانی مسلم یتیم خانہ رائے پور ایک مثالی شخصیت ہیں

محسن ملّت کون تھے کیا تھے، ملک ہند اور بالخصوص علاقۂ چھتیس گڑھ کے سنی مسلمان خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ اس سے کون واقف نہیں کہ چھتیس گڑھ کا علاقہ علم و ہنر اور بالخصوص علم دین کے اعتبار سے ہند کے دوسرے علاقوں سے زیادہ پسماندہ علاقہ کہا جاتا ہے۔ جو علاقہ دین وسنیت کیا عتبار سے بالکل پچھڑا ہوا ہے، اس میں آپ کا ورود مسعود اس علاقے کے مسلمانوں کے لئے فضل خداوندی ہے۔ خداوند تبارک وتعالیٰ کے پاس ہر فضل والے کے لئے کام کرنے کا وقت اور

زمانہ وجگہ مقرر ہے۔خدا نے حضرت محسن ملّت کے لئے چھتیس گڑھ کا علاقہ مقرر فرمایا تھا۔آپ اس علاقہ میں داعی الی الحق کی حیثیت سے تشریف لائے اور وہاں سے آپ نے اپنی تحریک کا آغاز فرمایا۔

حضرت محسن ملّت رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ سچے عاشق اعلیٰ حضرت تھے۔اعلیٰ حضرت امام اہل سنیت مجدد اعظم دین ملت سے سچی عقیدت کی وجہ سے آپ دنیائے سنیت میں امتیازی حیثیت سے جانے پہچانے جانے لگے۔اعلیٰ حضرت اور حضور حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو شرف تلمذ بھی حاصل تھا۔جب آپ رائے پور تشریف لائے مسلک کا درد اور اشاعت سنیت کا عظیم حوصلہ لے کر تشریف لائے۔ اس علاقے میں مسلک اعلیٰ حضرت کا علم بلند کرنے والے آپ پہلے فرد ہیں۔چنانچہ آپ اپنی مخصوص صلاحیتوں کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت اور سنیت کی ترویج میں مصروف ہو گئے۔اسی کا اثر ہے کہ آج بھی چھتیس گڑھ کے علاقے میں کہیں بھی چلے جائیں، عاشقانِ اعلیٰ حضرت بکثرت ملیں گے بلکہ آپ نے پورے چھتیس گڑھ کے علاقے کو اس طرح سنبھالا کہ جب وہابیت ونجدیت کی تیز وتند ہوائیں چل رہی تھیں، ڈر تھا کہ شجر سنیت کہیں اس کی زد میں نہ آجائے۔وہابیوں، دیوبندیوں، تبلیغیوں نے اپنی پوری طاغوتی طاقت کے ساتھ اس علاقے میں حملہ آور ہونے کی کوششیں کیں۔آپ نے ان کے سارے حوصلے اور حملے پسپا کر دیے۔مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت میں آپ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔لیکن گمراہیت کے سیلاب کو آگے بڑھنے نہیں دیا۔ محسن ملّت کا قومی اور ملّی درد جواں سالی کی منزل سے پیرانہ سالی تک نہ صرف مسلسل و پیہم رہا بلکہ روز بروز بڑھتا ہی رہا اور یہ درد گونا گوں ذمہ داریوں اور مصروفیتوں میں اضافہ ہی کرتا رہا۔

جہاں آپ دین و مذہب میں اونچا مقام رکھتے تھے وہیں میدان سیاست میں اتنے

اونچے مقام پر فائز تھے کہ آپ کا دہلی میں کسی بھی عہدہ کا حاصل کرنا بہت معمولی چیز تھی۔حکمرانوں پر آپ کا اتنا گہرا اثر تھا کہ معمولی اشارہ پر بڑے سے بڑا عہدہ پیش کیا جا سکتا تھا۔بلکہ بڑے سے بڑے عہدے پیش کیے گئے، آپ نے کبھی قبول نہیں کیا۔آپ کا جنگ آزادی میں خصوصی کردار ہے۔ہر وقت آپ مسلمانوں کے لئے تابناک مستقبل کی فکر میں لگے رہتے تھے۔صرف بات اتنی سی ہے کہ ہمارے اکابر علماء نے جو بھی کام کیا شہرت وناموری سے علیحدہ رہ کر وہابیوں، دیوبندیوں اور دیگر فرق باطلہ نے اپنے ہر کام کے لئے پروپیگنڈے کا سہارا لیا۔جھوٹے اور غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے انہیں جنگ آزادی کے ہیرو قرار دیا۔حالانکہ اس سلسلے میں ان کی نااہلی اور خود غرضی وغیرہ کی مثالیں بھری پڑی ہیں۔مگر حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ دین کے سچے خادم، سنیت کے عظیم علمبردار اور ملک کے وفادار تھے۔آپ نے ہمیشہ خود غرضانہ سیاست سے اپنے کو دور رکھا اور صاف ستھری سیاست جس میں قوم کی بھلائی ہو اختیار کی۔اپنے علاقے میں سنیت کی خدمت اور مسلمانوں کی حفاظت کے علاوہ غیر مسلموں میں بھی اسلام کو اس خوبصورتی سے پہونچایا کہ شدھی آندولن دم توڑنے لگا اور دشمنان اسلام کا سر نیچا ہونے لگا۔جو یقیناً سیدا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کا فیض تھا جو آپ کی زبان پر جاری تھا۔آپ بوڑھے ہو گئے تھے مگر آپ کے عزائم ہزاروں جوانوں پر بھاری تھے۔

حضرت مُحسن ملّت اور علمی خدمات

از:۔مبلغ ایشیا و یورپ،شہزادۂ سمنان حضرت مولانا سید شاہ محمد کلیم اشرف اشرفی جیلانی ۔
ایم ۔اے۔ولی عہد آستانہ اشرفیہ احمدیہ جائس ضلع رائے بریلی

اس پرآشوب دور میں جبکہ مادیت کا غلبہ ہوتا جارہا ہے اور ساری انسانی ،روحانی ،اخلاقی اورسماجی قدر یں پامال کی جارہی ہیں ۔مادیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب نے خودغرضی اور مفاد پرستی میں اندھا کر دیا ہے۔سائنسی ایجادات دستیابیاں رحمت کے بجائے سراسر زحمت بلکہ ہلاکت خیزثابت جارہی ہیں ۔پوری قومیت (نیشنلزم) کے تصور نے منافرت کی فضاء کو اور ہوادے رکھی ہے ۔امن وامان غارت ہورہا ہے ۔ظلم وتعدی کا طاغوت اپنے خونی پنجے انسانوں کے سروں پر گاڑ رکھے ہیں ۔انسانی حقوق کے علمبردار انسانیت کا گلا گھونٹتے نظر آرہے ہیں ۔تہذیب وتمدن کے دعویدار بربریت اور درندگی کا ننگا ناچ کررہے ہیں ۔

موجودہ تناظر میں ظلم وبربریت کی اس تیرگی کے ماحول میں اخلاقیات کی پامالی اور روحانیت کی زبوں حالی کے اس دور میں اخلاقی وروحانی قدروں کو اجاگر کرنے کے لئے علم دین کی سب سے زیادہ ضرورت وقت کا اہم ترین تقاضہ ہے ۔ورنہ دنیا ہلاک ہوجائے گی ۔خودغرضی اور منافرت کا عفریت انسانیت کو نگل جائے گا ۔اس تاریکی کو علم دین کے نور سے ہی دور کیا جاسکتا ہے ۔

الحمد للہ کہ محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی یادگار ادارہ اصلاح المسلمین ودارالیتامٰی بحسن وخوبی وقت کے اس اہم ترین تقاضے کی تکمیل میں مصروف عمل ہے ۔

حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ نے اس ادارہ کی بنیاد میں اپنا خون پلایا ہے ۔پورے

ہندوستان میں حضرت محسن ملت ایک بہترین مدبر اور عظیم سیاست داں کی حیثیت سے متعارف ہیں ۔مسلم مسائل میں آپ وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو سے آنکھیں ملا کربات کیا کرتے تھے ۔

آپ کے حسن تدبیر اور دوراندیشی ،معاملہ فہمی نے اس علاقے کو بار ہا فساد کی زد میں آنے سے بچایا ۔آج اس علاقے میں جہاں جایئے آپ کا فیضان کھلی آنکھوں سے دیکھئے ۔آپ نے یتیم وغریب بچوں کو جس طرح کلیجے سے لگایا اور انہیں علم دین کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کیا ایسا جذبہ بہت کم دیکھنے میں آتا ہے ۔لوگ بتاتے ہیں کہ آپ خود بھوکے رہے مگر بچوں کے لئے پہلے انتظام فرمایا ۔گرمی ،برسات اور جاڑے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے علاقے میں گھوم گھوم کر دین واسلام کی خدمت کی اور اسلام کے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملایا ۔

اس مدرسہ کی ترقی تو آپ کی کھلی کرامت ہے جہاں سیکڑوں بچے علم دین حاصل کررہے ہیں ۔

فضل خدا پہ فیض نبوت پہ ناز ہے
ایک نائب نبی کی نیابت پہ ناز ہے
خدمت دیں الفت ملت کو دیکھ کر
چھتیس گڑھ کو محسن ملت پہ ناز ہے

حضرت مُحسن ملّت اور ان کا تاریخی کردار

از:۔جمال شبستان رضا،نواسۂ تاجدار اہلسنت حضرت مولانا جمال رضا خان صاحب نوری خلیفہ سرکار مفتی اعظم ہند

اسلامی درس گاہیں اوران کے اساتذہ آبروئے ملّت کے محافظ اور پاسبان ہوتے ہیں اورقوم مسلم کے معمار بھی۔اگر یہ نہ ہوں تو ملت پر خطرات کے سیاہ بادل منڈلانے لگیں اورقوم بے راہ روی کا شکار ہو کر ورطۂ ہلاکت میں گرفتار ہو جائے۔بلاشبہہ یہ اسلامی ادارے وقت کی ضرورتوں کے اہم تقاضے ہوتے ہیں۔اس ضرورت کے احساس کی بناء پر مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامی رائے پور کا وجود سرزمین رائے پور پر عمل میں آیا۔جس کی بنیاد خلیفۂ اعلیٰ حضرت، چشم وچراغ خاندان فاروقیت، محسن ملت حضرت مولانا شاہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان نے اس پُر آشوب گھڑی میں ڈالی تھی جبکہ شدھی آندولن کا دیو مسلمانان ہند کو نگلنے کے لئے بڑی تیزی سے بڑھ رہا تھا۔مگر اس مرد مجاہد نے جس شان وشوکت سے اس کا مقابلہ کر کے ہزاروں غیر مسلموں کو کلمہ پڑھایا وہ تاریخ کا نا قابل فراموش کردار ہے۔

میں علاقہ چھتیس گڑھ میں جہاں بھی گیا وہاں حضرت محسن ملّت کے فیض کا دریا دیکھا۔ آپ ہی کی ذات سب سے پہلے مسلک اعلیٰ حضرت کا علمبردار بن کر یہاں آئی اور وہابیت ونجدیت کے ساتھ دشمنان اسلام کا نہایت بے باکی سے مقابلہ کیا جس نے آپ کو اتنا بلند کر دیا جہاں حکومت کا جلال بھی آپ کی چوکھٹ کا بوسہ دیتا دکھائی پڑتا ہے۔

حضرت مُحسن ملّت
دانشمندانہ قیادت کی عظیم تاریخ

از:۔نازش صحافت حضرت مولانا ظہیر الدین صاحب ایڈیٹر ماہنامہ استقامت

شمع شبستان فاروقیت خلیفۂ اعلیٰ حضرت محسن ملّت حضرت العلام مولانا شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ کے عرس سراپا قدس اور جشن دستار فضیلت کی تقریب پر سعید میں حاضری ہوئی۔فیضان محسن ملّت کی جلوہ باریوں کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کیا۔جو روحانی کیف وسروران مقدس تقریبات میں شرکت سے حاصل ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔خود میری حاضری حضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ کی کھلی کرامت ہے۔

اس سے پہلے بھی جب استقامت کا اجراء ہوا تھا تب بھی میں نے اس علاقے کا دورہ کیا تھا۔جہاں جہاں سے میرا گزر ہوا حضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ کے جلائے ہوئے چراغ کی روشنی بکھری نظر آئی۔آپ اپنے وقت کے بے مثال فقیہہ اور عظیم خطیب ہونے کے ساتھ ہی ساتھ بہترین مدبر اور دور اندیش سیاستداں تھے۔ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو پر آپ کا بڑا اثر تھا۔نہرو جی آپ کے مشورہ پر کافی توجہ دیا کرتے تھے۔آپ بھی نہایت بے باکی کے ساتھ مسلم مسائل ان کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔

آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ اپنے وقت کی عظیم تنظیم تھی جس نے حکومت وقت کو ہلا دیا تھا۔ آپ اس کے تا عمر جنرل سکریٹری کے منصب پر فائز رہے اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کے ٹوٹے ہوئے دل اور بکھری ہوئی قوم میں جس طرح بلند ہمتی،اولوالعزمی اور احساس برتری کا جذبہ پیدا کیا وہ تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے لائق ہے۔

جبل پور اور جمشید پور کے فساد کے موقع پر آپ کا مجاہدانہ کردار اور قوم مسلم کی حفاظت و صیانت کے لئے حکومت وقت سے بے باکانہ خطاب تو تاریخ کا انمٹ باب ہے۔

مدھیہ بھارت میں شدھی آندولن کے موقع پر آپ نے شاندار انداز میں دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا وہ سبھوں کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ یہ آپ ہی کی محنت و جانفشانی اور بے مثال قربانی کا نتیجہ ہے کہ آج پورے علاقے میں سنیت کا دبدبہ اور مسلک اعلیٰ حضرت کا بول بالا نظر آ رہا ہے۔ مدھیہ بھارت کا پورا علاقہ نہ صرف سنیت سے بھرپور ہے بلکہ فسادات کی آگ سے بھی محفوظ ہے۔ یہ آپ کی دانشمندانہ قیادت اور مدبرانہ طریقۂ کار کا نتیجہ ہے۔ جب بھی لوگوں نے فساد کی آگ بھڑکانا چاہی آپ کے حسن تدبر نے دشمنان اسلام کے ناپاک منصوبوں کو پیوند زمین کر دیا۔

سنی جمیعۃ العلماء کی تاسیس اور قانون سازی میں آپ کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔

آج ان کے عرس پاک میں ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کی یہ جو سعادت ملی یہ ہمارا نصیبہ ہے۔

رحمت خیر الوریٰ محسن ملّت کی ذات
دین وایماں کی بقا محسن ملّت کی ذات

حضرت مُحسن ملّت

عظیم ترین حامی دین ومُحبِ وطن

از:۔ سیّد السّادات حضرت علاّمہ شاہ وجود القادری صاحب ربّانی
سجادہ نشین ونائب صدر آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ۔ جبل پور

وسط ہند کے وسیع ترین خطہ چھتیس گڑھ جیسے علم دین سے محروم پچھڑے ہوئے علاقہ میں جس نے علم دین کی نورانی شمع روشن فرمائی وہ واحد بزرگ شخصیت، عظیم عالم دین، نقیب اہل سنت، محبّ وطن، قومی رہنما، یتیموں اور غریبوں کے حامی و مددگار، مسلمانوں کے بہی خواہ حضرت محسن ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد حامد علی فاروقی قادری چشتی علیہ الرحمہ بانی مدرسہ اصلاح المسلمین و دارالیتامیٰ رائے پور ایم۔ پی کی عظیم ترین شخصیت ہے۔ جس نے اپنی ساری زندگی علم دین کی اشاعت تبلیغ اسلام اصلاح المسلمین اور آزادی وطن کی مسلسل جدّ وجہد میں گزاری جس نے ظالم فرنگیوں کی قید وبند اور جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے رہ کر اپنے اور بیگانوں کے ظلم وستم سہ کر بھی صراطِ مستقیم سے اپنا قدم نہ ہٹایا، خلافت موٗمنٹ اور جنگ آزادی میں ہم عصر نامور مجاہدین کے ساتھ صفِ اوّل میں رہ کر حبُّ الوطنی کا حق ادا فرمایا۔ چھتیس گڑھ کے پسماندہ غریب مسلمانوں کو ایمان و عرفان صحیح عقائد اہل سنّت اور علم دین کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ بے کس و بے بس قوم کے یتیم ولاوارث سیکڑوں بچوں کو فرنگی مسیحی مشنریوں اور مشرکین کی گود میں جانے سے بچا کر اپنے قائم کردہ مرکزی یتیم خانہ مدرسہ اصلاح المسلمین کی اسلامی آغوش تربیت میں رکھ کر انہیں سچا فرزند اسلام بنایا۔ مدرسہ سے سیکڑوں حافظ قاری، مولوی اور مساجد کے امام تیار کر کے دور ونزدیک کے لئے اور بالخصوص اپنے علاقہ چھتیس گڑھ اور مدھیہ پردیش کے گاؤں گاؤں کی چھوٹی بڑی مساجد، مدارس

مکاتب کے لئے امام وخطیب اور علم دین سکھانے والے مدرس فراہم فرمادیے ۔حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ خود بھی عالم دین، شیریں بیاں واعظ، شعلہ بیاں مقرر، مذہب اہل سنت کے مبلغ، مسلک اعلیٰ حضرت کے نقیب، سیاسی بلند پایہ مدبّر ومفکر کے ساتھ ہی ساتھ قادری، چشتی شیخ طریقت اور مقبول ومحبوب، پیر ومرشد بھی تھے مزاج سادہ درویشانہ نفرت وتعصب سے پاک تھا امیروں غریبوں ہندوؤں مسلمانوں میں یکساں طور پر محبوب ومقبول تھے ۔اور عام وخواص سب ہی احترام کرتے تھے برسوں میرا اور حضرت علیہ الرحمہ کا جلسوں اور کانفرنسوں میں ساتھ رہا ہے ۔کلکتہ، بمبئی، مدراس، دہلی وغیرہ بڑے بڑے شہروں اور خود مدھیہ پردیش اور چھتیس گڑھ کے پچاسوں مقامات پر میری اور ان کی تقریریں ساتھ ساتھ ہوئی ہیں ۔جس سے بہت قریبی رفاقت رہی ہے ۔میرے حضرت شیخ الاسلام سیّدالعلماء اعلیٰ حضرت پیر ومرشد والد ماجد علامہ الحاج السید الشاہ ابوالاحسن سیّد محمد عبدالرب صاحب عامل کامل قادری چشتی نقشبندی سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جبل پوری سے حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کو بے پناہ محبت اور عقیدت تھی اور وہ بھی حضرت سے بے حد محبت اور شفقت فرماتے تھے ۔علامہ علیہ الرحمہ کا ادب واحترام عقیدت واکرام کو دیکھ کر مجھے اکثر رشک آتا تھا ۔مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو اپنے بزرگان اہلسنت کا ادب واحترام اسی طرح کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔جیسی تعلیم ادب واحترام حضرت محسن ملت نے عملی طور پر اپنے تلامذہ کو سکھائی تھی ۔اسلامی تعلیم وتہذیب کی عظیم تربیت گاہ مرکزی مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ رائے پور محسن ملت کی زندہ وپائندہ یادگار ہے ۔مولیٰ تعالیٰ قیامت تک اس فیضان عظیم کو جاری رکھے ۔

شدھی تحریک کی زہر آلود فضاؤں میں اور انگیریزی ظلم وستم کی آندھیوں میں قوم وملت کے لئے نفسی نفسی کا عالم تھا ۔ایسے نامساعد حالات میں جبکہ قوم مسلم کو اپنے ایمان کو تقویت دینا تو کجا ایمان کی حفاظت کرنا بھی مشکل ترین کام تھا ۔اپنی قوم کو ایک دینی قلعہ قائم کرنے کی آواز دی جہاں

سے علم وعرفان کے چشمے جاری ہو کر فیض کا دریا بہاتے رہیں ۔آپ کی آواز پر قوم نے قدم بہ قدم آپ کا خیر مقدم کیا ۔اور تعاون کرکے اپنی قومی وملّی بیداری کا جو ثبوت پیش کیا ہے وہ بھی ناقابل فراموش ہے ۔بفضل خداوندی عنایت رسول بزرگوں کی خاص نگاہ کرم اور حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کا خصوصی روحانی فیضان کرم اور نبیرۂ محسن ملت حضرت مولانا الحاج شاہ محمد علی فاروقی مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ ہٰذا کی ان تھک کوششوں کا یہ ثمرہ ہے کہ مدرسہ خوب صورت عمارت، طلباء کی کثرت، اور فارغین کی اچھی خاصی جماعت کو ہم اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور یہ ماہنامہ محسن ملت، مصائب سے گزرتا ہوا بھی ترقی کی جس منزل پر ہے وہ اپنی مثال آپ ہے ۔اسی ماہنامہ کا "محسن ملت نمبر" آپ کے ہاتھوں میں ہے ۔

شاعر اسلام قاری عبدالصمد صاحب حامد رائے پوری

محسن ملت کا دیکھو کس قدر فیضان ہے — بچہ بچہ قوم کا اب حافظ قرآن ہے
دین کی خدمت کرو اور شریعت پر چلو — جانشین محسن ملت کا یہ پیغام ہے

مسلک احمد رضا پر چلتے رہو اے سنیوں — مسلک احمد رضا ہی سنیت کی جان ہے
شدھی آندولن مٹا اور فرقہ باطل چھٹا — حضرت حامد علی یہ آپ ہی کی شان ہے
سیکھنے کو علم دیں جو مدرسہ آ گیا — جان لو کی وہ رسول اللہ کا مہمان ہے

ملّت کا وفادار مجاہد

حضرت مولانا راشد القادری صاحب اناؤنسر آل انڈیا ریڈیو وار جلنگ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ملک وملت کی قیادت ہر دور، ہر ملک اور ہر قوم میں رہی ہے۔ اور جب تک اس دنیائے رنگ وبو کا سلسلہ قائم ہے، رہے گی۔ لیکن تواریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ بڑے بڑے قائد حکومت وقت کے دباؤ اور اپنے چند دنیاوی مفاد کے تحت قومی قیادت کا حق پورا نہ کر سکے بلکہ یہ جعفر اور میر قاسم بن کر ننگ قوم وننگ ملت کا خطاب پاکر ہمیشہ کے لئے قوم کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ بن گئے۔

مگر جن لوگوں کا سینہ ایمان ویقین، خوف آخرت اور جذبۂ اسلامی سے معمور رہتا ہے ہر دور میں آفتاب جہاں تاب کی طرح جگمگاتے رہے۔ انہیں انسانوں میں ایک نام ملت کا وفادار مجاہد، پیر طریقت، رہبر شریعت، قائد قوم محسن ملت حضرت علامہ شاہ مولانا حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ رائے پوری کا بھی آتا ہے۔ ؎ زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا

ملک ہندوستان جنت نشاں پر سفید فام انگریزوں کا قبضہ تھا۔ ہر طرف ظلم وبربریت کا ننگا ناچ ہو رہا تھا۔ انسانیت بلک رہی تھی۔ آدمیت چیخ رہی تھی۔ عزت دار کو اپنی عزت بچانا محال ہو گیا تھا۔ کہ چند سرفروشوں نے انگریزی سامراج سے نجات پانے کا منصوبہ بنایا اور رفتہ رفتہ دیوانگان آزادی کی ایک لمبی فہرست بن گئی۔ تحریک شروع ہو گئی اور ملک کے کونے کونے میں یہ ترانہ گونجنے لگا۔

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے   دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

لیکن یہ ملک اتنی آسانی سے آزاد نہیں ہوا جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ بھگت کو ذبح کیا گیا تو ہندوستان آزاد ہوا۔ ٹیپو سلطان کو گولی ماری گئی تب ہندوستان آزاد ہوا۔ سر اشفاق اللہ کو پھانسی دی گئی تو ہندوستان آزاد ہوا۔ بہادر شاہ ظفر کے بھتیجوں کا گلا کاٹا گیا تب ملک آزاد ہوا۔ مجاہد حق مولانا فضل حق فاروقی خیرآبادی کو جزیرۂ انڈمان میں قید کیا گیا تب ہندوستان آزاد ہوا۔ مولانا حسرت موہانی کی ہڈیاں جیل میں توڑی گئیں تب ہندوستان آزاد ہوا۔ حضرت محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی صاحب رائے پوری نے جیل کے مصائب وآلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا تب ہندوستان آزاد ہوا۔ حضرت آزادی کے ایسے متوالے تھے جنھوں نے قوم وملت کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے ہمیشہ اس شعر پر عمل کیا۔

یہ ہے دامن یہ ہے گریباں آؤ کوئی کام کریں
موسم کا منہ تکتے رہنا کام نہیں دیوانوں کا

دیکھا گیا ہے کہ سماجی اور سیاسی حضرات اکثر دنیاوی الجھنوں میں مصروف رہ کر دینی و اسلامی اسپرٹ سے خالی ہو جاتے ہیں۔ لیکن محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی کی ذات والا صفات اس موڑ پر ملی انفرادیت کی حامل ہے۔ اگر ایک طرف قومی، ملکی وملی مسائل سے لگاؤ تو دوسری جانب عشق رسول خوف خدا جذبۂ ایثار اور عبادات وبندگی سے سرشار نظر آتے ہیں۔ گویا حضرت کی ذات عشق وعقیدت کا ایک سنگم ہے جہاں ہر پیاسا اپنی پیاس بھی بجھا سکتا ہے۔

؎ کچھ نقش تیری یاد کے باقی ہیں ابھی تک
دل بے سروساماں سہی ویران نہیں ہے

اسی عشق وعقیدت کی جلوہ گری اور ضیاباریاں ہیں کہ مدھیہ پردیش اڑیسہ اور خصوصاً علاقہ چھتیس گڑھ حضرت کی بے لوث خدمات سے چاند وسورج کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ مدھیہ پردیش

کے شرقی حصہ شہر رائے پور محلّہ بیجناتھ پارہ ہے۔ مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامٰی جو اہل سنت کی ایک عظیم درس گاہ ہے یہی حضرت مولانا موصوف کی انمٹ یادگار اور نشانی ہے جہاں ہزاروں تشنگان علم وفن آکر اس چشمۂ آب حیات سے شادکام ہوکر ملک کے گوشہ گوشہ میں دین حق کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

وہ محسن ملت جو سیاست، قیادت، امامت، عمارت کی منزل پر اس قدر بلند وبالانظر آتے ہیں کہ ان کے سامنے کوہ ہمالہ کی پیشانی بھی جھکی ہوئی ہے۔ تقویٰ شعار، فتویٰ جس کی گفتگو، خدمت خلق جس کی زندگی، یتیموں کی محبت، بیواؤں کی الفت، غریبوں کا مسیحا اور قوم وملت کا روشن مستقبل حضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ کی خدمات ہم سبھوں کے لئے مینارۂ نور ہیں۔

علاقہ چھتیس گڑھ اور اڑیسہ میں جہاں جہاں میں گیا حضرت کی خدمات کے انمٹ نقوش دیکھنے میں آئے۔ آپ نے غیر مسلموں میں جس حسین انداز میں اسلام کی تبلیغ فرمائی اور مسلمانوں کو جس خوبصورتی کے ساتھ ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا آج وہ سب ہماری تاریخ کا بے مثال حصہ ہیں۔ شدھی آندولن کے مقابلے میں تو آپ پہاڑ بن کر کھڑے تھے۔ عشق رسول ﷺ آپ کے چہرے سے ٹپکتا تھا۔ بڑی بڑی شخصیتیں آپ کی عظمتوں کا لوہا مانتی تھیں۔ اولیائے کرام کی برکتوں سے آپ کا سینہ بھرا ہوا تھا۔ بریلی شریف، کچھوچھہ مقدسہ، مارہرہ شریف، دیوہ شریف، ردولی شریف اور پتہ نہیں کہاں کہاں آپ کی یادوں کے چراغ جل رہے ہیں، کہا نہیں جاسکتا۔ میں جہاں بھی گیا لوگوں کو آپ کا شیدا اور دیوانہ پایا۔ علماء کی محفل سے لے کر صوفیہ کی بزم تک ہر جگہ آپ کا چرچا عقیدت و محبت کے ساتھ سننے میں آیا۔ جسے سن کر حیرت ہوتی ہے کہ آپ کی شخصیت میں کتنے جلوے ہیں۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

حضرت محسن ملّت

دنیائے سیاست کا تاجدار

از۔ شاعرِ اسلام راز الہ آبادی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی صاحب فاروقی رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے جلیل القدر عالم باعمل، مصلح دین، مرد مجاہد، خود دار وغیور شخصیت کے حامل تھے۔ وہ تھے اصل باشندے الہ آباد کے۔ مگر آج ان کے نام کے ساتھ رائے پوری لگ گیا ہے۔ خیر وہ کہیں کے رہے ہوں مگر تھے اسی ملک، اسی سرزمین ہند کے مایۂ ناز سپوت جن پر عالم انسانیت ناز کرے۔ وہ قصبہ ہنڈیا موضع چندھا کے رہنے والے تھے جو دگھوڑہ شریف سے بالکل قریب ہے۔ دگھوڑہ شریف اس لئے مشہور ہے کہ وہاں اللہ کے ایک ولی کامل سیدنا بابا سط قلندر رحمۃ اللہ علیہ سیکڑوں برس سے آرام فرما ہیں اور روحانی فیوض وبرکات لٹارہے ہیں۔

مولانا حامد علی صاحب فاروقی جن کو محسن ملت کہا جاتا ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے مختلف مقامات پر جاتے رہے۔ علماء سے فیض اٹھاتے رہے۔ لکھنؤ میں بھی پڑھے۔ لکھنؤ میں ان کے سرپرست جناب عابد علی صاحب تھے۔ ان کے یہاں آپ رہتے تھے مگر علم کے متلاشی مزاج اور دلچسپی کسی اور کو تلاش کر رہی تھی۔ اچانک آپ نے سنا کہ علم کا آفتاب بریلی میں چمک رہا ہے۔ یعنی سیدنا امام احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کے بڑے شاہزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب علم شریعت محمدی کا دریا بہا رہے ہیں۔ آپ لکھنؤ سے بغیر اجازت عابد علی فاروقی صاحب بریلی شریف علم کی جستجو میں دوڑ پڑے۔ وہاں جاکر جیسے ان کو قلبی سکون نصیب ہوا جہاں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ نے اپنے جمال ظاہر اور باطن سے ان کو مستفیض کرنا

شروع کردیا۔آپ تعلیم کے دوران اعلیٰ حضرت سے مرید بھی ہوئے اور خلافت بھی پائی۔

اس مردِ صالح نے فراغت پا کر عالم کی حیثیت سے مدھ پردیش کا دورہ کیا۔ یہاں مسلمانوں میں جہالت دیکھ کر دل تڑپنے لگا کہ امت محمدیہ کی ان بھولی بھیڑ کو کیسے راستہ دکھائیں ۔مختلف شہروں اور قصبات میں جنگ آزادی کا بگل بج رہا تھا۔آپ ایک سچے مسلمان، عالم باعمل، مردِ مجاہد اپنے وطن عزیز سے محبت کرنے والے متحرک انسان تھے ۔۔یہ بھی تحریک آزادی میں کو دپڑے اور رائے پور میں ۲۲ء میں چوک میں ایک زبردست جلسہ تھا، وہیں آپ نے ایسی زبردست تقریر کی کہ ایوان حکومت لرزنے لگا۔ایک مردِ مومن کی آواز ایسی نکلی کہ انگریز حکام لرزنے لگے ۔آپ کو بعد میں گرفتار کرلیا گیا۔پھر غداری کے جرم میں جیل بھیج دیا گیا۔پنڈت روی شنکر شکلا اور مہنت لکشمی نارائن وغیرہ بھی انہیں کے ساتھ جیل میں تھے۔

رائے پور کے مسلمان مولانا کی ذات سے اتنے گرویدہ ہو گئے کہ جب مولانا تقریباً دو سال کے بعد جیل سے رہا ہوئے تو مسلمانوں نے ان کو اپنے کاندھے پر بٹھالیا۔اور آپ سے کہا کہ آپ رائے پور سے کہیں نہ جائیں۔آپ رائے پور کے ہو کر رہ گئے ۔اور وہیں مدرسہ اور یتیم خانہ کھول دیا۔طرح طرح کی رکاوٹیں آتی رہیں مگر حضرت کے پائے استقلال میں جنبش نہیں آئی ۔ایک انگریز کا نمائندہ افسر آپ کی ذات سے اتنا متاثر ہوا کہ مولانا کو انگلینڈ لے جانے پر اصرار کرنے لگا۔آپ بھی تیار ہو گئے مگر رائے پور کے مسلمانوں کو کن پر چھوڑتے ۔ مدرسہ بند ہو جاتا ۔عقیدت بھرے دلوں کو ٹھیس پہنچتی ۔آخر آپ نے انگلینڈ جانے سے انکار کردیا۔ورنہ وہاں جا کر کتنے ہی انگریزوں کو مسلمان کر لیتے۔

میں اس لئے یہ بات لکھ رہا ہوں کہ میں نے جب حضرت کو پہلی بار ۵۱ء میں بنارس کے سیرت کے جلسے میں دیکھا اور ان کی تقریر سنی تو پتہ چلتا تھا کہ حضرت کے الفاظ دل کی گہرئیوں میں

اترتے چلے جارہے ہیں۔دوسرے علماء کی تقریروں میں یہ لذت نہیں تھی۔پتہ چلا کہ حضرت نے کبھی ملک وملت اور مسلک ومذہب کا سودا نہیں کیا۔ورنہ پنڈت جواہر لال نہرو جو ان سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے اور الٰہ آباد پھول پور کا پہلا الیکشن جب پنڈت جی لڑے تو اس الیکشن کا چارج آپ ہی کو دیا۔وہی سارے کام انجام دیئے۔الیکشن کے بعد پنڈت جی نے راجیہ سبھا کی کرسی پیش کرنے کے لئے کہا مگر حضرت نے خاموشی سے انکار کردیا۔ان کی عالمانہ نگاہ آیۃ الکرسی پر تھی۔وہ باغیرت مردِ مسلمان جنگ آزادی کے سپاہی تھے۔شاید آپ کی اپنی بصیرت نے آپ کو راجیہ سبھا کی کرسی لینے سے انکار کرنے پر مجبور کردیا۔وہ بے لوث خادم اسلام تھے مدرسہ کو بھی حکومت کے مالی تعاون سے بچائے رکھا۔

حضرت بڑے فراخ دل مہمان نواز بزرگ تھے۔آپ کی بزرگی اور کشف وکرامات نیز سیاسی وسماجی خدمات کے بےشمار واقعات دیکھنے وسننے میں آتے ہیں جو آپ کی بزرگی وعظمت، قومی خدمات اور اسلامی جذبات کے ترجمان ہیں۔شدھی آندولن میں تو آپ کے تدبیر ودور اندیشی اور غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت کی تاریخ سنہرے حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے۔جنہیں سن کر مومن کا سر فخر سے بلند ہونے لگتا ہے۔

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ چھتیس گڑھ میں اسلام کی روشنی پہنچانا تھا۔اور وہاں کے غریب بےعمل مسلمانوں کو علم سے روشناس کرانا تھا۔اب کہاں ایسے علماء ملتے ہیں ۔اب تو لمبی لمبی تقریریں سن لیجئے، عمل کی طرف دیکھئے تو صفر۔یہ اس دور کی بات ہے۔اب تو بڑے جبہ ودستار والے بک گئے اور بکتے چلے جارہے ہیں۔اب تو مدرسوں کا وجود بھی حصول زرپرستی کے لئے زیادہ تر ہے۔مدرسوں کا معیار تعلیم اور اخلاقی معیار گر رہا ہے۔خدا کرے ہمارے مدارس کے سرپرستوں کی آنکھیں کھلیں۔

حضرت محسن ملّت جیسے لوگ اب اس دور میں مشکل سے ملتے ہیں۔آپ کے بڑے لڑکے محمود علی فاروقی سیشن جج کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے اور مولانا کی صورت وسیرت کی منہ بولتی تصویر ہیں۔دوسرے لڑکے فاروق علی فاروقی تھے۔

اس مدرسے میں ایک بار اندرا گاندھی اچانک بغیر اطلاع دیئے حضرت کو دیکھنے چلی آئی۔آپ نے کہا کہ تم یہاں کیسے بغیر اطلاع دیئے چلی آئیں، مجھے اطلاع کر دیتیں۔اندرا جی نے کہا کہ میرے والد صاحب آپ کو اپنا ہمدرد، سچا وطن دوست ہندوستانی مسلمان کہتے تھے۔میں آپ کو کیا اطلاع کرتی، یہ تو میرا گھر ہے۔آپ میرے چچا ہیں۔انہوں نے حکومت سے بہت امداد دینے کے لئے کہا کہ میں مدرسے کو فلاں فلاں مراعات دینا چاہتی ہوں، مگر حضرت نے پھر ٹال دیا۔اب یہ مدرسہ یتیم خانہ اسکول ان کے پوتے چلا رہے ہیں۔یہ لوگ بھی مولانا کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔مولانا کی وصیت کے مطابق ان کو سید فاتح شاہ اور سید مقتول شاہ کے مزار کے قریب دفن کیا گیا۔اس طرح حضرت نے دنیا میں رہ کر دنیا کو لات ماردی اور دین اسلام کے سچے صالح مرد مجاہد تھے۔ان کے پوتوں کو خدا حضرت کے اس شجر سایہ دار کو قائم رکھنے کی توفیق دے۔

آج ایک طرف حضرت کا مدرسہ یتیم خانہ مشعل نور بن کر چمک رہا ہے تو دوسری طرف اسی شہر میں ایک اللہ کا ولی حضرت شیر علی بنجاری والے مجذوب آستانہ فیض لٹا رہا ہے۔ہندو مسلمان ان سے زبردست عقیدت رکھتے ہیں۔میں نے جہاں رائے پور میں تقریباً دس بار مولانا حامد علی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی۔ان کا مہمان رہا۔ان کی خدمت میں بیٹھنا سعادت مندی سمجھتا رہا وہیں میں نے اس مجذوب کامل بنجاری والے بابا کی زیارت بھی کی۔اور اس وقت میرے پیر بھائی جامد رضا حاجی کلومستری دینی تبلیغی کام میں مصروف ہیں۔خدا ان حضرات کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور دنیاوی حصول پرستی سے ان لوگوں کو بچائے۔

آپ کو حضرت خواجہ غریب نواز سے بے پناہ عشق تھا۔۴۰ سال تک مسلسل حاضری دیتے اجمیر شریف حاضر ہوتے رہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سچے عاشق تھے۔وہیں سے علم حاصل کیا تھا۔مولانا ظاہرداری سے پرہیز کرتے رہے۔اوراد و وظائف اور نماز پنجگانہ کے علاوہ تہجد اور اشراق واوّابین وغیرہ کے بڑے پابند تھے۔ہمیشہ چہرے سے نور برستا رہتا تھا۔

آپ کو کئی سلسلوں سے خلافت تھی۔اعلیٰ حضرت کے تو خلیفہ تھے ہی، اس کے علاوہ حضرت سیدنا اشرفی میاں کچھوچھوی جیسی بلند شخصیت، قطب حیدرآباد شاہ عبدالعزیز صاحب چشتی اور دیوہ شریف، رودولی شریف وغیرہ سے بھی آپ نے فیض حاصل کیا تھا۔

جس طرح حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ نے پورے علاقہ چھتیس گڑھ میں اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا مشن قائم فرمایا اور شدھی آندولن میں نہ صرف مسلمانوں کے قدم کو ڈگمگانے سے بچایا بلکہ ہزاروں غیر مسلموں کو بھی اسلام سے وابستہ کر کے دشمنوں کے دانت کھٹے کئے۔وہ ہمارے لئے بہترین راہ عمل ہے۔کہیں سلطان العارفین حضرت بابا فرید گنج شکر رضی اللہ عنہ کا فیضان اور کہیں سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جلال لئے آپ جہاں پہونچے وہیں سنیت کا جھنڈا گاڑ دیا۔

آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے وہ زندگی بھر جنرل سکریٹری رہے۔انہوں نے اس جماعت کو ہندوستان میں ایک باوقار جماعت بنا کر حکومت کو اسے ماننے پر مجبور کر دیا۔اب ایسے بزرگ کہاں جو قوم کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیں مولیٰ تعالیٰ ان کے فیضان کو عام فرمائے۔

مسیحائے قوم

از۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب۔ نیپالی

یوں تو پروردگار عالم کے فضل وکرم سے ایسی بے شمار ہستیاں پردۂ عدم سے عالم وجود میں آئیں جن سے خداوند قدوس نے حفاظتِ دین اور اس کی بقا کا کام لیا اور ان عظیم ہستیوں نے حفاظتِ دین کو اپنا فریضۂ اوّل سمجھ کر اہم رول ادا کیا۔ اُنہیں مقدس ہستیوں میں گل گلزار فاروقیت، عارف باللہ، ولی کامل حضرت علامہ الحاج شاہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا نام نامی سرفہرست آتا ہے۔ آپ نے جس شان وشوکت اور بے باکانہ ومجاہدانہ طور پر حفاظتِ دین کا مقدس فریضہ انجام دیا ہے اسے تاریخ اسلام کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

آپ کی ہمت وجوانمردی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب پورے ملک پر انگریزی حکومت کا دور دورہ تھا انگریز ہندوستانی عوام کو اپنا غلام تصور کررہا تھا ایسے بھیانک دور میں آپ نے انگریزوں کو للکارا۔ اور مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کا محافظ بن کر آپ نے مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل سے ہمکنار کیا۔

جب حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ حضور سیدنا غوث وخواجہ کا فیضان کا اجالا، امام احمد رضا کے علم وعرفان کا جمال اور جلال فاروقی کے ساتھ علاقہ چھتیس گڑھ میں تشریف لائے تو اس وقت پورا علاقہ شدھی تحریک کی سازشوں سے گھرا ہوا تھا ایک طرف انگریز مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھا رہا تھا تو دوسری طرف ہندو مذہب کی تجدید کا علمبردار بنا شدھی اندولن ملت اسلامیہ کے ایمان پر چھاپہ مار رہا تھا۔ ایسے لرزہ خیز ماحول میں آپ نے قوم وملت کا مسیحا بن کر نہ صرف شدھی اندولن کو زیر وزبر کیا۔ بلکہ انگریزی سامراج کو بھی للکارا۔

مجدد ماۃ حاضرہ ملت طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے حقانیت کا جو جام پلایا تھا اس کی یہ کھلی ہوئی کرامت تھی کہ تاحیات اسلام کی حقانیت کے لئے آپ سینہ سپر رہے۔ اسلام کی حقانیت اور اس کی آبیاری کے لئے جہاں آپ نے لاکھوں تاریک قلوب میں ایمان واسلام کی شمع روشن کی وہیں آپ کے دستِ حق پرست پر بے شمار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ اللہ کے فضل وکرم سے آپ کی تربیت نے ان کے دل ودماغ کا رخ بدل دیا۔ جس سے گلشن ایمان مہکنے لگا عشقِ رسول کی تجلیات سے نگاہوں میں نور اور دلوں میں سرور پیدا ہوتا گیا۔ انسان کو انسانیت کا مزاج مل گیا۔

آپ نے ایمان وعقیدے کی پختگی کے لئے چھتیس گڑھ کے مرکزی شہر رائے پور میں دین کا قلعہ قائم فرمایا جسے آج ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ دین کے اس قلعہ سے آج علم وعرفان کا چشمہ ابل رہا ہے طالبانِ علوم تشنگیٔ علم سے سیراب ہورہے ہیں۔ یہ حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کے محنت وجانفشانی کا ثمرہ ہے اور حضور سیدنا غوث وخواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نگاہ ناز سے مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ کو علم وعرفان کا گہوارہ بنادیا۔

ذکر سے ان کے دکوں کو شاد رکھا جائے گا
یوں عشق کی دنیا کو آباد رکھا جائے گا
محسن ملّت کی دینی خدمات کے عوض
محسن ملّت کو صدیوں یاد رکھا جائے گا

ولئ کامل عارف باللہ حضرت مُحسنِ ملّت

اوران کی کرامتیں

از:۔مولانا قاری محی الدین صاحب اشرفی ادیب سنگھ پور۔

حضرت محسن ملت مولانا حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ نے جہاں فیضان اعلیٰ حضرت کے سایہ میں علمی وفکری پاکیزگی حاصل کی تھی وہیں آپ کا مبارک دل اولیاء اللہ کی برکتوں سے مالا مال تھا۔بڑے بڑے بزرگان دین سے آپ نے فیض حاصل کیا تھا۔خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے جو نگاہ کرم سے نوازا۔اپنی خلافت واجازت سے فیضیاب کیا ۔جیسا کہ پروفیسر مجید اللہ قادری پاکستان خلفائے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ۔اس کے علاوہ تذکرۂ علمائے اہل سنت میں بھی جس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے ۔اور جس طرح حضرت محسن ملت کو سنوار اور نکھارا اس کا ہی فیض تھا کہ آپ عظیم مفتی، باصلاحیت مدرس، باوقار خطیب اور عظیم سیاسی سوجھ بوجھ کے حامل تھے۔ان کے علاوہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب، شہزادۂ سمنان اعلیٰ حضرت اشرفی میاں صاحب ان کے برادر بزرگوار قطب وقت حضرت شاہ اشرف حسین صاحب، قطب دیوہ حضرت وارث پیا، نازش مارہرہ حضرت سید شاہ آل مصطفےٰ صاحب ،قطب دکن شاہ عبد العزیز صاحب عرفانی، سجادہ نشین اجمیر مقدس اور گدی نشیں حضرت صابر پیا جیسے عظیم وجلیل ہستیوں نے بھی آپ کو اپنے خصوصی فیوض وبرکات سے نوازا۔اس کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ آپ نہ صرف مبلغ اسلام اور مجاہد اسلام بن کر چمکے بلکہ وقت کے ولی کامل اور عارف باللہ بن کر مہکنے لگے۔

علاقہ چھتیس گڑھ کو سنوارنے اور شدھی آندولن اور ہندوستان کی تقسیم کے وقت پاکستان اور حیدرآباد بھاگنے سے لوگوں کو بچانے میں آپ کا جہاں مجاہدانہ کردار دکھتا ہے وہیں لوگوں کے قلوب

کو عشق رسول کی مہک سے مہکانے کے لئے کشف وکرامات کی روشنی بھی نظر آتی ہے۔

مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ تو آپ کی زندگی اور روح تھی ۔لہٰذا دنیا سے جانے کے بعد بھی کئی لوگوں نے آپ کو یہاں آتے اور اس کی حفاظت کرتے دیکھا۔

۲۳ر ستمبر ۱۹۸۱ءکی تاریخ تھی ۔بدھ کا دن گزار شب جمعرات مدرسہ کے ایک طالب علم عبدالرحمٰن پیٹ کے درد سے بے چین تھا۔اتفاق سے رات کافی گزر جانے کی وجہ سے سبھی سو چکے تھے۔تنہا پیٹ کے درد سے کراہ رہا تھا اور بڑی بے چینی سے صبح کا انتظار کر رہا تھا۔اچانک رات ۲ بجے اس نے محسوس کیا کہ پورا کمرہ خوشبو سے مہک رہا ہے۔اتنے میں کسی نے اس کی چادر ہٹائی ۔اس نے دیکھا کہ کوئی انتہائی نورانی چہرہ والا سر میں وارثی صافہ باندھے اس کے پاس کھڑا اس کی نبض دیکھ رہا ہے۔نبض دیکھنے کے بعد انہوں نے پیٹ پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور محبت بھرے لہجے میں مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اب کیسے ہو۔لڑکے نے محسوس کیا کہ نہ صرف درد غائب ہو چکا ہے بلکہ ایک روحانی سکون سے اس کی ساری بے چینی دور ہو چکی تھی ۔صبح جب اس نے مرحوم ریاض الدین صاحب اور اپنے اساتذہ سے اس ذکر کیا اور انہوں نے جب آنے والے کی شکل وصورت اور حلیہ معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ حضرت محسن ملت کی ہی ذات تھی۔

اس طرح کا ایک واقعہ اس وقت پیش آیا جب سید روشن علی صاحب انچارج مہتمم تھے۔ غالباً ۱۹۷۱ءکی بات ہے۔حاسدوں کی ریشہ دوانیوں اور مخالفین کی تہمت تراشیوں سے مدرسہ کے خلاف ہر روز ایک نیا ماحول بن رہا تھا۔جس کی وجہ سے مدرسہ کی آمدنی بھی متاثر ہوئی ۔ایک خرچ کی زیادتی دوسری طرف آمدنی کی کمی نے سارے اراکین کو فکر مند بنا دیا تھا۔

رات گیارہ بجے کا وقت رہا ہوگا۔اچانک جناب معین الدین صاحب ایم اے جو جناب قسم الدین صاحب کے صاحبزادے ہیں، انہوں نے مدرسہ کے آفس میں جو حضرت محسن ملّت کی قیام گاہ بھی تھی مشرقی الماری کے دروازے پر دیکھا کہ حضرت محسن ملت رونق افروز ہیں اور ان سے

فرما رہے ہیں کہ "میرے بچے کئی دن سے کچھ اچھا کھائے نہیں ہیں۔" جناب معین الدین صاحب فرماتے ہیں کہ اتنا کہنے کے بعد آپ کی شبیہ مبارک نظروں سے غائب ہو گئی۔ ان پر سکتہ طاری ہو گیا۔ حضرت کے الفاظ بار بار کانوں میں گونجتے رہے۔ انہوں نے جناب سید روشن علی صاحب سے حالات معلوم کئے اور اسی وقت دوکان کھلوا کر بہترین مٹھائی منگوائی، فاتحہ دلوایا اور بچوں میں تقسیم کیا۔ اسی ایک واقعہ نے ان میں انقلاب برپا کر دیا۔ نہ صرف مدرسہ میں مستقل ان کی آمد و رفت قائم ہو گئی بلکہ دھیرے دھیرے وہ خود بھی شریعت کے پیکر میں ڈھلنے لگے۔

۱۹۶۷ء میں آپ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ مگر اس کی تیاری دو سال سے چل رہی تھی۔ ۱۹۶۶ء میں تو آپ نے فارم بھی بھر دیا مگر قرعہ اندازی میں آپ کا نام نہ آنے کی وجہ سے آپ کو اتنا شدید احساس ہوا کہ دل کا دورہ پڑنے لگا۔ عشق رسول کی سلگتی ہوئی آگ کی تپش اتنی بڑھ گئی کہ آپ کے پاس بیٹھنے والا بھی اس کی گرمی محسوس کرنے لگتا۔ سارا وقت مکہ کی یاد اور مدینہ کی بات میں گزرنے لگا۔ آپ اس سال تو نہ جا سکے مگر جو لوگ وہاں گئے انہوں نے آپ کو متعدد مقامات پر دیکھا۔ کبھی میزاب رحمت کے نیچے آپ دعاء کر رہے ہیں تو کبھی مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے۔ دیکھنے والوں نے سوچا کہ شاید آپ بذریعہ ہوائی جہاز آ گئے ہوں۔ واپسی پر جب وہ آپ سے ملنے مدرسہ آئے تو پتہ چلا کہ آپ تو کہیں گئے ہی نہیں۔ جسے سن کر لوگ حیرت میں پڑ گئے۔ اور سننے والے تعجب کرنے لگے۔ مگر بولنے والے قسم کھا کھا کر اپنے بیان کا یقین دلا رہے تھے۔

جناب کامل صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان المبارک کا مبارک مہینہ تھا۔ اس رات انہوں نے حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کے نام خصوصی فاتحہ کا اہتمام کیا تھا۔ رات دیر سے سونے کی وجہ سے عین سحری کے وقت گہری نیند لگ گئی۔ اچانک انہوں نے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنی۔ جب انہوں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت سامنے تشریف فرما ہیں۔ اور فرما رہے ہیں کہ کامل میاں سحری کا وقت گزر رہا ہے جلدی سحری کر لو۔ یہ فرما کر آپ آگے قدم بڑھانے لگے۔ کامل نے آواز دی کہ آپ

بھی سحری کر لیں۔ آپ نے فرمایا مجھے جلدی جانا ہے۔ یہ فرما کر آپ آگے بڑھ گئے۔ آپ کے جاتے ہی اچانک کامل صاحب کو خیال آیا کہ حضرت تو دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ یہ دھیان آتے ہی وہ تیزی سے آگے بڑھے مگر باہر اب کوئی بھی نہیں تھا۔ صرف ایک خوشبو تھی جس سے دروازہ مہک رہا تھا۔

گوہپارو کے کلیمی بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ و مرید عبد السلام صاحب کلیمی صدر جامع مسجد شہڈول کہتے ہیں کہ جب شہڈول میں وہابیت کا غلبہ بڑھتا جا رہا تھا، مولوی ولایت حسین وہابیوں کا سرغنہ بنا جامع مسجد کو ہڑپنا چاہتا تھا، اس وقت لوگوں نے آپ کو بلایا۔ آپ نے متعدد جلسے کئے اور وہابیت کے مکروہ چہرے سے لوگوں کو باخبر کیا۔ آپ کی شاندار تقریر سن کر کئی لوگ سنی بن گئے ایک دن آپ نے بھرے جلسہ میں اعلان فرمایا کہ رسول پاک ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی وجہ سے سارے علمائے عرب و عجم نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ اور اسی گستاخی کی وجہ سے ان کی قبروں میں آگ اور سانپ بھرے رہتے ہیں جسے یقین نہ آئے کل میرے ساتھ قبرستان چلے اور چل کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ دوسرے دن وہابی تو ڈر کے مارے گھر ہی سے نہیں نکلے لیکن میں اور شہر کے متعدد لوگ حضرت کے ساتھ قبرستان پہونچے۔ حضرت نے ایک وہابی کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کچھ پڑھا اور مجھ سے فرمایا کہ دیکھو کیا دکھائی دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ابھی تو کچھ نہیں دکھ رہا ہے۔ تب حضرت نے پھر کچھ پڑھ کر مجھ پر دم کیا۔ تب میں دیکھا کہ اس کی قبر آگ سے بھری ہے جسے دیکھ کر لرز گیا۔ اس بھیانک منظر سے میرے اوسان خطا ہونے لگے۔ دوسری قبر میں بھیانک قسم کے سانپ نظر آئے۔ جنہیں دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور چیخ پڑا۔ حضرت نے پھر کچھ پڑھ کر دم کیا تب میں ہوش میں آیا۔ مگر آج بھی جب وہ بھیانک منظر نگاہوں کے سامنے آتا ہے تو میں کانپ جاتا ہوں۔ اس واقعہ نے پورے علاقے میں سنیت کی لہر دوڑا دی۔

حضرت محسن ملت کی کرامات پر روشنی ڈالی جائے تو ہزار ہا کرامات نظر آئیں گی۔ جنہیں سن کر ایمانی روح جھومنے لگتی ہے اور کمزور ایمان مضبوط ہونے لگتا ہے۔

خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا حامد علی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر مجید اللہ قادری پاکستان ۔ مولانا محمد صادق قصوری پاکستان

مُصنّفین تذکرہ خُلفائے اعلیٰ حضرت ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

آپ کی پیدائش ضلع پرتاب گڑھ میں ہوئی۔ مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں مولانا نورالحسن رام پوری اور مولانا رحم الٰہی منگلوری سے درس نظامی کی تکمیل کر کے ۱۳۴۰ھ لے میں سند فراغ حاصل کی۔ طالب علمی کے زمانے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ تحصیل علم کے بعد تجارت کو مشغلہ بنانا کمبل کے کاروبار کے سلسلہ میں ۱۹۲۲ء میں ۲ رائے پور گئے۔ قریہ قریہ گھوم کر تجارت کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین کا فریضہ بھی انجام دینے لگے۔ رائے پور میں تعلیم اور اشاعتِ مسلکِ اہل سنت کے لئے کرایہ کے مکان میں مسلم یتیم خانہ قائم کیا۔

آپ سیاسی امور میں دلچسپی لیتے تھے۔ اس لئے متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں ۳ بھی برداشت کیں ۱۹۴۲ء میں بغاوت کے الزام میں آپ کو گرفتار کیا گیا اور دو سال کے بعد رہائی نصیب ہوئی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ کی صبح کو ۹ بجے وصال فرمایا۔ آپ کا مرقد رائے پور میں ہے۔

حاشیہ۔ لے آپ کی سند میں جس پر اعلیٰ حضرت کے دستخط بھی ہیں اس میں ۱۳۳۸ھ تحریر ہے

۲ بریلی سے تکمیل علم کے بعد آپ نے اجمیر میں چلہ کیا اور وہیں سے سی جی اینڈ برار (مدھیہ بھارت) کے لئے حکم ہوا جس پر آپ ۱۹۱۹ء میں ادھر تشریف لائے۔

۳ آپ تین بار جیل گئے۔ پہلی بار انگریزوں سے بغاوت کے جرم میں دوسری بار کھنڈورہ میں ۱۹۴۲ء کے موقع پر سیاسی بنیاد پر۔ اور تیسری بار ۱۹۴۷ء میں پاکستان سے تعلق کے الزام میں۔

محسن ملّت اور تبلیغ دین

از۔ قاری مولانا محمد عمران صاحب اشرفی شہڈول

جس وقت محسن ملّت حضرت مولانا محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ بارگاہ سیدنا اعلیٰ حضرت سے سند تکمیل اور خلافت و اجازت کا فیضان لے کر مدھیہ بھارت میں تشریف لاتے ہیں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔ دور تک کوئی ہموا بھی نظر نہیں آتا۔ اس وقت آپ کے سامنے صرف فرمان مصطفیٰ ہوتا ہے کہ جب لوگ دنیا سے جاتے ہیں تو اپنی وراثت میں مال و دولت چھوڑ جاتے ہیں اور میں نے وراثت مال و متاع نہیں بلکہ علم دین چھوڑا ہے جو اسے سیکھے گا اور پھیلائے گا وہی میرا وارث ہوگا۔ العلماء ورثۃ الانبیاء۔

حدیث پاک کے فیضان نے آپ کو ہمت دی، حوصلہ بخشا اور آپ ہر مصائب و آلام کا سینہ چیرتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے رہے۔ گویا اس شعر کی چلتی پھرتی تصویر بن گئے ع

میں ایک سمندر ہوں ہر جا سے نکل جاؤں گا

علم دین کے خزانے لٹاتے ہوئے اللہ کا ولی شہر شہر، قریہ قریہ سے گزرتے رہے۔ کوئی عقیدت و محبت کے موتی لٹاتا اور کوئی جب ظلم و ستم اور گالیوں کی بوچھار کرتا مگر آپ مجاہدانہ شان اور قلندرانہ انداز سے آگے ہی آگے بڑھتے رہے۔

ع لاکھ طوفاں بھی آئیں تو سہہ سکتے ہیں

یہاں تک کہ ہر تلخ و شیریں کا مقابلہ کرتے رہے اور امت محمدی کو باطل کی یلغار سے بچانے کے لئے، ان کے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے مجنوں و دیوانے کی طرح دن رات محنت کرتے رہے۔ کبھی کسی گاؤں سے اور کبھی کسی شہر سے گزرتے رہے۔ جن کے قلوب دینی تعلیم سے خالی تھے ان کے لئے فکرمند تھے کہ کہیں ان کی ایمان کی ناؤ ہی خطرے میں نہ پڑ جائے اور پھر یہ لوگ

اولئک ھم الخسر ون کا مصداق نہ بن جائیں۔

غوث وخواجہ کے فیوض و برکات لئے شب وروز اسلام کی تبلیغ اور جاہل وکم پڑھے لکھے لوگوں کو تعلیم کی ترغیب دینا آپ کا مقصد زندگی بن چکا تھا۔سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فیضان نے آپ کو وقت کا عظیم وجلیل مجاہد بنادیا تھا۔سیدنا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان جنہیں عاشقوں کا امام کہا جائے تو کم ہے۔لہٰذا یہ عشق سرکار میں سرشار تھے۔ان پر نظر اعلیٰ حضرت تھی۔

جو نظر کردۂ صاحب نظر ہوتا ہے
اسی دیوانے کے قدموں میں جہاں ہوتا ہے

ابھی تک یہ تنہا تھے۔ان کا ساتھ دینے والا کوئی نہ تھا۔مگر جب وہ ہر طرح کی اذیتوں کے متحمل ہو گئے تو وہی شعران کے دماغ میں رقص کرنے لگا۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اب لوگ یکے بعد دیگرے ساتھ ہونے لگے۔چنانچہ علاقہ چھتیس گڑھ میں جس جگہ آپ نے اپنا مسکن بنایا وہ ارض الکفر ا ہے۔وہاں رہ کر آپ نے وہاں کے لوگوں کو تعلیمات نبوی سے مشرف فرمایا اور قرب وجوار کے علاقے میں جا جا کر پند ونصائح کے ذریعہ چراغ مصطفوی روشن کیا جہاں اس قسم کے سوچنے سمجھنے کا تصور نہ تھا وہاں جا کر لوگوں کو تصدیق کی منزل میں لا کھڑا کر دیا۔ جہاں پر ایسی باتوں کا گزر بھی نہ تھا وہاں ان کا مرجع بنادیا۔گویا بارگاہ اعلیٰ حضرت سے ایک سوتا پھوٹا تھا جو آگے چل کر راہ سمندر اختیار کر گیا اور یہ شہر وقریہ کو سیراب کرتا چلا گیا۔

اے زمین چھتیس گڑھ اس احسان کو نہ بھول
مہکا گیا ہے تجھے اک فاروقیت کا پھول

آپ کو پاپیادہ قریہ قریہ کا سفر کرتے دیکھ کر لوگ حیران وششدر رہ جاتے کہ فقیر ہے جو پیدل ہی چلا جا رہا ہے اور کام تو ایسا کر رہا ہے جو آج تک یہاں کے لوگوں نے نہیں کیا۔مگر خاکساری ایسی کہ تصور بھی نہیں کیا جاتا۔

محسن ملّت نے مدرسہ کیا تعمیر کیا بلکہ دین کا ایک مضبوط قلعہ قائم کر دیا جس کے حلقے میں آج مخالفوں کی جماعت آنے سے مجبور ہے یہ محسن ملّت کی خدمت کا ثمرہ ہے کہ آج پورے علاقے چھتیس گڑھ میں سنیت عروج پر ہے جا بجا غوث وخواجہ کے شیدائی نظر آتے ہیں۔اگر بریلی کی سر زمین میں بیٹھ کر اعلیٰ حضرت نے کتابوں کے ذریعہ لوگوں کے ایمان کی مخالفت فرمائی ہے تو محسن ملّت نے چھتیس گڑھ میں لوگوں کے سلامتی کے لئے مدرسہ کا قیام کیا۔یہی سبب ہے کہ آج اس علاقے کا ہر سنی بچہ دشمن رسول کا منہ توڑ جواب دیتا ہے یہ محسن ملّت کا فیضان ہے کہ علاقہ چھتیس گڑھ میں اورخاص کر شہر رائے پور میں وہابیت سر اٹھانے سے قاصر ہے

محسن ملّت نے صرف مدرسہ ہی قائم نہیں کیا جس میں صرف کتابیں پڑھائی جاتی ہوں بلکہ اس کو عشق رسول کا مرکز بنادیا جہاں سے رحمت عالم ﷺ کی بارگاہ ناز میں صبح وشام درود پاک کی ڈالیاں نچھاور کی جاتی ہیں۔محسن ملّت کا مجاہدانہ کردار۔بے لوث زندگی۔تقویٰ وطہارت کی منہ بولتی تصویر تھی۔آپ کے فیضان کرم نے ہم جیسے سیکڑوں خاک کے ذرّوں کو ثریا کی بلندی بخشی۔آپ دنیا سے چلے گئے مگر آج بھی آپ کی تربت پاک سے صدا آرہی ہے۔

نشان منزل مقصود ہے میری تربت
نشانی چھوڑتا ہوں اہل کارواں کے لئے

پیکر اخلاص ومحبت

مُحسن ملّت علیہ الرحمہ

فاضل گرامی حضرت مولانا محمد منصور عالم اشرفی خلیفہ سرکارِ کلاں صاحب

اولیائے کاملین، علمائے ربانیین کی حیات طیبہ کا ہر ہر لمحہ آنے والی قوم کے لئے ہدایت کا ذریعہ اور مشعل راہ ہے اس لئے کہ ان کا پورا وقت ذکرالٰہی میں صرف ہوتا ہے اور یہ اشخاص ہمہ وقت تبلیغ دین اور قوم کی رہنمائی میں منہمک رہتے ہیں۔اور یہ خالق کائنات کی سنت جاریہ ہے کہ جب جب قوم صراط مستقیم سے بھٹکتی ہے تو ان کی رہنمائی کے لئے وہ اپنے نیک بندوں کو پیدا کرتا ہے جو اپنی خداداد طاقت سے قوم کو پستی سے اٹھا کر بلندی پر پہنچا دیتے ہیں۔آج سے ساٹھ سال پہلے کا وہ پرآشوب اور بھیانک دور تھا جبکہ علاقۂ چھتیس گڑھ کفر ونفاق کے غار عمیق میں گرا جا رہا تھا۔ضلالت و گمراہی اپنے عروج پر تھی۔ملت مسلمہ جہالت کے اندھیروں میں سرگرداں ایک ایسے قائد کی منتظر تھی جو تیرہ وتاریک قلوب میں ایمان وعمل کی روشنی بھر دے۔اوران گم کردہ منزلوں کو منزل تک پہنچا دے۔رحمتِ یزداں جوش میں آئی۔

سرکار غوث پاک اور حضور غریب نواز رضی اللہ تعالٰی عنہما نے خواب میں حضرت محسن ملّت شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ کو ولایت وقیادت کے تاج سے سرفراز فرما کر الٰہ آباد سے چھتیس گڑھ جانے کا حکم دیا۔دونوں آقا سے حکم پاتے ہی حضرت محسن ملّت رائے پور تشریف لاتے ہیں اور علم وفضل، حق وصداقت، لطف وعنایت ورفعت کشف وکرامت اور رشد وہدایت کا مینارۂ نور بن کر لوگوں کے دلوں کی دنیا ہی بدل دیتے ہیں اور جب صدیق اکبر کی صداقت، فاروق

اعظم کی عدالت، عثمان کی سخاوت اور علی المرتضٰی کی شجاعت لے کر اٹھے تو دیکھتے ہی دیکھتے پورے مدھیہ پردیش میں پرچم اسلام بلند ہونے لگا اور ہر طرف علم دین کے چراغ روشن ہونے لگے۔

مدھیہ پردیش علمِ دین سے روشن ہوا تب جب بنے عرفان وحکمت کا دیا حامد علی
کفر کی، ظلمت کی راہوں میں رہے سینہ سپر پیکرِ رشد وہدایت باصفا حامد علی

وہ محسن ملت جس نے اپنا سارا سرمایۂ حیات اپنی ساری توانائیاں اپنی ساری صلاحیتیں اپنا تن من دھن سب کچھ اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کر دیا تھا۔

محسن ملت کا لفظ ابھریگا جب بھی ذہن میں آپ ہی سے دیکھیگا خدا حامد علی

وہ محسن ملت جن کی ذات گرامی فکر ونظر کی تجلی، حسن تدبیر کا پیکر عمل، عزم ومحکم کی چٹان، حلم وبردباری کی بے نظیر تصویر، علم وفضل کی تابندہ تنویر تھی۔جن کے اقوال وافعال میں امام بن حنبل کے عزم واستقلال کا عکس نظر آتا تھا جن کی زبان میں ضرب یداللہ اور ذوالفقار کی چمک تھی جن کے حکیمانہ طرز استدلال میں غزالی ورازی دمکتا تھا جن کی دلنواز تحریر وتقریر میں انداز غزالی ٹپکتا تھا۔جو درس وتدریس میں امام بخاری کی جانشینی کرتے نظر آتے تھے۔جو سرکار اعلیٰ حضرت کے مکرم خلیفہ تھے جو اخلاق کے دریا اور پیار کے سمندر تھے جو مومنوں کے سردار، سنیّوں کے سرتاج دین محمدی کے چراغ اور شریعت وطریقت کے سنگم تھے۔

مشک وعنبر کی طرح دونوں شے ہیں آپ کیا شریعت کیا طریقت مرحبا حامد علی

ہاں، ہاں وہی ذات اقدس جس نے ملت اسلامیہ کے نونہالوں کو زیور علم سے آراستہ کرنے کے لئے اور قرآن وحدیث کا پیغام گھر گھر پہنچانے کے لئے ۱۹۴۲ء میں مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ قائم کیا علم کا چراغ روشن ہوتے ہی جہالت کا پردہ چاک ہوا۔حضور محسن ملت قریہ قریہ گاؤں گاؤں جا کر قوم کے یتیم وغریب بچوں کو مدرسہ کی علم پرور چھاؤں میں لے آئے۔

ناتراشیدہ ہیروں کو آپ نے تراشا اور جب علم ظاہری سے آراستہ کر کے ان کے سروں پر علم وفضل کا تاج رکھا تو لوگ ان بچوں کو جنہیں کل تک وہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے آج اپنا امام اور رہنما بنانے لگے۔ اس علم وعرفان کے مرکز سے فارغ التحصیل حفاظ، قاری اور مولوی ملک کے گوشے گوشے میں عشق مصطفےٰ کی تابناک کرنوں سے لوگوں کے دلوں کو منور کر رہے ہیں۔ آج بھی یہ سلسلہ جاری وساری ہے اور قرآن وحدیث کا پیغام ملک وملت کے نام نشر ہو رہا ہے۔ اے خالق کائنات جب تک چاند میں چاندنی، سورج میں روشنی، تاروں میں تابندگی اور پھولوں میں مہک رہے تب تک اس مدرسہ سے علم وعرفان کا چشمہ ابلتا رہے۔

آج حضور محسن ملت علیہ الرحمہ کا فیضان کرم نہ ہوتا تو ہم جیسوں کو قلم اٹھانے کا شعور بھی نہیں ملتا مولیٰ تعالیٰ آپ کے فیوض وبرکات سے ہم سبھوں کو مستفیض فرمائے۔ ''آمین''

ایک چراغ رہبری ہے محسن ملت کی ذات

حضرت مولانا سعید اعجاز کامٹی علیہ الرحمہ

ایک چراغ رہبری ہے محسن ملت کی ذات — روشنی ہی روشنی ہے محسن ملت کی ذات
نام ہے حامد علی ہاں نام ہے حامد علی — حامد آل نبی ہے محسن ملت کی ذات
نسبت خواجہ کی صورت صاف آتی ہے نظر — گویا آئینہ بنی ہے محسن ملت کی ذات
نسبت غوث الوریٰ اور نسبت خواجہ پیا — آج بھی دم بھر رہی ہے محسن ملت کی ذات
زخم خوردہ قوم وملت کو یہ دیتے ہی — گویا مرہم بن گئی ہے محسن ملت کی ذات
وارثی، فاروقی، عرفانی وسیلے کی قسم — ضامن حب علی ہے محسن ملت کی ذات

رضوی میخانہ کی اعجاز کیفیت ہے گواہ
مست جام بے خودی ہے محسن ملت کی ذات

سرچشمہ فیض وعطاء

حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ

از۔ فاضل جلیل مولانا سیّد سجاد اشرف اشرفی۔ مدھونی (بہار)

جب بھی کسی دور میں باطل قوتیں اپنی شعلہ سامانیوں کے ساتھ اسلام کو خاکستر کرنے کے لئے آگے بڑھیں تو ربّ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق کسی نہ کسی محبوب بندے کو بھیجتا رہا۔

جب فرعون نے مسند شہنشاہیت پر بیٹھ کر انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ بلند کیا تو خالق کائنات نے اپنے پیارے جلیل القدر پیغمبر سیدنا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کو خاکدان گیتی پر جلوہ گر فرمایا۔ اسی طرح جب نمرود نے خدا کی دی ہوئی طاقت کا غلط استعمال کیا تو اس دور میں ربّ العالمین نے اپنے محبوب پیغمبر سیدنا حضرت ابراھیم خلیل اللہ کو بھیجا جنہوں نے آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں پر عظمتِ اسلام کا پرچم لہرایا۔ اور سسکتی ہوئی انسانیت کو حیاتِ ابدی کا پیغام سنایا۔

جب لوگ سرزمین عرب میں نومولود معصوم بچیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ انسانیت اپنی شرف وبزرگی اور مقام ومرتبہ کو بھول چکی تھی۔ آدمیت سسک سسک کر دم توڑ رہی تھی روح کائنات لرزہ براندام تھی ہر قبیلہ ایک دوسرے کو اپنے سے نیچا اور ذلیل سمجھ رہا تھا۔ تو اس پرفتن اور پرآشوب دور میں محسن انسانیت وجانِ کائنات ﷺ کو انسان کو انسانیت کے مقام ومرتبہ سے آگاہ کرنے کے لئے بھیجا۔ جب اکبر نے اپنی کفریت کی دلیل پیش کی تو عالم الغیب والشہادۃ نے سرہند کی سرزمین سے ایک مرد حق آگاہ کو وجود بخشا جنہوں نے اپنی پوری زندگی کو احقاق حق وابطالِ باطل میں گزار دی جنہیں تاریخ مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ ع وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے　اس خاک میں پوشیدہ ہیں وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے　جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمی احرار

پھر جب کچھ لوگ شریعت پر حملہ کرنے کے خواہاں ہوئے تو قادرِ مطلق نے بریلی کی سر زمین سے باطل قوتوں کا سدّ باب کرنے کے لئے علم وفضل کے بحرِ بے کراں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو جلوہ گر فرمایا۔ جن کی طلعتِ جمال سے شبستان عشق ومحبت جگمگا اٹھی پھر اس پیکر عشق ووفا نے عظمتِ اسلام کا پرچم بلند فرمانے کے لئے ایسے عظیم المرتبت اور رفیع الشان شاگرد پیدا کئے۔ جو لعل وجواہر بن کر چمکے۔ اور بحر وبر کی وسعتوں پر ابرِ رحمت بن کر چھا گئے جن سے گلشن اسلام اور چمنستانِ عشق ووفا مہکنے لگا۔ ایوانِ سنیت جگمگانے لگا۔ کفرستان لرزنے لگا۔ انہی مقدس ومکرم شخصیتوں میں مردِ مجاہد پیکر صدق وصفا ولی کامل بھی ہیں جنہیں دنیائے سنیت گل گلزار فاروقیت محسن ملت حضرت علامہ الحاج شاہ محمد علی فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان کے نام نامی واسم گرامی سے یاد کرتی ہے۔

جن کے رگ وپے سے عشق رسول کی خوشبو آیا کرتی تھی ہمہ وقت محبت رسول میں سرشار نظر آیا کرتے تھے۔ وہ عشق رسول کی اس منزل پر پہنچ چکے تھے جہاں پہنچ کر عام وخاص کا امتیاز ہو جایا کرتا ہے۔ ایسے لوگوں سے آج دنیا تہی دامن نظر آتی ہے وہ شمع نبوت کے ایک پروانے تھے اور چودھویں صدی کے وہ مہ کامل اور نابغہ روزگار تھے وہ خاندانی اعتبار سے بھی بے مثل اور بے مثال تھے وہ علمی میدان میں اتر جاتے تو ہر طرف علم کا اجالا پھوٹنے لگتا تھا۔

جس وقت علاقۂ چھتیس گڑھ میں ظلم وبربریت کا پہاڑ توڑا جا رہا تھا خودستائی اور خود پسندی کا غلغلہ بلند تھا۔ کوئی آدمی ایک دوسرے کو خوشحالی میں دیکھنا گوارہ نہیں کرتا تھا۔ مسلم وہندو کے مابین کوئی امتیاز نہیں تھا، مسلمانوں کی لاشیں بغیر نماز جنازہ کے دفنائی جا رہی تھیں علم دین سے لوگ نابلد ہو رہے تھے۔ جب مسلمانوں کے باطل قوتوں کی وجہ سے خارج از اسلام ہونے کا خطرہ تھا۔ دریا کی مچھلیاں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک محسن کے لئے دعائیں کر رہی تھیں پودوں کی کلیاں ایک قائد

اعظم کے لئے ترس رہی تھیں۔ وہ ضمیریں جن میں کچھ باتیں باقی تھیں وہ ایک رہبر ورہنما کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ مگر انہیں کوئی ایسا محسن نہیں مل رہا تھا جو انہیں راہ انسانیت سے آشنا کرے۔ اور علم وفضل جو انسان کے اشرف المخلوقات کی دلیل اعظم ہے اس سے روشناس اور تقویٰ وطہارت کی شمع سے ان کے قلوب کو منور ومجلی کرے۔

آخرش ان لادینی حالات اور ظلم وبربریت کی گھنگھور گھٹا میں خالق اکبر نے محسن قوم گل گلزار فاروقیت چشم وچراغ فریدیت خلیفہ اعلیٰحضرت نظر کردۂ اعلیٰحضرت اشرفی میاں حضور محسن ملت حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان کو چھتیس گڑھ کا تاجدار بنا کر بھیجا۔

اس علم وفضل کے بحر بیکراں نے جب اس سنگلاخ زمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا تو آپ نے قوم کی جہالت اور انسانیت سے گرے ہوئے اخلاق وکردار عادت واطوار کو ملاحظہ فرمایا پھر وہ مردِ حق آگاہ موجیں مارتا ہوا نباض قوم بن کر اٹھا۔ اور سسکتی ہوئی انسانیت اور دم توڑتی آدمیت کو سکون واطمینان عطا فرما گیا۔

لوگوں نے دیکھا کہ ۱۹۲۴ء میں حضور محسن ملت نے بنام مدرسہ اصلاح المسلمین سنیت کا ایک عظیم قلعہ قائم فرمایا اور گاؤں گاؤں دیہات دیہات اور سڑکوں پر پڑے ہوئے بچوں کو اٹھایا۔ ٹھکرائے ہوئے یتیموں کا کلیجہ سے لگایا پھر انہیں اس طرح سنوارا، نکھارا کہ جنہیں کل تک لوگ ٹھوکروں میں رکھتے تھے آج وہ امام وخطیب بن کر دنیائے سنیت کی خدمت جلیلہ کا اہم فریضہ انجام دے رہے ہیں اور جھڑکنے اور کترانے والے آج ان کی دست بوسی وقدم بوسی کرتے نظر آ رہے ہیں جنہیں دیکھ کر قومی ضمیر پکارا اٹھا۔

خدمتِ دین اور الفتِ ملت کو دیکھ کر　چھتیس گڑھ کو محسن ملت پہ ناز ہے

حضرت محسنِ ملّت ایک تعارف

از۔مرتب

سرزمین ہند کے وہ مایہ ناز علمائے کرام جنھوں نے آندھیوں کی زد پر اسلام کا چراغ جلایا اور آلام ومصائب کے طوفان میں عظمت رسول کا پرچم لہرا کر تاریخ دعوت وعزیمت کا وہ لازوال نقش چھوڑا جس کی روشنی صدیوں مجاہدین ومبلغین اسلام کی راہوں کو منور ومعطر کرتی رہے گی۔ان عظیم و جلیل شخصیتوں میں گلشن فاروقیت کے گل سرسید محسن ملّت حضرت مولانا شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان کا نامِ نامی اسم گرامی ہمیشہ روشن وتابندہ رہے گا۔جن کی پوری زندگی قوم و ملت کے لئے وقف تھی۔جن کے مجاہدانہ جاہ وجلال اور سرفروشانہ کردار وعمل کی چاندنی سے ایک جہاں فیض یاب ومستفیض ہوتا رہے گا۔

آپ کی ولادت ملک کے تاریخی شہر الہ آباد کے چھوٹے سے گاؤں چندھا میں ۱۸۸۹ء میں ہوئی۔جہاں کسی وقت آپ کے آباؤ اجداد حرمین شریفین سے جہاد اور تبلیغ اسلام کا پرچم لئے ہوئے افغانستان، ملتان، دہلی، لچھاگیر وغیرہ ہوتے ہوئے تشریف لائے اور پھر وہیں بود وباش اختیار کر گئے۔

خاندانی طور پر آپ سلطان العارفین، شیخ الاسلام حضرت بابا فریدالدین گنج شکر سے ستر ہویں پشت میں تھے۔حضرت بابا فریدالدین دنیائے عشق وعرفان کی وہ عظیم وجلیل شخصیت ہے جن کے بارے میں شہنشاہ ہندوستان، سلطان الہند حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نائب وخلیفہ قطب الاقطاب حضرت سیدنا قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا۔"قطب بڑے شہباز کو دام میں لائے۔اس کا آشیانہ سدرۃ المنتہیٰ ہوگا۔" (دلّی کے بائیس خواجہ صفحہ۴۳)

بابا صاحب پر سلطان الہند سرکار غریب نواز کے الطاف خسروانہ کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ اور حضرت قطب صاحب اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں بابا فرید چلّہ میں تشریف فرما تھے۔اس وقت حضرت بابا فریدا تنے کمزور ہو چکے تھے کہ آپ ان کے احترام کے لئے اٹھ بھی نہیں سکے۔اس لئے وہیں باچشم پرنم آپ نے سرنیاز زمین پر رکھ دیا۔بابا صاحب کا یہ حال دیکھ کر خواجہ صاحب نے قطب صاحب سے فرمایا۔"اے قطب! کب تک اس بے چارہ کو مجاہدہ میں گھلاؤ گے۔آؤ اسے کچھ عطا کریں۔" یہ کہہ کر ایک طرف خواجہ پاک نے اور دوسری طرف سے حضرت قطب صاحب نے آپ کو پکڑ کر کھڑا کیا۔پھر حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کی طرف منہ کر کے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی۔

"خدایا! ہمارے فرید کو قبول فرما اور اکمل درویش پر پہونچا" غیب سے ندا آئی۔ہم نے فرید کو قبول کیا۔یہ وحید عصر ہوگا۔

سلطان الہند کی اسی دعا کا اثر تھا کہ آپ کے ذریعہ سلسلہ چشتیہ نے زبردست فروغ حاصل کیا۔خصوصاً آپ کے مرید وخلیفہ اور سجادہ نشین نظام الاولیا محبوب پاک حضرت نظام الدین اولیا رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اس نے

جو عروج پایا وہ تاریخ چشت کا سنہرا باب ہے۔ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر کے نسیم حجاز کے فردوس بہاراں سے اپنے قلوب کو معطر ومنور کیا۔سلطان العارفین کا سلسلۂ نسب امیر المؤمنین امام العادلین غیظ المنافقین سیدنا فاروق اعظم سے جا ملتا ہے۔اس طرح آپ دنیائے فاروقیت کے خورشید درخشاں اور گلشن چشت کے حسین بہار تھے۔

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم کا جاہ وجلال اوران کی رفعت وعظمت ساری دنیا

میں مشہور ومعروف ہے ۔آپ کی ایک صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نہ صرف رسول پاک ﷺ سے منسوب ہوکر ام المؤمنین کے لقب سے مشرف ہوئیں بلکہ آگے چل کر آپ کا شجرۂ نسب بھی نویں پشت میں کعب بن لوی کے واسطے سے رسول پاک ﷺ سے جاملتا ہے ۔

ولادت کے وقت آپ کے والد حاجی محمد شاکر علی فاروقی الہ آباد کے قریب ضلع پرتاپ گڑھ کے موضع بہار کے مانے ہوئے زمیندار کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔شروع میں آپ نے والد صاحب سے تعلیم پائی ۔بعد میں حافظ عبدالرزاق صاحب جو دیوان گنج پھولپور کے رہنے والے تھےان سے علم حاصل کیا اور پھر اپنے چچا عابد علی فاروقی کے پاس پہونچے جو اس وقت لکھنؤ میں ہیڈ کانسٹیبل تھے۔تاکہ تعلیمی سلسلہ اور آگے بڑھایا جاسکے ۔وہیں ایک دن آپ کی ملاقات قطب دیوہ حضرت وارث علی شاہ علیہ الرحمہ سے ہوئی ۔اس وقت آپ کے چچا جو حضرت کے خصوصی چاہنے والوں میں سے تھے وہ بھی موجود تھے۔انہوں نے آپ کو حضرت کے سامنے پیش کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی ۔حضرت شاہ صاحب نے خصوصی توجہ ڈالی اور سر پر ہاتھ پھیر کر دعائیں دیں اور پھر مسکراتے ہوئے فرمایا ۔"یہ فقیری میں شاہی کرے گا اور اندھیرے میں اسلام کا اجالا پھیلائے گا ۔"

جناب عابد علی صاحب فاروقی بذات خود نہایت دینداری، پابند شریعت اور اصول کے پکے آدمی تھے ۔حضرت سید شاہ جی وارث علی علیہ الرحمہ سے آپ کو بے حد انسیت تھی ۔قطب دیوہ کی خصوصی نگاہ کرم بھی آپ پر ہمیشہ رہا کرتی تھی ۔حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کو جناب عابد علی صاحب نے فرنگی محل لکھنؤ میں بھرتی کراتی جہاں آپ نے نہایت تندہی اور انہماک کے ساتھ اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔جناب عابد علی صاحب سے جب آپ ملنے شہر تشریف لاتے تو وہ آپ کو ساتھ لے کر حضرت قطب دیوہ کی خدمت میں ضرور لے جاتے ۔

ایک دفعہ حضرت کچھ تناول فرمارہے تھے ۔جب آپ اپنے چچا کے ہمراہ وہاں پہونچے تو

حضرت نے روٹی کا ایک ٹکڑا چبا کر آپ کو عنایت کیا۔آپ نے بسم اللہ پڑھ کر رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً (اے اللہ! میرے علم میں زیادتی عطا فرما ۔) پڑھتے ہوئے اسے تناول فرمالیا۔حالانکہ یہ دعا آپ نے دل ہی دل میں پڑھی جسے انتہائی قریب بیٹھا ہوا آدمی بھی نہیں سن سکتا تھا ۔مگر حاجی صاحب قطب دیوہ تھے ۔ہمیشہ انوار وتجلیات میں شرابور رہا کرتے تھے ۔ان سے قلبی کیفیت اور دل کی خاموشی زبان کا استغاثہ کیسے چھپ سکتا تھا۔انہوں نے ایک خصوصی توجہ ڈالی اور مستقبل کے پردوں کو اٹھاتے ہوئے فرمایا ۔اس بچے کی پیشانی بتارہی ہے کہ اس کی للکار سے حکومت گھبرائے گی اور دشمنان اسلام لرزیں گے ۔اس کی تعلیم کی صحیح تکمیل مجدد وقت کی نگاہ فیض اثر کے سایہ میں ہوگی ۔

جناب عابد علی فاروقی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں فرنگی محل میں داخل تو کروادیا تھا مگر وہاں قلبی سکون نہ تھا ۔جب قطب دیوہ نے مجدد وقت کے تعلق سے پیش گوئی کی تو میں نے اس سلسلے میں معلومات فراہم کی ۔مجھے پتہ چلا کہ بریلی کی دھرتی پر اپنے وقت کے علم وعرفان کے تاجدار تشریف فرما ہیں ۔جن کے علمی وعرفانی فیضان کا چرچا تو میں نے کچھ سن رکھا تھا ۔مگر اب جو معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ شخصیت تو پوری دنیائے اسلام میں منفرد ہے ۔ان کی رفعت وعظمت اور بحر علمی کا ڈنکا ہندوستان کی سرحدوں کو پار کرکے حجاز مقدس کی دھرتی حرمین شریفین میں بھی بج رہا ہے۔دنیائے اسلام کے بڑے بڑے جلیل القدر اور رفیع المرتبت علمائے اسلام، مفتیان عظام اور صوفیائے کرام جن کی علمی رفعت وعظمت اور فکری جاہ وجلال کے قائل اور ان کے عشق رسول کے گن گارہے ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ جب میرے سامنے یہ حقیقت واضح ہوئی تو میں نے طے کرلیا کہ کچھ وقت یہاں گزار کر آخری تکمیل کے لئے وہیں بھیجوں گا ۔اور جب انہوں نے اپنے اس ارادہ کا اظہار حضرت محسن ملت سے کیا تو پتہ چلا کہ آپ خود بھی یہی منصوبہ لئے بیٹھے ہیں ۔لہذا کچھ سال وہاں علم حاصل کرنے کے بعد آپ اعلیٰحضرت مجدد دین وملت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمت میں

حاضر ہوئے جہاں آپ نے اعلٰحضرت کی نگاہ کرم کا وہ فیض حاصل کیا کہ اس کی تجلیات سے آپ کی پوری زندگی جگمگاتی رہی ۔ایک طرف حجۃ اسلام شہزادۂ اعلٰحضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب کے فیضان صحبت دوسری طرف تاجدار اہل سنت سیدی حضور مفتی اعظم ہند یک طرف حجۃ اسلام شہزادۂ اعلٰحضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب کے فیضان صحبت دوسری طرف تاجدار اہل سنت سیدی حضور مفتی اعظم ہند کی نکہت بار معیت اور برہان الملت حضرت مولانا برہان الحق صاحب کی رفاقت اور پھر اس پر مجدد اعظم سیدنا اعلٰحضرت فاضل بریلوی کے الطاف خسروانہ کی بارش نے وہ جوہر دکھایا کہ اپنے اور پرائے سب ہی آپ کی رفعت ،فکری عظمت ،سیاسی بالغ نظری اور دور اندیشی قوم شناسی کے قائل نظر آنے لگے ۔

حضرت برہان ملت فرماتے ہیں کہ سرکار اعلیٰ حضرت آپ کو قرب وجوار کے جلسہ ومناظرہ میں اکثر بھیجا کرتے تھے اور جانے سے پہلے حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ آپ کو وہ خصوصی نکات بتایا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ جہاں گئے ہمیشہ کامیاب رہے ۔

ایک دفعہ لوگوں نے حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت اکثر انھیں کو جلسہ ومناظرہ کے لئے بھیجا کرتے ہیں تو آپ نے مسکرا کر فرمایا اعلیٰ حضرت کی نگاہ فیض اثر مستقبل کے پردوں میں جھانک کر دیکھ رہی تھی کہ آنے والے وقتوں میں انھیں دشمنان اسلام سے کسی طرح ٹکر لینا ہے اس لئے آپ نے اس کے مطابق ان کی تربیت فرمائی ۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ اجمیر مقدس حاضر ہوئے وہاں آپ نے طویل قیام فرمایا اور متعدد چلّے کئے اور مراقبہ ومشاہدہ کی متعدد منازل طے کئے ۔وہیں آپ کو مدھیہ بھارت کے لئے اشارۂ غیبی ملا ۔جب وہاں سے آپ بریلی تشریف لائے تو سرکار اعلٰحضرت کے خصوصی ارشاد پر حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے آپ کو مدھیہ بھارت میں تبلیغ اسلام کا مشورہ دیا ۔گویا اس طرح سے جو بات

اجمیر مقدس میں اشارہ کی زبان میں کی گئی وہ یہاں شرح وتفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے آچکی تھی ۔لہٰذا آپ سب سے پہلے اکلترا ضلع بلاسپور تشریف لائے ۔

جس وقت آپ نے اس علاقے کا دورہ فرمایا تو چند ہی دوروں میں یہ بات دوپہر کی دھوپ کی طرح آپ پر واضح ہوگئی کہ یہ علاقہ تعلیمی وترقی اعتبار سے نہایت پسماندہ اور پچھڑا ہوا ہے ۔علاقے کی جہالت اور قوم مسلم کی زبوں حالی پر آپ کا کلیجہ کانپ اٹھا ۔پورے علاقے میں کہیں بھی کوئی پرانی نشانی نظر نہیں آئی جو اسلامی آثار کا پتہ دے ۔کفرستان میں ڈوبا یہ علاقہ جہاں نہ کبھی کوئی مسلم حکومت آئی جو حکومتی تدبر وحکومت سے یہاں کی تاریکی کو دور کرتی ۔نہ صوفیائے کرام اور علمائے عظام کے قافلہ ذکر قافلہ کا گزر ہوا جو اپنی نورانی وعرفانی تجلیات سے شب دیجور کی ظلمتوں کو شرمانے والی تاریکی کا پردہ چاک کرتے ۔اگر کبھی کوئی گزرا بھی تو ان کی روشنی اتنی مدھم تھی کہ گردوپیش کو بھی روشن نہ کرسکی ۔آپ حالات کا جائزہ لیتے اور اپنی قوم کو آگے بڑھانے کی فکر میں نئے نئے پروگرام بناتے ۔ایک دفعہ آپ رتن پور کے پاس ایک گاؤں سے گزر رہے تھے وہاں آپ نے ایک قبر پر بانس دیکھا جو کسی نے گاڑ دیا تھا ۔معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس علاقے میں دور دور تک کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو نماز جنازہ پڑھا سکے ۔لہٰذا ایسے موقع پر لوگ بطور نشانی بانس گاڑ دیتے ہیں تا کہ دن دو دن میں کوئی پڑھا لکھا آدمی کا گزر ہو تو قبر ہی پر نماز جنازہ کی ادائیگی ہو سکے اس طرح کے کئی روح فرسا واقعات نے آپ کے دل پر گہرا اثر ڈالا ۔آپ نے ایک تفصیل خط حجۃ الاسلام ،شہزادۂ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ارسال فرما کر مشورہ طلب فرمایا ۔انھوں نے حوصلہ بخشتے ہوئے آپ کو علاقہ سنبھالنے اور مسلمانوں کی جہالت دور کرنے کا مشورہ دیا ۔

اسی دوران رائے پور میں مسلم لیگ کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں یک گونہ اختلاف کے باوجود علاقائی حالات کے پیش نظر آپ نے شرکت کی ۔متعدد مقرروں کے بعد آپ کا

موقع آیا تو آپ نے انگریزوں کی مخالفت میں ایسی جوشیلی تقریر کی کہ پورا علاقہ آتش بغاوت سے سلگنے لگا۔جس کے نتیجے میں آپ کو ۹ ر جولائی ۱۹۲۲ء کو دفعہ ۱۲۴ اے کے تحت جیل کی تاریک کوٹھری میں ڈال دیا گیا۔مگر آپ وہاں بھی شمع ایمان بنکر ضوفشانی کرتے رہے۔یہاں تک کہ سیکڑوں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا جن میں متعدد انگریز بھی شامل تھے۔

جس وقت عدالت میں آپ سے معافی مانگ کر چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کہا گیا آپ نے نہایت جاہ وجلال کے ساتھ جج کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

مجھ پہ الزام ہے مذہب کی طرفداری کا

دیکھئے کونسا قانون سزا دیتا ہے مجھے

قرآن عظیم کا بانگ دہل اعلان ہے اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول واولی الامر منکم۔ اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر یعنی حکومت والوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے یعنی مسلمانوں میں سے ہوں۔پھر کورٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔نہ کہ اس کافر حکومت کی۔آپ شیر کی طرح دہاڑ رہے تھے اور جلال فاروقی سے ایوان حکومت لرز رہا تھا۔تخت سلطنت دہل رہا تھا۔کورٹ کے عملے کا کلیجہ کانپ رہا تھا۔اس دوران کچھ مخلصین نے حکومت سے راہ ورسم پیدا کرکے معاملہ کی صلح صفائی کی کوشش کی۔آخر کار معاملہ معذرت پر جا ٹکا۔ مگر جب آپ کو پتہ چلا تو آپ نے بلند آہنگی سے گرج کر فرمایا۔مجھ پر جو الزام ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ حکومت غاصب ہے۔اسلام کی، ملک وملت کی اور پورے دیش کی دشمن ہے۔گویا جنگ آزادی کے مجاہد اعظم علامہ فضل حق فاروقی خیرآبادی نے انگریزوں کو للکارتے ہوئے فرمایا تھا جبکہ ۱۸۵۹ء میں فتویٰ جہاد کی پاداش یا جرم بغاوت میں گرفتار کرکے انھیں سیتاپور سے لکھنو لایا گیا تھا اور دوران مقدمہ جج بار بار کوشش کر رہا تھا کہ مولانا اپنے فتویٰ

سے رجوع کر لیں تاکہ میں انھیں باعزت بری کر سکوں۔مگر خدا کا شیر انجام سے بے فکر، قید وبند کی صعوبتوں سے نڈر، ہتھکڑی اور زنجیر سے بےخوف گرج کر یہی کہتا رہا کہ "وہ فتویٰ صحیح ہے اور میرا ہی لکھا ہوا ہے۔اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے۔(انوار رضا صفحہ ۴۶۲)

شیر دکن ٹیپو سلطان نے میدان جہاد سے گرجتے ہوئے قوم کو بھی پیغام دیا تھا کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔آج حضرت محسن ملت کی شکل میں علامہ فضل حق خیرآبادی کا جلال اور شیر دکن ٹیپو سلطان کی للکار پورے گھن گرج کے ساتھ ایوان عدالت میں گونج رہی تھی۔بالآخر آپ کو قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔قید وبند کی صعوبتوں نے آپ کا استقبال کیا۔جیل کی تاریک کوٹھری میں آپ کو قید کر دیا گیا جہاں کوڑے برسائے گئے۔لاٹھیاں چلائی گئیں، قتل کی سازشیں کی گئیں۔مگر آپ مصائب وآلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے اور مسکرا مسکرا کر مجاہدین آزادی کو دعوت فکر دیتے رہے۔

بیڑیاں مجھ کو پہننے میں ذرا بھی ذلت نہیں

باپ دادا کا طریقہ سنت سجات ہے

طوق وزنجیر اور بیڑیوں کی جھنکار میں قید خانہ کی چہار دیواری میں آپ قید تو کر دیئے گئے مگر آپ کا پیغام اسلام وہاں بھی گونجتا رہا۔اور اس کی صوت سرمدی سے کفر وشرک کے علمبرداروں کا کلیجہ دہلتا رہا۔

ہر روز نماز تہجد کے بعد اذان وجماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی اور تلاوت قرآن اور اوراد ووظائف کی بزم سجی اور پھر اس کے بعد وعظ ونصیحت کی محفل ایسی نہیں تھی جو اپنا اثر نہیں دکھاتی۔دھیرے دھیرے وہاں کے در ودیوار بھی اس کی تجلیات سے جگمگانے لگے اور دلوں کی سیاہی بھی دھلنے لگی۔جو عام کے مسلمان تھے انھوں نے ایمان کی نئی توانائی محسوس کی اور جو کفر وشرک کی

تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے انھوں نے روشنی کی نئی کرنیں محسوس کیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایمانی روشنی سے ان کے تاریک دل جگمگا اٹھے۔ یہاں تک کہ کچھ انگریز بھی آپ کی دل آویز شخصیت اور ایمان افروز صحبت سے فیضیاب ہوتے ہوئے دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

ایک باغی مجرم کا جیل کی تاریک وادیوں میں شمع ایمان بن کر روشنی بکھیرنا اور وہ بھی حکومت برطانیہ کا مجرم۔ یہ معمولی جرم نہیں تھا۔ نیچے سے لے کر حکام بالا تک ہر کسی کی نظروں میں آپ خار مغیلاں کی طرح کھٹکنے لگے۔ ظلم وستم کی آندھیاں کچھ اور تیز ہو گئیں۔ مصائب وآلام کی تاریکیاں کچھ اور بڑھ گئیں۔ مگر آپ مسکرا مسکرا کر مصائب وآلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔

میں وہ مجنوں ہوں کہ زنداں کے نگہبانوں کو
میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا

آپ کی ایمانی توانائی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ کوئی انگریز افسر جو انگلستان میں رنجر ہو کر آیا تھا۔ انگریز کی حکومت تھی۔ بڑے بڑے تاج وتخت والے جن کے ظلم وستم سے لرز رہے تھے۔ پورا ہندوستان ان کے سازشی جال میں پھنسا کر رہ رہا تھا۔ دن کا اجالا ہو یا رات کی تاریکی، ہر جگہ قوم مسلم کی عزت وآبرو کے لئے عیسائیت کی سلیب لٹکی ہوئی تھی۔ حکام وقت مظلوموں کی بے گور وکفن لاشوں پر اپنی بالادستی کا جھنڈا گاڑ کر جشن فتح منا رہے تھے۔ کشمیر سے کنیا کماری تک ہر جگہ ظلم وستم کا اہرمن قہقہہ بلند کر رہا تھا۔ صاحب بہادر کے خلاف سوچنا بھی موت کو آواز دینا تھا۔ ایک دن آپ کو معلوم ہوا کہ وہی انگریز رنجر آیات قرآنی لکھے کاغذ میں اپنے کتے کو کھانا کھلا رہا ہے۔ جسے دیکھ کر مسلمانوں کا دل دہل گیا۔ آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مگر اس کے سامنے بولنے اور ٹوکنے کی جرأت کسی میں نہ تھی؟ آپ کو جیسے ہی پتہ چلا آپ فوراً اس کے کمرے میں گھس گئے اور بلند آواز سے اسے ڈانٹا۔ مگر اس پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ وہ حکومت کے نشے میں سرشار

آتش بار نگاہوں سے آپ کو دیکھتا رہا۔ آخر آپ سے برداشت نہ ہو سکا۔ آپ نے اس کا گریبان تھام لیا۔ اچانک صورت حال اتنی نازک ہو گئی کہ پورا گاؤں امنڈ پڑا۔ دوسری طرف پولیس افسران بھی جمع ہو گئے۔ اس وقت انگلستان میں ٹھاکر رام بٹال سنگھ کا مانا ہوا مشہور ومعروف خاندان تھا۔ اسی خاندان کے ایک ہونہار اور ملک پرست فرد تھے ٹھاکر چھیدی لال بیرسٹر۔ جن کی پورے علاقے میں زبردست دھاک جمی ہوئی تھی۔ انھوں نے حکومت کے افسران اور پولیس والوں کو معاملہ کی نزاکت اور حضرت محسن ملت کی اہمیت سمجھائی۔ بالآخر انگریز بہادر کو جھکنا پڑا۔ اس نے کھلے عام آئندہ مسلمانوں کے جذبات سے نہ کھیلنے کا وعدہ کیا۔

۱۲ دسمبر ۱۹۲۳ء کو جیل سے چھوٹتے ہی آپ نے اپنے گرد وپیش کا جائزہ لیا۔ ہمدردوں اور مخلصوں کی بھیڑ میں سنٹرل جیل رائے پورے سے آپ کا جلوس روانہ ہوا۔ پھولوں کی برسات اور نعرۂ تکبیر کی گونج میں آپ کا جلوس آگے بڑھ رہا تھا مگر آپ کا کاروان خیال ماضی کی تاریک شاہراہوں سے گزر رہا تھا۔ آپ نے محسوس فرمایا کہ قوم کی جہالت اور علمی پسماندگی، دین ومذہب سے دوری اور آپسی رسہ کشی نے انھیں اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ آج ان میں اکثر کو اس کا بھی شعور نہیں کہ کلمۂ توحید پڑھنے کے بعد اسلام ہم سے کن کن چیزوں کا مطالبہ کرتا ہے؟ اس کا تقاضہ کیا ہے؟ اور اپنے ماننے والوں میں کیسا جذبہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے واضح طور پر محسوس فرمایا کہ ان کے والہانہ جذبات اور سرفروشانہ تمناؤں کا صحیح استعمال نہیں کیا گیا تو پھر یہ قوم ہمیشہ کے لئے جہالت کے بحر ظلمات میں ڈوب جائے گی۔

ایک طرف قوم کی یہ نازک حالت اور دین سے دوری۔ دوسری طرف شدھی آندولن اپنے پورے کر وفر اور جوش وخروش کے ساتھ امت مسلمہ کو شرک وکفر کی تاریکیوں میں دفن کرنے کے لئے شب وروز نت نئے سازشی جال پھیلاتا جا رہا ہے۔ پورے بھارت میں اس کی حشر سامانیوں

نے طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا ہے۔ جس نے ملّت اسلامیہ کے ہر صاحب بصیرت اور دین پرور شخص کو فکرمند بنا دیا۔ اس سلسلے میں تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے اس بیان سے اس وقت کی صورت حال کی نزاکت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جسے اخبار دبدبۂ سکندری نے شائع کیا تھا۔ اخبار مذکور لکھتا ہے۔

ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا ارتداد

جناب مولانا مولوی مصطفےٰ رضا خاں صاحب قادری فرزند دوم اعلیٰحضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ساتویں جمادی الآخر کو دفتر ہذا میں تشریف لائے اور یہ وحشتناک خبر سنائی کہ ساڑھے چار لاکھ راجپوت مسلمان جو آگرہ، میرٹھ اور دہلی کے اضلاع میں رہتے ہیں اس بات پر تیار ہیں کہ ہندو مذہب پھر اختیار کر لیں۔ (دبدبۂ سکندری ۲۹ جنوری ۱۹۲۳ء صفحہ ۳)

اتر پردیش، راجستھان، ہماچل پردیش اور پنجاب جہاں مسلمانوں کی طویل تاریخ ہے۔ علمائے کرام اور صوفیائے عظام کا نا قابل شمار سلسلہ ہے۔ اولیائے ملت اسلامیہ کے طلعت جمالی سے جہاں کے در و دیوار روشن وتابندہ ہیں۔ علم وعرفان کے بے شمار چشمے جہاں سے ابل ابل کر ایک دنیا کو فیض یاب کر رہے ہیں۔ وہاں جب اس کی حشر سامانیاں اور فتنہ انگیزیاں اس درجہ خطرناک صورت حال اختیار کر چکی تھیں کہ سیکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان ان کے سازشی جال میں پھنس کر دین وایمان سے دست بردار ہونے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ چند شہر ودیہات نہیں بلکہ پورا صوبہ کا صوبہ ان کے سازشی جال میں پھنستا جا رہا تھا۔ تو مدھیہ بھارت کا کیا عالم ہوگا۔ خصوصاً علاقہ چھتیس گڑھ اور اڑیسہ میں ان کی شرانگیزیاں کس شباب پر ہوں گی۔ جہاں نہ علم کا کوئی چشمۂ سیال تھا جہاں سے کوثر وتسنیم کا دھارا ابلتا۔ نہ صوفیائے کرام اور علمائے عظام کا قابل ذکر کارواں تھا

جو بے چین و بے قرار روحوں کو ایمانی جاہ وجلال اور عرفانی شان وشوکت سے معطر ومنور کرتا۔ نہ مجاہدین اسلام اور مبلغین کرام کا قابل اثر دستہ تھا جو طوفانوں کی زد میں اسلام کا چراغ جلاتا۔ نہ ہی اسلامی حکومت کا کوئی قابل ذکر وقفہ تھا جو پژمردہ روحوں اور مایوس دماغوں میں جوش حیدری اور ولولۂ حسینی کی تجلیات بکھیر کر ان کے مجاہدانہ کردار وعمل اور سرفروشانہ للکار کو تقویت فراہم کرتا۔

ایسی حالت میں محسن ملت علیہ الرحمہ نے گاؤں گاؤں دورہ کیا۔ دیہات دیہات پڑاؤ ڈالا۔ قریہ قریہ ایمانی آواز پہونچائی اور شدھی آندولن کے لرزہ خیز، ایماں شکن طوفانوں کا نہایت کامیاب مقابلہ کر کے ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد کے پھندے میں نہ صرف پھنسنے سے بچایا بلکہ غیر مسلموں کو بھی مسلمان بنا کر دعوت وتبلیغ کا مقدس فریضہ انجام دیا۔ آپ کی اس مجاہدانہ کردار سرفروشانہ للکار اور بے مثال تدبر ودور اندیشی کو دیکھتے ہوئے حجۃ الاسلام شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان فرمایا کرتے تھے کہ حامد علی تم ملت کا انمول نگینہ ہو۔ تم نے کفرستان میں اسلام کا چراغ جلایا۔

نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب سجادہ نشیں خانقاہ رضویہ بریلی شریف تحریر فرماتے ہیں کہ آج لوگ اپنے کو کلمہ پڑھاتے ہیں۔ مگر یہ وہ شخصیت تھی جس نے غیروں کو کلمہ پڑھایا۔

ان حلات نے آپ کو قوم کے مستقبل کی طرف خصوصی طور پر متوجہ کیا۔ آپ نے محسوس فرمایا کہ آج مسلمانوں کی اکثریت علم سے دور اور تاریکی کے دبیز پردوں میں لپٹی ہوئی غلط روی کا زبردست شکار ہے۔ اگر انھیں سنوارا نہیں گیا تو ہر اٹھنے والی تحریک انھیں اپنا لقمۂ تر سمجھنے لگے گی۔

آپ نے وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے دین کے لئے ایک مضبوط قلعہ کی ضرورت پر لوگوں کو متوجہ فرمایا۔ آپ کی ہمہ وقت کی انتھک کوششوں، شب وروز کی لگاتار قربانیوں اور

بے مثال جدوجہد کے نتیجے میں مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ عالم وجود میں آیا۔اور جلد ہی علم وعرفان کا ابلتا ہوا وہ چشمۂ سیال بن گیا جس کے فیضان کا دریا پورے ہندوستان میں نظر آنے لگا۔ جس کی علمی وعرفانی تجلیات سے پژمردہ روحیں نئی زندگیاں پانے لگیں۔تاریک دل علمی روشنی سے جگمگانے لگے۔مایوس دماغ کردار وعمل کی توانائی محسوس کرنے لگے اور بجھے ہوئے قلب وجگر عشق رسول،عقیدت اولیاء کی حرارت وتپش سے سلگنے لگے۔

یہ ادارہ اپنے بانی کے زیر سایہ پھولوں کی مہک،کانٹوں کی چبھن،دریاؤں کی روانی،طوفانوں کی ہنگامہ خیزی،چراغ مصطفوی کی روشنی لئے شرارِ بولہبی سے الجھتا،کفروشرک کی تاریکیوں میں عشق رسول کی تجلیات بکھیرتا،بدعت اور گمراہی کے طوفانوں میں قرآن وسنت کا چراغ جلاتا،نجدیت ووہابیت کی مسموم فضاؤں میں عقیدت اولیاء کی خوشبو بکھیرتا اور مخالفت اسلام کی امنڈتی ہوئی آندھیوں میں اسلام کا پرچم لہراتا منزل مقصود کی طرف بڑھتا رہا۔آج اس کے سایہ میں نہ صرف یتیم وغریب بچوں کا مستقبل سنورتا ہے بلکہ اینگلو اردو ہائی اسکول کے نام پر دنیاوی تعلیم کا چراغ بھی مذہبی تقدس کے سایہ میں جلتا ہے۔ اس کے علاوہ ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ،طبیہ کالج،مرکز کتابت وغیرہ کی متعدد شاخیں کہیں پھول پھل رہی ہیں تو کہیں روشنی بکھیرنے کے لئے قوت کا انتظار کررہی ہیں۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان آزاد ہوا مگر آزادی کی قیمت پر انگریز ہمیں ہمیشہ کے لئے دو حصوں میں تقسیم کر کے نفرت وتعصب کی نہ بجھنے والی آگ لگا گئے۔جس میں نسلیں جلتی رہیں گی۔ایک طرف پاکستان عالم وجود میں آیا تو دوسری طرف پورے ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف آتش فشاں پھوٹ پڑا۔اترپردیش،بہار،بنگال اور راجستھان وغیرہ میں خون کی ندیاں بہنے لگیں۔سسکتی ہوئی آہیں،گھٹی ہوئی فریادیں اور جلتی ہوئی لاشیں بھارت کا مقدر بن گئیں۔جس کے

نتیجے میں پاکستان بھاگنے والوں کا ایک تانتا بندھ گیا۔جس طرف دیکھوں بستر بند لوگوں کا ایک قافلہ نظر آتا جو گھروں کو الٹے سیدھے داموں پر بیچ کر لٹا لٹایا اثاثہ کاندھوں پر لاد کر اسٹیشن کی طرف جاتے نظر آئے۔ایسے پر آشوب اور رستہ خیز موحول میں قوم کو سنبھالنا،انھیں دلاسہ دینا،ان کی ڈھارس بندھانا آسان کام نہیں تھا مگر آپ نے نہایت مدبرانہ اور ٹھوس منصوبہ کے ساتھ حالات کا رخ موڑنے کا پروگرام بنایا۔جو لوگ پاکستان جارہے تھے انہیں مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

سیدنا اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے بہت پہلے فرمادیا تھا کہ دشمن ہمارے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔سب سے پہلے ہماری موت تاکہ معاملہ ہی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔اگر یہ نہ ہوسکے تو جلاوطنی چاہے گا تاکہ پاس میں نہ رہے۔اگر یہ بھی نہ ہوسکا تو آخر درجہ میں عاجز ومجبور رہنا چاہے گا۔ایک دفعہ تم لوگوں نے ہجرت کر کے دیکھ لیا(۱)۔مگر جانے سے پہلے سوچو۔ سمجھو۔کچھ فیصلہ کرو۔بھارت کی دھرتی پر ہم نے صدیوں حکومت کی ہے۔

دہلی کے لال قلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ایسی حالت میں یہاں سے پاکستان ہجرت کرنا سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔

ایک جگہ نہایت مدبرانہ اور مفکرانہ انداز میں بکھری ہوئی قوم کو آواز دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

حاشیہ ۱؎ گاندھی جی کے کہنے پر مولانا ابوالکلام آزاد نے سارے مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کرنے کا فتویٰ دیا تھا جس کے نتیجے میں ہزاروں مسلمان گھربار بیچ کر افغانستان کی طرف ہجرت کر گئے جس میں سوائے بربادی وتباہی کے ان کے ہاتھ کچھ بھی نہیں لگا۔تفصیل کے لئے دیکھئے تحریک خلافت صفحہ ۱۳۹ محمد علی

تم کہاں جارہے ہو؟ خواجہ کی دھرتی تمھیں پکار رہی ہے۔مخدوم سمنان کا روضہ تمھیں آواز دے رہا ہے۔محبوب پاک کا آستانہ تمھیں یاد کر رہا ہے۔تمہارے آباؤ اجداد کی ہڈیاں للکار رہی ہیں۔ خواجہ کا آستانہ چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟ مخدوم پاک کا روضہ چھوڑ کر تم سکون کیسے پاؤ گے؟ مخدوم کا سایہ چھوڑ کر کہاں چین ملے گا؟ سرکار اعلیٰحضرت کے فیضان سے بھاگ کر تم کیسے جی سکو گے (ہفت روزہ ہمارا قدم دہلی ۷ارجنوری ۹۱ء۔

آپ کے پر جلال صدا نے بجھتے دلوں میں امیدوں کی شمع روشن کر دی۔پژمردہ روحوں کو نئی زندگی مل گئی۔مفلوج دل و دماغ نئی امنگوں سے سرشار ہو کر آپ کے اشارۂ ابرو پر قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔وقت کی للکار نے سیکڑوں اجڑتے گھروں کو بسا دیا۔ہزاروں بہکتے قدم تھم گئے۔صدہا عورتیں بیوہ ہونے سے اور ہزاروں بچے یتیم ہونے سے بچ گئے۔

آپ نے نہ صرف انہیں للکارا، ان کے حوصلوں کو بلند کیا، نئی امنگیں اور نیا جذبہ عطا فرمایا بلکہ بھاگنے والوں کو روکنے کے لئے متعدد ٹولیاں بنائیں

۔جن میں سے ایک گروہ ریلوے اسٹیشن پر متعین تھا تو دوسرا بس اسٹینڈ پر نگرانی کر رہا تھا اور آپ خود ایک گروہ کے ساتھ لوگوں کے گھر پہونچتے۔حالات معلوم کرتے۔ہمت بندھاتے۔حوصلہ دیتے اور بھاگنے والوں کو سمجھا بجھا کر یہیں جینے مرنے کا عہد لیتے۔

آپ کی اس محنت و جانفشانی کا نتیجہ ہے کہ علاقہ چھتیس گڑھ اجڑنے اور برباد ہونے سے نہ صرف بچا ہے بلکہ سرزمین رائے پور پر مسلمانوں کی ایک عظیم تعداد گاؤں دیہات میں بکھرے مسلمانوں کو ہمت و حوصلہ دے رہی ہے۔

۱۹۶۰ء کا عالم رستاخیز ہندوستان کی تاریخ کا نہایت دردناک باب ہے۔جس میں پورا ملک فرقہ وارانہ فساد کی آگ میں جل رہا تھا۔معلوم ہوتا تھا کہ ظلم و ستم اور قتل غارت گری کی ساری

قہرمانی طاقتیں ایک ساتھ امنڈ پڑی ہوں معصوم و بے گناہ بچوں کا قتل عام۔دوشیزاؤں کی عصمت دری۔ماؤں کی گود کو سونی کرنا۔بہوؤں اور بہنوں کا سہاگ اجاڑنا عام بات ہو چکی تھی۔پورے ملک میں انتہائی مایوسی اور کسمپرسی کی حالت طاری تھی۔قوم و ملت کی مسیحائی تو در کنار، رستے ہوئے زخموں پر مرہم کا رکھنے والا بھی مشکل سے دکھائی پڑتا تھا۔ایسے پر آشوب اور ہوش ربا حالات میں اس وقت کے ارباب فکر و دانش اور اصحاب رائے نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ان کے بجھتے ہوئے حوصلوں، دم توڑتی توانائی اور مایوسی کے سمندر میں ڈوبتے ہوئے قلوب کو نئی ہمت و توانائی دینے کا مضبوط اور مستحکم منصوبہ تیار کیا۔جس کے ذریعہ ان کی شیرازہ بندی بھی ہو سکے اور انہیں نیا حوصلہ، نیا جوش اور ولولہ کے ساتھ حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کا ٹھوس اور مضبوط طریقہ بھی دیا جا سکے۔اس کے علاوہ گاؤں اور شہر کی سطح سے لے کر دلّی دربار تک ہر جگہ ان کا وزن بھی محسوس کیا جا سکے۔

اس سلسلہ میں آپ کے ساتھ سید العلماء حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفٰے علیہ الرحمہ مارہرہ شریف، حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھہ مقدسہ، قائد ملّت حضرت مولانا سید شاہ اسرار الحق صاحب، پاسبان ملّت حضرت مشتاق احمد صاحب نظامی، غازی ملّت حضرت مولانا سید مظہر ربانی صاحب کے علاوہ رئیس القلم مبلغ عرب و عجم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ کا نام اسم گرامی قابل ذکر ہے۔جنہوں نے انتہائی غور و فکر اور مسلسل کئی روز کی محنت و مشقت کے بعد آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کی شکل میں ایک ایسی مضبوط تنظیم کی بنیاد ڈالی جس نے بہت جلد ملک کے طول و عرض میں اپنا ایک اہم مقام حاصل کر لیا۔جلد ہی دلّی دربار بھی اس کی دھمک محسوس کرنے لگا۔اس تنظیم نے ظلم و ستم کی تاریک راتوں میں عدل و انصاف کا اجالا بکھیرا اور نفرت و تعصب کی سیاہ آندھیوں میں ملک کے طول و عرض میں خلوص و محبت اور امن و شانتی کا چراغ جلایا۔

اس تنظیم کے جنرل سکریٹری کے لئے ایک ایسے مدبر، دوراندیش، بالغ نظر اور بلند ہمت سکریٹری کی ضرورت تھی جو اپنے حسن تدبیر اور روشن ضمیری سے فرقہ واریت کے امنڈتے ہوئے طوفانوں کا نہ صرف رخ موڑ دے بلکہ ایوان حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسلم مسائل پر انہیں سوچنے کی نظر بے ساختہ آپ کی طرف اٹھی اور آپ کو متفقہ طور پر اس کا سکریٹری جنرل منتخب کیا گیا۔ اور پھر جلد ہی لوگوں کو احساس ہوگیا کہ آپ کی شکل میں ہمیں ایک ایسی بلند قامت شخصیت مل گئی جس کی ذات سیاسی بصیرت، قائدانہ صلاحیت اور دوراندیشی کے ساتھ روشن ضمیری، فکری بالیدگی اور علمی گہرائی کا حسین سنگم ہے۔

رائے گڑھ، جبل پور اور جمشید پور کے فسادات کے موقع پر آپ نے جس بلند ہمتی، اولوالعزمی اور روشن ضمیری کا مظاہرہ فرمایا۔ کلکٹر، ایس پی وغیرہ سے لے کر دہلی تک جس طرح آپ کی گھن گرج پہونچی وہ تاریخ دعوت وعزیمت کا روشن وتابناک باب ہے۔

دیش کے پہلے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو جی نہایت ادب واحترام کے ساتھ آپ پر ہمیشہ اعتماد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۵۲ء میں جب انہوں نے پھولپور ضلع الہ آباد کا پہلا الیکشن لڑا تو آپ اپنا الیکشن انچارج بنایا۔ اپنے ہر جلسہ میں آپ کی موجودگی کو خاص اہمیت دیتے تھے۔ اخبار لیڈر کی اشاعت ۳۱/جنوری ۱۹۵۲ء کی اس رپورٹ سے اس کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے

Another Election Meeting of the Congreas was helo at Minhajpur unoer the presedent chief of dhri Nizamnooin amoung those who spok's at the meeting were shri Lal Bahadur shastri, shrimati Indara Gandhi and Manlana Hamid Ali Raipur (21-1-1952)

انتخاب کی دوسری میٹنگ جناب نظام الدین صاحب کی صدارت میں منہاج پور میں ہوئی اس میٹنگ کو جناب لال بہادر شاستری، شریمتی اندرا گاندھی اور جناب مولانا حامد علی رائے

پوری نے خطاب کیا۔ ویکلی بھارت الہ آباد کی ۳۰/جنوری ۱۹۵۲ء کی رپورٹ بھی سلسلے میں قابل ذکر ہے۔

قوم مسلم کے متعلق سے کسی بھی فیصلے سے پہلے وہ آپ سے اکثر رابطہ قائم کرتے۔ تقسیم ہند کے بعد مسلمانوں پر جو انحطاط وتنزلی طاری ہوئی، باطل پرستوں نے جس طرح ملت اسلامیہ کو زندہ درگور کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا۔ اس کا جوانمردی سے مقابلہ کرنا، اسے ناکام بنانا اور اجڑے ہوئے بے شمار برباد مسلمانوں کو نئی زندگی شروع کروانے میں آپ نے کئی بار سیدھا نہرو جی سے گفتگو کی۔

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۶۰ء میں جب آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے زیر سایہ کل ہند سنی اوقاف کانفرنس پریڈ گراؤنڈ دہلی میں منعقد ہوئی اور ہم لوگوں نے ایک وفد کے ساتھ پرائم منسٹر پنڈت جواہر لال نہرو سے ملاقات کرکے انہیں بتایا کہ پورے ملک میں اہل سنت کی تعداد نوے فی صد سے بھی زیادہ ہے۔ اس کے باوجود آپ نے جمعیۃ العلماء کو سنی اوقاف کا مالک بنادیا ہے جسے وہ اپنی مرضی کے مطابق خردبرد کرتے رہتے ہیں۔ دوران گفتگو نہرو جی نے کہا کہ تقسیم ہند کے وقت سارے لوگ مسلم لیگ کے ساتھ ہوگئے تھے مگر جمعیۃ العلماء

حاشیہ۔ نوٹ:۔حضرت محسن ملت کی سیاسی تفصیلات کے لئے دوسرا حصہ ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں آپ کی مکمل سیاسی تاریخ، اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی سیاسی بصیرت، تحریک ترک موالات، تحریک خلافت، تحریک گاؤکشی کی تاریخ، امام احمد رضا کا تدبر، صدرالافاضل کا مجاہدانہ کردار، شیر بیشۂ اہل سنت کی ایمانی للکار، شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ، تاجدار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا ایمانی جلال، آل انڈیا سنی کانفرنس مرادآباد منعقدہ ۱۹۲۵ء اور آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس منعقدہ ۱۹۴۶ء کی تفصیلات، جنگ آزادی، تقسیم ہند اس کے اسباب اور عمل ورد عمل وغیرہ پر مشتمل ہوگا۔ محمد علی

اس وقت ہمارے ساتھ تھی ۔آج اپنی حکومت میں ہم اسے کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں ۔حضرت علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ نہرو جی کا اتنا کہنا تھا کہ حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کا جلال دیکھنے کے لائق تھا۔وقت کے وزیر اعظم کا للکارتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ نہرو جی !اگر آپ کو ان کا ہی خیال ہے تو آپ کیوں نہیں اپنے مکان کے کسی کونے میں ان کے لئے کوئی آفس کھول کر انہیں رکھ لیتے ۔مگر مسلمانوں کی وقفیہ جائداد کو اس طرح برباد نہ کیجئے ۔ورنہ اس کا انجام صحیح نہیں ہوگا ۔

اسی طرح جب جمشید پور میں ۱۹۶۲ء میں کشمیر کانفرنس حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ کی سربراہی میں ہوئی تھی اس موقع کے تعلق سے ہندوستانی موقف کی جس طرح ترجمانی کی اس نے ارباب دانش کو حیرت زدہ کر دیا ۔

رائے گڑھ فساد کے موقع پر بھی آپ نے محسوس فرمایا کہ فرقہ پرست اس آگ کو پورے چھتیس گڑھ میں پھیلانا چاہتے ہیں ۔اس وقت آپ نے انتہائی مدبرانہ انداز میں پریس کانفرنس لی اوراس کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو نہایت صبر وتحمل سے رہنے کی تلقین کرتے ہوئے اسے ہندوستان کا اٹوٹ انگ بتایا جسے پڑھ کر کئی لوگ برافروختہ ہو گئے اور آپ سے سوالات کرنے پہونچ گئے ۔اس سلسلے میں فصیح اللسان حضرت مولانا محمد سعید اعجاز صاحب کامٹوی ارشاد فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے آپ سے اخبار کو دیئے گئے بیان کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا ۔اگر میرے اس بیان سے رائے گڑھ کی بھڑکتی ہوئی آگ بجھ سکتی ہے، ہزاروں معصوم وبے گناہوں کا خون بہنے سے بچ سکتا ہے اور چھتیس گڑھ نفرت وتعصب کی بھٹی میں سلگنے سے بچ سکتا ہے تو اس میں برا کیا ہے۔

بابری مسجد پر جب تالا پڑا اور کشمیر کا مسئلہ پورے ملک کے لئے ناسور بن گیا اس وقت بھی نہرو جی سے آپ کی ملاقات اوران مسائل پر اظہار خیال اور پھر نہرو جی کا آپ کی ہر گفتگو پر خصوصی توجہ دینا آپ کی سیاسی بصیرت، دینی غیرت، قومی حمیت اور قائدانہ صلاحیتوں کی منہ بولتی

تصویر ہے ۔

جب بابری مسجد میں تالا پڑا تو آپ بے چین ہو اٹھے ۔اس سازش کی آڑ میں قوم مسلم کی تباہی وبربادی اورانہیں مذہب وملت سے دور کرنے کا شیطانی منصوبہ آپ کی نگاہوں میں گھوم گیا ۔آپ کو یہ سمجھتے دیر نہ لگی کہ یہ تو پہلا وار ہے ۔ابھی بے شمار وار انہیں برداشت کرنا پڑے گا ۔ہندوؤں کے سازشی پلان نے آپ کو لرزا دیا ۔ان کے خوفناک ارادوں نے آپ کو بے چین کر دیا ۔آپ نے نہ صرف نہرو جی کو ایک دکھ بھرا تار دلوایا بلکہ خود ان سے ملاقات کر کے انہیں مسلمانوں کی بے چینی اور غم وغصہ سے آگاہ فرمایا ۔(بابری مسجد تاریخ کے آئینہ میں صفحہ ۲۴)

آپ نے ایک طرف ارباب حکومت کو للکارا تو دوسری طرف قوم مسلم کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا ۔

"یہ صرف ایک مسجد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پوری ملت کی بقاء کا سوال ہے ۔فتنہ پردازوں نے صرف مسجد میں تالا نہیں ڈالا بلکہ قوم مسلم کی قسمتوں پر تالے کا پلان بنایا ہے ۔ہمارے روشن کردار کو داغدار بنانے کا شیطانی منصوبہ ہے ۔جس کی یہ ابتدائی کڑیاں ہیں ۔ایسے پر آشوب موقع پر بھی شعور بیدار نہیں ہوا، آپسی اختلافات نہیں مٹے تو وہ دن دور نہیں جبکہ غرناطہ اور اسپین کی تاریخ یہاں بھی دہرائی جانے لگے ۔جہاں ۱۴۹۲ء تک اسلامی عظمتوں کا پرچم لہراتا رہا ۔تقویٰ وطہارت کی تجلیات رقص کرتی رہیں اور علمی وفکری قیادت سے اہل یورپ کا تاریک مقدر جگمگاتا رہا ۔مگر پھر مسلمانوں کی آپسی رنجش اورخانہ جنگیوں نے وہ دن بھی دکھلایا کہ وہاں کی مسلم آبادی مقتل میں تبدیل کردی گئی اور کوئی ان بے گور وکفن لاشوں پر آنسو بہانے والا بھی نہیں تھا ۔

کیا وہی تاریخ یہاں بھی دہرائی جائے گی ؟ کیا اسی لئے ہم نے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر کے اسے آزاد کرایا تھا ؟ کیا اسی لئے ہماری ماؤں کی گودیں اور بہنوں کا سہاگ اجاڑا گیا

تھا کہ سلطان ٹیپو، سراج الدولہ اور بہادر شاہ ظفر کے نعرۂ حریت و آزادی کی امین و نگہبان قوم اذان و نماز تک سے محروم ہو جائے؟'' (ہفت روزہ ہمارا قدم دہلی ۱۷ رجنوری ۱۹۹۱ء)

آج بابری مسجد شہید ہو چکی ہے۔ بمبئی کی دھرتی میں سڑکوں پر نماز کی پابندی لگ چکی ہے اور فرقہ پرست طاقتیں نہایت دلیری اور بے باکی سے ہر ہر محاذ پر ملّت اسلامیہ کو للکار رہی ہیں۔ گویا حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ نے چالیس اور پینتالیس سال پہلے جن خدشات کی طرف قوم کو متوجہ کیا تھا آج وہ پیکر محسوس میں نظر آ رہے ہیں۔

آپ کی معاملہ فہمی اور موقع کی نزاکت کا احساس قوم و ملت کی صحیح نباضی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ عید میلاد النبی کے جلوس کے موقع پر چند نوجوان لڑکوں نے جین سماج کے رہنما اچاریہ نانا لال صاحب کے نام کا بینر ٹرک پر بیٹھ کر پھاڑ دیا۔ جس سے اچانک پورے جلوس میں کھلبلی مچ گئی۔ ان کے عقیدت مند لاٹھی اور تلوار لے کر ٹرک کے نیچے لیٹ گئے۔ صورت حال اتنی بگڑ گئی کہ پورے علاقے میں فساد بھڑک اٹھنے کا خطرہ منڈلانے لگا۔ آپ نے نہایت تیزی سے پلٹ کر اچاریہ جی سے ملاقات کی اور جلوس کی اہمیت، اسلام کی بھائی چارگی، رسول پاک کا پیغام امن و مساوات کی نہایت عمدہ اور مختصر انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے چند ناسمجھ نوجوانوں کی اس کارستانی کا ذکر کیا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت آپ نے اسلام کے مساوات اور بھائی چارگی پر روشنی ڈالی اچاریہ جی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ انہوں نے اپنے عقیدت مندوں کو جو راستہ روکے ٹرکوں اور بسوں کے سامنے کھڑے اور لیٹے تھے نہایت سختی سے روکا جس کے نتیجے میں ایک اٹھتا ہوا طوفان بدتمیزی اچانک تھم گیا۔ اور جب آپ وہاں سے رخصت ہوئے تو انہوں نے اخباری نمائندوں کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا۔ جس سمپر دائے (فرقہ) کے رہنما اتنے اتنا ہی تھادورورشی ہوں (امنگوں سے بھرپور اور دور اندیش) وہ دھن (قابل مبارکباد) ہے۔

(روزنامہ نئی دنیا ہندی رائے پور ۲۹ رفروری ۱۹۶۷ء)

جس وقت تاجدار چھتیس گڑھ مجذوب کامل حضرت بابا انسان علی علیہ الرحمہ (لترا والے بابا) نے مجذوبانہ روش سے ہٹ کر مجاہدانہ تیور دکھایا اور ایک مورتی کو پیٹ دیا جس سے پورے علاقے میں ہیجانی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایک طرف حضرت بابا کے عقیدت مندوں کا جتھا دوسری طرف باطل پرستوں کا جم غفیر۔ دونوں لڑنے مارنے پر آمادہ۔ ایسے موقع پر آپ نے جس تدبیر اور دوراندیشی کا جلوہ دکھایا اس نے پورے علاقے کو جلنے سے بچا لیا۔ عقیدت و احترام کے اعتبار سے حضرت بابا سے بھی لگاؤ رکھتے تھے۔ لہٰذا آپ نہایت تیزی کے ساتھ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جائے واردات پر پہونچے۔ دیکھا کہ نفرت و انتقام کی آگ میں سبھی سلگ رہے ہیں۔ ہر کوئی طیش میں بھرا غم و غصہ میں ایک دوسرے پر گالیوں کی بوچھار کر رہا ہے۔ مگر جب وہاں پہونچے اچانک سارے مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ موقع کی نزاکت دیکھ کر آپ نے ایک غیر مسلم سے پوچھ لیا کہ بابا کون ہیں جانتے ہو؟ اس نے جلدی میں کہہ دیا وہ تو بھگوان سمان (کی طرح) ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ نے مورتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے برجستہ فرمایا۔ یہ بھی تمہارے نزدیک بھگوان اور وہ بھی تمہارے نزدیک بھگوان۔ پھر تو یہ بھگوانوں کی لڑائی لگتی ہے۔ یہ معاملہ انہیں کے سپرد کر دو وہ خود ہی سمجھ لیں گے۔ سامنے والا لاجواب ہو چکا تھا۔ بات دلوں میں اتر چکی تھی مگر سینے کا غم ابھی بھی ہلکا نہیں ہوا تھا۔ ایک غیر مسلم عقیدت مند نے بہتے ہوئے پیشاب کی طرف جو بت کے پاس ہی بہہ رہا تھا اشارہ کرتے ہوئے آپ کو اس کی طرف متوجہ کیا کہ بابا نے نہ صرف اسے پیٹا بلکہ وہاں پیشاب بھی کر دیا۔ صورت حال پھر اچانک تشویشناک ہونے لگی، مگر فوراً ہی آپ کی نظر پاس میں بکری کی مینگنی پر پڑی۔ بقول شیخ الاسلام حضرت مولانا سید مدنی میاں صاحب قبلہ (کچھوچھہ مقدسہ) آپ نے فرمایا کہ پہلے یہ تو ڈاکٹری کرواؤ کہ پیشاب کس کا ہے؟ یہ مینگنی تو کچھ اور ہی بتا رہی ہے؟ آپ کی اس برمحل

دوراندیشی نے سبھوں کے ذہن کو اصل مسئلہ سے ہٹا کر دوسری طرف متوجہ کر دیا۔ ہر صاحب فکر آپ کے انہیں دو لفظوں پر پورے مجمع کو قابو میں کرنے میں لگ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے نفرتوں کا طوفان تھم گیا۔ فساد کا بنتا ہوا ماحول سدھر گیا۔ سبھوں نے محسوس کیا کہ آپ کے حسن تدبر، حاضری دماغی اور موقع شناسی نے شہر کو اجڑنے سے بچا لیا۔

شہزادۂ غوث الوریٰ ، سراج مارہرہ، سید السادات حضرت مولانا سید شاہ حسن میاں صاحب سجادہ نشیں مارہرۂ مقدسہ فرماتے ہیں کہ ان کی بلند ہمتی و جفاکشی اور بے باکی ملت کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ قطب ربانی، تاج العارفین، شہزادۂ محبوب سبحانی حضرت مولانا سید شاہ محمد علی حسین صاحب اشرفی میاں علیہ الرحمہ والرضوان کچھوچھۂ مقدسہ نے جوش حسینی، ولولۂ حیدری، ایمانی توانائی اور خدمت دین کا بے مثال جذبہ دیکھ کر فرمایا کہ آپ کی زبان میں خدا نے وہ تاثیر دی ہے جو پل بھر میں لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ آپ جس علاقے میں پہونچ جائیں گے اسلام کا بول بالا ہوگا اور آپ کے رہتے دشمنوں کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہو سکتی۔

جلالۃ العلم، استاذ العلماء، سیدی حضور حافظ ملت (بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور) آپ کی بلند حوصلگی اور عالی ہمتی کو داد دیتے ہوئے فرماتے تھے۔

قوم کی صحیح نباضی اور سیاسی دوراندیشی کا آپ پیکر اور حضور اعلیٰ حضرت کے فیضان کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ اس ویران اور اجاڑ علاقہ میں آپ نے جس محنت وقربانی کے ساتھ اسلام کا پیغام پہونچایا وہ خود اپنی مثال آپ ہے۔

غرضکہ محسن ملت علیہ الرحمہ کی پوری زندگی قومی عظمت ووقار کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ روشن وکشادہ پیشانی میں عشق رسول کی تنویر۔ لبوں پر عظمت اولیاء کی تفسیر۔ قلب وجگر میں روح بلالی اور ولولۂ حسینی کی تعبیر۔ قومی بلندی وارجمندی کے لئے بے قراری۔ آخرت کی باز پرس پر گریہ و

زاری۔ اور ملک وملت کی تعمیر وترقی کے لئے منصوبہ بندی کا حسین سنگم تھی آپ کی ذات گرامی۔ جہاں سے مجاہدانہ کردار وعمل کی پرورش ہوتی ہے۔ سرفروشانہ للکار کی گھن گرج سنائی دیتی ہے اور دنیائے کردار وعمل میں کہکشاں کا جمال مسکراتا ہے۔

سیاسی بصیرت، مجاہدانہ للکار، سرفروشانہ کردار کے ساتھ ساتھ قلندرانہ صفت اور صوفیانہ کردار و مزاج کے بھی آپ پرتو تھے۔ اولیائے کرام کے فیوض وبرکات کے ساتھ جہاں آپ کو سرکار اعلیحضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلافت واجازت حاصل تھی وہیں قطب دیوہ حاجی وارث علی شاہ، گل گلزار اشرفیت حضرت اشرفی میاں، سجادہ نشین اجمیر مقدس، سرکار مارہرہ سید شاہ حیدر حسن میاں، قطب دکن حضرت شاہ عبدالعزیز عرفانی حیدرآباد، تاج الاولیاء ناگپور جیسی عظیم وجلیل ہستیوں سے بھی آپ مستفیض ہوئے۔ جنہوں نے اپنے کرم خسروانہ سے آپ کے نہاں خانۂ قلب ونظر کو اس طرح جگمگایا کہ وہ اولیائے کرام کے فیوض وبرکات کا جلوۂ زیبا اور انوار و تجلیات کا مینارۂ نور بن کر عشق وعرفان اور تقویٰ وطہارت کی کرنیں بکھیرنے لگا۔

۱۹۶۷ء جلالۃ العلم، استاذ العلماء حضور سیدی حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ساتھ آپ نے حج بیت اللہ کا مقدس فریضہ انجام دیا۔ عین جہاز چھوٹنے سے چند گھنٹے قبل جب حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے بغیر فوٹو کے حج پر جانے کے سلسلے میں کچھ رکاوٹیں آئیں تو اس وقت آپ نے ملک کے وزیر خارجہ راجہ دنیش سنگھ سے سیدھا رابطہ قائم فرما کر جو کوششیں کیں وہ آپ کے سیاسی دبدبہ اور حکام اعلیٰ سے ربط وضبط کی روشن مثال ہے۔

۲۵ / اپریل ۱۹۶۸ء مطابق ۲۶ / محرم ۱۳۸۸ھ کو مجاہدانہ کردار وعمل، مدبرانہ فکر ونظر اور اخلاص ومحبت کی یہ عظیم وجلیل ہستی ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہوگئی۔ رائے پور کی مشہور ومعروف درگاہ سیدنا حضرت فاتح شاہ صاحب میں حضرت سید وزیر اشرف مقتول شاہ وارثی اور حضرت سیدنا

فاتح شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات کے درمیان آپ کا مزار مرجع خلائق بنا فیوض وبرکات کی تجلیات بکھیر رہا ہے۔

احساس عمل کی چنگاری جس دل میں فروزاں ہوتی ہے
اس لب کا تبسم ہیرا ہے اس آنکھ کا آنسو موتی ہے

منقبت درشان حضرت محسن ملت

قاری عبدالصمد صاحب حامد رائے پوری

درِ خواجہ کا اک روشن ستارہ محسن ملت ... شہِ غوث الوریٰ ہے وہ پیارا محسن ملت
مچادی کھل بلی ایوان باطل کے مناروں میں ... گرج وہ شیر حق کی ہے وہ نعرہ محسن ملت
ہوئے سیراب کتنے تشنگان علم وفن جس سے ... وہ دریا محسن ملت وہ دھارا محسن ملت
وہ جس کو دیکھ کے بابا فرید الدین یاد آئیں ... وہ جلوہ محسن ملت وہ چہرہ محسن ملت
جوان کا چاہنے والا کسی آفت میں پھنس جائے ... نہیں کرتے کسی صورت گوارہ محسن ملت
بکھرنے پھر لگا ہے قوم ملت کا یہ شیرازہ ... چلے آؤ چلے آؤ خدارہ محسن ملت
مجھے امید ہے حامد مصیبت ساری ٹل جائے ... اگر ایک بار جو کر دیں اشارہ محسن ملت

حضرت محسن ملّت پر کیئے گئے خدمات کا اجمالی جائزہ

مولانا سبطین رضا ہاشمی رائے پور (چھتیس گڑھ)

اک چراغ رہبری ہے محسن ملّت کی ذات
روشنی ہی روشنی ہے محسن ملّت کی ذات

حضرت محسن ملّت مولانا شاہ حامد علی فاروقی، سلطان العارفین حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ کے صاحبزادے حضرت نصیر الدین سے سولہویں پشت میں اور بابا فرید سے سترہویں پشت میں خاندان فاروقی کے وہ چراغ تھے، جس کی روشنی سے ہمیشہ ایک عالم فیض پاتا رہے گا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کی برکتوں کو لے کر آپ ۱۹۱۹ء میں چھتیس گڑھ میں تشریف لائے اور پورے علاقے کا دورہ فرما کر ہر جگہ آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی بنیاد ڈالی۔ آپ ہی کا یہ فیضان ہے کہ آج پورا چھتیس گڑھ اولیائے کرام کے درباروں سے جڑا ہوا ہے۔ آپ نے پورے علاقے میں جس طرح دین کی خدمت کی اور اردو کے فروغ کے لیے کوششیں کیں اس کے مطابق نہ تو آج تک کوئی کام ہوا ہے اور نہ ہی لوگوں نے اس طرف کوئی توجہ دی۔ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ہماری جماعت کی نہایت بلند شخصیت تھی۔ وہ اپنے ایک مضمون میں اس سلسلہ میں روشنی ڈالتے ہوئے بڑے افسوس کے ساتھ لکھتے ہیں کہ: ”ہمیں نہایت قلق ہے کہ مولانا جیسی ہمہ گیر اور عظیم شخصیت پر جس نے نصف صدی تک ہندوستان کے قلب صوبہ متوسط میں بیٹھ کر اسلام وسنیت کی جو جوت جگائی اس پر ہمارے کسی صاحب قلم نے ابھی تک کچھ نہیں لکھا“۔ یقیناً یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ آج کل چلتے پھرتے لوگوں کے بارے میں لوگ کیا کیا لکھ جاتے ہیں، مگر محسن ملّت جیسی عظیم وجلیل القدر ہستی پر جتنا کام ہونا چاہیے تھا ابھی تک نہیں ہوسکا۔

آج میں اپنی اس تحریر میں حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ پر آج تک جو کچھ ہوا ہے اس کی ایک مختصر روداد آپ قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہوں تا کہ آنے والے مؤرخین کے لیے وہ مشعل راہ بن سکے۔ آئندہ اگر کوئی صاحب قلم حضرت کی ذات پر کچھ لکھنا چاہے تو ان کے لیے اس مضمون سے ایک فہرست مل جائے گی۔

حضرت محسن ملت کی سوانح حیات کو مختصر لفظوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی پیدائش ضلع الہ باد کے ایک موضع قاضی پور چندہا میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے حافظ عبدالرزاق صاحب امام مسجد چندہا سے حاصل کی، پھر فرنگی محل لکھنؤ پہونچے، وہیں سے بریلی شریف چلے گئے۔ (بحوالہ قلمی:۔ جانشین محسن ملت مولانا محمد علی فاروقی) وہاں سے تعلیم مکمل کر کے آپ اجمیر معلی پہونچے۔ کہتے ہیں کہ وہاں مراقبہ ومشاہدہ اور استخارہ کے ساتھ عبادت وریاضت کے کئی مراحل طے کرنے کے بعد خواجہ غریب نواز کے فیوض وبرکات لیے ہوئے ان کے ایک خاموش اشارہ پر چھتیس گڑھ تشریف لائے۔ آزادیٔ ہند کی لڑائی کے بغاوت کے جرم میں ۱۹ جولائی ۱۹۲۲ء کو دفعہ A۱۲۴ کے تحت آپ جیل بھیج دیے گئے، جہاں ۱۲ دسمبر ۱۹۲۳ء تک آپ جیل میں رہے۔ جیل سے چھوٹتے ہی آپ نے مدھیہ بھارت کے پورے علاقے کا طوفانی دورہ فرمایا۔ یہاں کی پسماندگی اور جہالت سے آپ بیحد فکرمند ہو گئے۔ بالآخر آپ نے اردو کی ترقی اور یتیموں کے تعلیمی مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ایک یتیم خانہ کی ۱۹۲۴ء میں بنیاد ڈالی۔ سیاسی طور پر آپ کو ملک کے پہلے وزیر اعلیٰ پنڈت جواہر لعل نہرو جی سے بڑی قربت تھی۔ پنڈت نہرو جی پارلیامانی انتخاب کے لیے پھولپور سے کھڑے ہوتے تھے، وہ آپ کا ہی علاقہ تھا، اسی لیے آپ ان کے الیکشن انچارج ہوا کرتے تھے۔ اور وہ بھی آپ کے سیاسی تدبر، دور اندیشی اور مدبرانہ حکمت کے دل سے قائل تھے۔ آزادیٔ ہند کے بعد جب لوگ پاکستان وغیرہ بھاگ رہے تھے اس وقت آپ ہی کی ذات تھی جنھوں نے لوگوں کو روکنے

میں زبردست قربانی دی۔ آپ کی کوششوں سے کئی جگہ اردو کے اسکول کھولے گئے، گاؤں دیہات میں آپ نے مدرسہ کھلوا کر دینی اور دنیاوی تعلیم کا زبردست انتظام فرمایا۔ آج اردو کا جو بول بالا نظر آ رہا ہے اس میں آپ کی اور آپ کے جانشینوں کی زبردست قربانی ہے۔ آپ کی ذات اقدس زبردست قربانی، دن رات کی محنت، ہر وقت قوم کے لیے بے چین و بے قرار اور ہر لحہ تعلیم کے لیے دوڑ دھوپ سے زیر غور رہے۔ ۲۵ اپریل ۱۹۶۸ء بمطابق ۲۶ محرم ۱۳۸۸ھ کو یہ علم وعمل کا آفتاب جس نے اپنی کرنوں سے گھر گھر اجالا کیا، ہمیشہ کے لیے ہم سے روپوش ہو گیا۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

خدا کی رحمتیں ہوں امیر کارواں تجھ پر یہ ہے آپ کی زندگی کا اجمالی خاکہ۔ اب میں آپ پر کیے گئے خدمات پر روشنی ڈالوں گا۔ تا کہ آنے والے مؤرخ کے لیے کچھ آسانیاں فراہم ہو جائیں۔ حضرت محسن ملت ہر سال عیدالفطر اور عیدالضحیٰ کے موقع پر قوم کو بیدار کرنے کے لیے ایک اشتہار ضرور نکالتے تھے۔ جس میں حالات حاضرہ پر آپ کا بے لاگ تبصرہ ہوتا تھا۔ آپ یہ اشتہار ۱۹۳۲ء سے برابر نکالتے چلے آ رہے تھے۔ اور آج بھی وہ اشتہار ہر سال اسی شان وشوکت کے ساتھ نکلتا ہے۔ بلکہ میں تو یہاں تک لکھنے کو تیار ہوں کہ شاید ہندوستان کا کوئی پرچہ ایسا ہوگا جو لگاتار ۱۹۳۲ء سے آج تک قوم کی مسلسل رہنمائی کر رہا ہوگا۔ وہ اشتہار آج بھی نبیرۂ حضور محسن ملت حضرت مولانا محمد علی فاروقی صاحب سابق لکچرار R.S.S. یونیورسٹی رائے پور کی سرپرستی میں نکل رہا ہے اس کا دعوت فکر اتنا وسیع اور بلند ہوتا ہے کہ ڈاکٹروں اور وکیلوں کے دفتروں تک لوگ بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں۔

حضرت محسن ملت کے وصال کے بعد آپ کے لائق وفائق شہزادے اور آپ کے جانشین حضرت مولانا فاروق علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ نے حضرت کی سوانح حیات کا وسیع

منصوبہ تیار کیا۔اس سلسلہ میں آپ دسمبر ۱۹۶۸ء میں عیدالفطر کے موقع پر مدرسہ سے نکلنے والے اشتہار میں ان کی زندگی پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''انہوں نے کس عزم و ہمت، استقلال وجرأت اور جد جہد سے کاموں کو انجام دیا۔اس کا جیتا جاگتا ثبوت آپ کے سامنے یتیم خانہ ہے اور یتیم خانہ کے پڑھے ہوئے بچے ہیں، جو پورے علاقے میں علم کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔اور جب تک مسلمان موجود ہیں یہ روشنی انشاء اللہ پھیلتی رہے گی''۔

آپ کے مشن پر روشنی ڈالنے سے پہلے آپ کا ابتدائی سوانحی خاکہ جس طرح سے آپ نے کھینچا،اس سے حضرت کی انشاپردازی اور ان کے ادب وصحافت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔'' آپ تحریر فرماتے ہیں ۱۹۲۰ء کا پرآشوب زمانہ جبکہ ہندوستان انگریزوں کے خلاف صف آرا ہو رہا تھا اور آزادی کی تڑپ ہر ہندوستانی کے دل میں سسکیاں لے رہی تھیں۔ایسے میں چھتیس گڑھ جیسے پسماندہ حصے کے ضلع بلاسپور کے ایک چھوٹے سے مقام اکلترا کے اسٹیشن پر ایک مسافر اترا۔جس کا نہ کوئی سنگی ہے اور نہ کوئی ساتھی، اس علاقے سے بالکل انجان، بیضاوی چہرا، جس پر جوانی کی ریکھیں نکل رہی تھیں۔حسن وخوبصورتی، تندرستی وتوانائی کا مظہر، چوڑی پیشانی، جس کے چہرے سے وقار ٹپک رہا ہے، سر پر عمامہ، جسم پر شیروانی اور چوڑی دار پائجامہ، ایک بکس اور ایک بستر اور کچھ کتابیں، جس کا اثاثہ ہے، کمبل کے کاروبار کا بیوپاری، نمونہ کا ایک چھوٹا سا بنڈل ساتھ لیے ہوئے گاؤں میں داخل ہوا۔یہی ہمارے محبوب مذہبی اور سیاسی رہنماء اور بانی مسلم یتیم خانہ حضرت مولانا محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ کی ابتدائی تصویر''۔

یہ ہے حضرت محسن ملت پر لکھی جانے والی سب سے پہلی تحریر۔جس سے حضرت کی بلند قامت شخصیت کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ان کی حیات مقدسہ پر روشنی ڈالنے کے بعد

حضرت جانشین محسن ملت ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔سوانح حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ پر حضرت فخرالاولیا مولانا فاروق علی صاحب فاروقی نے نہایت جامع اور ٹھوس منصوبہ ضرور بنایا مگر آپ کی زندگی نے زیادہ وفا نہیں کی۔حضرت کے وصال کے بعد ہی آپ دائم المریض بن گئے اور پھر ۳۰ جولائی ۱۹۶۹ء کو آپ نے اس دارفانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرمایا۔اس طرح وہ منصوبہ شرمندۂ تکمیل ہونے سے رہ گیا۔آپ کے بعد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رفاقتی صاحب جو امین شریعت حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور کے صاحبزادے ہیں، انہوں نے علما کا اختصار کے ساتھ تعارف کروایا ہے۔سوانح حضرت محسن ملت کے سلسلہ میں یہ دوسری کڑی ہے۔پھر اسی کو بنیاد بنا کر پروفیسر مجیداللہ قادری پاکستان اور مولانا محمد صادق قصوری پاکستان نے تذکرۂ خلفاء اعلیٰ حضرت جو ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی سے شائع ہوئی ہے۔اس میں آپ کی حیات مقدسہ پر روشنی ڈالی گئی۔یہ آپ کی سوانحی تذکرہ میں تیسری تحریر تھی۔ان کے بعد جانشین محسن ملت حضرت مولانا محمد علی صاحب فاروقی صاحب مدظلہ العالی کا ایک مکمل مضمون سامنے آتا ہے، جو ماہنامہ استقامت کے اولیاء نمبر دوم جنوری،فروری ۱۹۷۸ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔یہ گویا حضرت محسن ملت پر ایک تفصیلی مضمون تھا، جس میں آپ نے اپنے جدامجد کا انتہائی حسین انداز میں اس طرح خاکہ کھینچا کہ پڑھنے والا خود کو ایک انقلابی دنیا میں محسوس کرنے لگتا ہے۔آپ نے جس وقت یہ مضمون تحریر کیا وہ تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ کی ابتدائی زندگی کا مضمون ہے۔مگر قلم کی روانی، الفاظ کی شان وشوکت اور مضمون کی بندش میں جو کمال ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔آپ کا یہ مضمون اتنا جاندار ہے کہ پڑھتے پڑھتے قاری ایک دوسری دنیا میں کھوجاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت محسن ملت پر ۱۴۴ ورق کی کتاب نظر آتی ہے، جو جانشین محسن ملت کے سحر انگریز قلم کا چھوٹا نمونہ ہے، جسے آپ نے ۱۹۸۵ء میں مرتب فرمایا۔اگر اس کتاب کا نام صرف''

حضرت محسن ملّت'' کے بجائے ''حضرت محسن ملّت اکابرین کی نظر میں'' ہوتا تو بہتر تھا۔ کیونکہ اس کتاب میں دنیائے اسلام کے عظیم اکابرین کے ارشادات اوران کی تحریریں ہیں۔ خصوصاً خلیفۂ اعلیٰ حضرت برہان ملّت، شیخ المشائخ سرکارکلاں، جانشین اعلیٰ حضرت ریحان ملّت صاحب سجادہ بریلی شریف، تاج العلماء قاضی اسلام حضرت مولانا اختر رضا خان صاحب ازہری، امین شریعت حضرت سبطین رضا خان صاحب، مبلغ اسلام حضرت علامہ ارشدالقادری، پاسبان ملّت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی، حضرت مولانا مظفر حسین کچھوچھہ شریف ممبر آف پارلیامینٹ جیسی عظیم وجلیل ہستیوں کی تحریر نے اس کتاب کو تاریخی دستاویز بنادیا ہے۔ اس کے علاوہ ''مدھیہ بھارت کا عظیم مسیحا'' کے نام ہندی میں بھی حضرت جانشین محسن ملّت مولانا محمد علی فاروقی صاحب کی کتاب مقبول عام ہوکر گھروں گھر پہونچ چکی ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ادھر چند سالوں میں اس کے آٹھ اڈیشن نکل چکے ہیں۔ اور ہر اڈیشن کی تعداد تین ہزار سے زائد ہی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے چالس سے زائد کتابیں لکھیں۔ ان تمام کتابوں میں کہیں نہ کہیں اور کچھ نہ کچھ حضرت محسن ملت کا تذکرہ ضرور موجود ہے۔ حضرت جانشین محسن ملت کی تحریر کے بعد حضرت مولانا قمرالزماں صاحب مصباحی پروفیسر محسن ملت طبیہ کالج کی کتاب ''محسن ملت علماء کی نظر میں'' اور پھر ''معارف محسن ملّت'' اور ''مناقب محسن ملّت کے سامنے آئی، جو دراصل حضرت فخر الاولیاء کے چھوٹے اور جانشین محسن ملّت کے برادر اصغر حضرت مولانا اکبر علی صاحب فاروقی کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ حضرت مولانا اکبر علی صاحب ایک بیدار مغز، دوراندیش اور متحرک ہستی کا نام ہے۔ آپ نے طبیہ کالج کو جس طرح ترقی دی ہے وہ آپ کی فکری جدوجہد کا آئنہ دار ہے۔

(جس کی بنیاد غالباً ۱۹۸۹ء میں جانشین محسن ملّت مولانا محمد علی فاروقی صاحب کے سربراہی میں ایک فیملی کمیٹی کے ذریعہ ڈالی گئی تھی۔ اس وقت وہ صرف کاغذ تک محدود تھی، مگر جانشین

محسن ملّت کی سرپرستی میں وہ کارواں آگے بڑھتا رہا، یہاں تک کہ مفکر اسلام حضرت مولانا اکبر علی صاحب فاروقی کی دن رات کی محنت وجانفشانی کی وہ منہ بولتی تصویر بن گئی۔ حضرت محسن ملت پر مولانا قمرالزماں صاحب مصباحی پروفیسر محسن ملت طبیہ کالج نے تحریری کارواں کو آگے بڑھانے میں ایک خاص کردار ادا کیا۔ آپ نے ''محسن ملّت علماء کی نظر میں'' لکھ کر اس کام کو آگے بڑھایا۔ آپ کی اس کتاب کی اصل بنیاد جانشین محسن ملّت کی کتاب ''حضرت محسن ملّت'' ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی دوسری کتاب ''معارف محسن ملّت'' میں اسی کتاب کا پورا ایک مضمون حضرت مولانا محمد علی صاحب فاروقی کے نام سے شائع کی مگر کہیں حوالہ نہیں دیا۔ کہتے ہیں کہ ''قمر درعقرب'' کی منزل بڑی پر کٹھن ہوتی ہے۔ اس منزل سے نکلنے کے بعد ممکن ہے کہ لکھنے والے کو اس کا احساس ہو کہ حوالہ دینے سے کتاب کتنی مستند ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ مفکر اسلام حضرت مولانا اکبر علی فاروقی کا بھی کوئی مضمون اس کتاب میں شامل نہیں، اور نہ ان کا کوئی انٹرویو ہی لیا گیا۔ اس وقت حضرت محسن ملّت کے چھوٹے شہزادے محمود علی فاروقی صاحب (ڈسٹرکٹ جج) اوران کے داماد عالیجناب معین الدین فاروقی (فوڈ کنٹرولر) باحیات تھے۔ اگر ان دونوں مرحوموں سے اس سلسلہ میں رابطہ کر کے ''معارف محسن ملّت'' کو مرتب کیا جاتا تو شاید حضرت کی زندگی کے کچھ اور پہلو سامنے آتے۔ جو قوم کے لیے کارگر ثابت ہوتے۔

آپ نے اس کتاب میں ایک فاش غلطی یہ کی کہ حضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ کو حضرت بابا فرید گنج شکر کی تیسری پشت بتایا، جبکہ تاریخ کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ بابا فرید سلطان الشمس (۲۰۷ھ مطابق ۱۲۱۱ء تا ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۳۶ء) کے دور کے بزرگ ہیں اور حضرت محسن ملّت کی ولادت ۱۸۸۹ء میں ہوئی، عقلی ونقلی ہر اعتبار سے اتنے سو سال میں صرف تین پشت کا پایا جانا ناممکن ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ کچھ اور بھی رسائل وپمفلیٹ اوراخباری مضمون ہیں جو تقریباً سبھی آپ پر لکھی گئی مشہور کتاب ''حضرت محسن ملت'' کی کتاب کی بنیاد پر مرتب کی گئی ہیں۔اس سلسلہ میں عالیجناب مرحوم محمود علی فاروقی صاحب (ڈسٹرکٹ جج) کے داماد ڈاکٹر افضال الحق صاحب (سی۔ایم۔او) کا بھی ایک مضمون ماہنامہ اشرفیہ کی زینت بن چکا ہے۔

یہ بھی خبر ہے کہ حضرت محسن ملت'' کے مشن کو مزید طاقتور بنانے کے لیے جانشین محسن ملت مولانا محمد علی صاحب فاروقی نے ایک وسیع منصوبہ تیار کیا ہے۔خصوصاً حضرت محسن ملت'' پر ضخیم کتاب جو کئی سو صفحات پر مشتمل ہوگی، جس میں آپ کی مذہبی زندگی، سیاسی تدبر، ملکی سیاست، آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ۔سنی جمعیۃ العلماء کے ساتھ آپ کی تعلیمی وتدریسی سرگرمیوں پر تفصیلی روشنی ہوگی۔اگر یہ کتاب تیار ہو کر مارکیٹ میں آگئی تو چھتیس گڑھ کی ایک عظیم تاریخ محفوظ ہو جائے گی۔خدا کرے مصروفیتوں کے ہجوم میں انہیں اس پر کام کرنے کا موقعہ مل جائے۔جس کی تمنا ہمارے تمام اکابرین سے لے کر اصاغرین تک کو ہے۔

نوٹ۔محسن ملت پر کیے گئے خدمات کا اجمالی جائزہ کے مضمون کا یہ حصہ جو قوسین میں ہے اصل مضموں میں شامل تھا مگر اڈیٹر چشمہ اردو نے اسے محسن ملت نمبر میں کیوں نہیں چھاپا، جبکہ یہ گورنمنٹ کا رسالہ ہے جو اردو اکیڈمی رائے پور سے شائع ہوتا ہے۔اسی کے خصوصی شمارہ محسن ملت نمبر جولائی تا اگست ۲۰۱۲ء کے لیے یہ مضمون تیار کیا گیا تھا۔مگر قوسین کا یہ حصہ شائع کرنے سے کیوں روک دیا گیا؟ یہ اب تک راز ہے۔

(جیل سے حضرت محسن ملت کا خط سر فرینک جارج گورنر کے نام)

نوٹ: حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ نے دیش کی آزادی کے لیے جو جد وجہد کی، وہ تاریخ آزادی کا سنہرا باب ہے۔آپ کی للکار سے گھبرا کر انگریزوں نے آپ کو جیل کی کالی کوٹھری میں ڈالدیا۔جہاں آپ 19-7-1922 سے 13-12-1923 تک انگریزوں کے ہر ظلم وستم برداشت کرتے رہے۔آپ نے جیل میں بھی پرہیز گاری کا اعلیٰ نمونہ قائم کیا، نہ تو گورمینٹ کی کسی چیز کا استعمال کیا، اور نہ ہی ان کا تیار کیا کھانا تناول فرمایا۔آپ کے والد حاجی محمد شاکر علی فاروقی ہر ماہ دس روپیہ بھیج دیا کرتے تھے۔اسی پر آپ کا گزارہ تھا۔آزادی کے سلسلے میں آپنے وہاں سے گورنر صوبہ متوسط وبرار (اس وقت چھتیس گڑھ تو کیا مدھ پردیش بھی نہیں بنا تھا۔یہ علاقہ سی، پی، اینڈ برار کہلاتا تھا اور اس علاقے کی راجدھانی ناگپور تھی) کی معرفت وائسرائے ہند کو خط لکھا۔اس کی نقل پیش خدمت ہے۔چونکہ یہ خط تقریباً نوے سال پرانہ ہے۔جس کا کاغذ نہایت بوسیدہ ہے۔اس لیے جہاں لفظ سمجھ میں نہیں آیا وہاں (___) کا نشان ڈالدیا گیا ہے۔خط کا ایک ایک لفظ اور ہر ہر سطر دیش کی آزادی کی تڑپ اور انگریزوں کی ظلم کے خلاف امنڈتے ہوے طوفانوں کی کہانی کے ساتھ آپ کی بلند ہمتی، اولعزمی اور چٹان کی طرح باطل کے سامنے ڈٹے رہنے کی تاریخ بھی بیان کر رہی ہے ------

محمد علی فاروقی مہتمم مدرسہ اصلاح المسلمین و دار الیتامیٰ رائے پور

سی، جی۔22-05-2012

10-10-1922 تک جواب نہیں آیا

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب ہز ایکسلنسی سر فرینک چارج ۔۔۔سی ۔ایس ۔ئی ۔گورنر صوبہ متوسط و برار ۔

ھداکم اللہ تعالیٰ الی الاسلام

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ میں رائے پور میں قید سخت بھگت رہا ہوں ،بعد سزا میرے دل میں یہ خیال ہوا کہ آپ کو ایک تحریر روانہ کروں ۔جس میں کچھ دریافت کروں ۔لیکن اس کے ساتھ یہ بھی خیال آیا کہ اگر کوئی تحریر سزا کے ایک ماہ کے اندر لکھوں گا تو غالباً وہ تحریر اپیل نہ سمجھ لی جائے ۔اس لیے آج جب کہ دو ماہ حکم سزا کا ہو چکا ہے ۔یہ تحریر روانہ کرتا ہوں ۔ اس تحریر کے ذریعہ چند سوالات آپ سے کرتا ہوں ۔مجھے قوی امید ہیں کہ جناب جواب سے مطلع کریں گے ۔ -12 جولائی ۱۹۲۲ء کو جب میرے اس بیان پر بحث تھی جس کو بلا پڑھے ہوئے کچہری میں مجسٹریٹ نے داخل کرنے پر مجبور کیا ۔حالانکہ یکم جولائی ۱۹۲۲ء کی پیشی میں میں نے مثل میں نوٹ کرا دیا تھا کہ بیان کو پڑھ کر سن کر داخل کروں گا ۔لیکن مجسٹریٹ نے ایک نہ سنی ۔خیر یہ کہنا فضول ہے کہ میرے مقدمہ میں کیا کیا سلوک غیر قانونی ہوئے ۔یہ تو آپ کو مقدمہ کے مثل دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے ۔میری طرف سے کیا کیا باتیں فضول مثل میں لکھ لی گیں ۔میرے تحریری بیان کے ۔۔یا کہ کاروئی مقدمہ میں مجھے کیا کیا ۔۔۔آسانی پہنچائی گیں ۔میرے جائز اختیارات کو سلب کرلیا گیا ۔یہ ایک دیگر سخن ہے ۔یہ میری تحریر کا مقصود اصلی نہیں ہے ۔بحث کے دن جبکہ وکیل سرکاری مسٹر غلام محی الدین خان نے اپنی تقریر کو ختم کردیا اور میرا وقت آیا ۔تو میں نے مجسٹریٹ سے کہا کہ مجھے زائد کہنا نہیں ہے اور نہ اپنے الزام کے دفاع کی زیادہ کوشش کرنا ہے ۔کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ

مجھے سزا ہوگی ۔ اس لیے کہ میرے بیان دینے کے قبل ہی آپ چارج لگا چکے ہیں ،مگر صرف ایک بات میرے بیان کے متعلق دریاف طلب ہے ۔کیونکہ سرکاری وکیل نے میرے بیان کے اس حصہ پر توجہ نہیں کی ہے جو کہ اصل دارو مدار الزام جرم کا ہے اور اگر وہ بات ثابت ہو جائے تو غالباً جرم ہی کی حقیقت میرے سے باطل ہو جائیگی ۔ مجسٹریٹ نے اجازت دیا ۔مین نے وکیل سرکاری سے دریافت کیا کہ بیان میں جو آیت قرآنی میں نے درج کی ہے ۔اس کی اور میرے اس (بیان) پر ائندہ مجموعہ کی ایک مثال ہے ۔وہ بھی مذہبی ہے اور آیۂ قرآنی بھی مذہبی ہے اور شاہی فرمان کی وجہ سے مجھے ہر مذہبی بات کی آزادی ہے ۔آپ میرے اس (بیان) پر آئندہ مجموعہ کو جس پر مقدمہ چل رہا ہے ۔دفعہ 124 میں داخل کرتے ہے اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور کیا آپ کے نزدیک قرآن مجید کی وہ آیت جو درج بیان کی گیں ہے جس میں ایک آیت ۔۔۔۔۔۔ یہی ہے ۔جس کا ترجمہ ،بعد پڑھنے آیت کے ،میں نے کیا ۔ترجمہ یہ ہے (اطاعت کرو اللہ کی ،اطاعت کرو رسول کی ،اطاعت کرو مسلمان بادشاہ کی) آیت کا ترجمہ یہی ہے اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ کافر بادشاہ کی اطاعت نہ کرو اور یہ برطانیہ پر چسپاں ہے ۔کیونکہ وہ کافر ہے ۔تو کیا آپ کے نزدیک اس آیت کا ترجمہ اور مطلب اور مذہبی آزادی اس دفعہ میں داخل ہیں ۔ وکیل صاحب نے جواب دیا کہ قرآن کی جس آیت کا ترجمہ تم نے بیان کیا ہے ۔اگر ایسا ہی ترجمہ و مطلب ہے تو اس دفعہ میں داخل ہے ۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ اس آیت کا ترجمہ تم غلط کر رہے ہو ۔اس کا ترجمہ ایسا نہیں اور مذہبی واعظ کا ۔۔۔اس دفعہ سے استثناء نہیں ہے (ختم ہوا جواب وکیل) اب صرف یہ کہنا ہے کہ قرآن کی آیت کا ،جو کہ یہ ہے ۔اطیعواللہ اطیعوا لرسول واولی الامر منکم ۔ سوائے مندرجہ بالا ترجمہ کے دوسرا ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا ۔اس ترجمہ کو وکیل صاحب داخل دفعہ مذکور کرتے ہے ۔اس پر سے مندرجہ ذیل سوال لکھتا ہوں جو کہ نمبروار ہوں گے ۔

(۱) وکیل سرکاری کا یہ کہنا کہ اس دفعہ سے مذہبی واعظ کا استثنا نہیں اور آیت قرآنیہ کا ترجمہ ومطلب اس دفعہ میں داخل ہے ۔صحیح ہے کہ غلط ۔

۲) درصورت صحت، کیا اس شاہی فرمان کے خلاف یہ دفعہ آزادی مذہب کو سلب نہیں کرتی ۔جس کا بار ہا شاہان برطانیہ کا اعلان ہو چکا ہے ۔اور اس اہم اعلان کی تصدیق ہر فرماں رواں نے کیا ہے ۔ اور حقیقت میں یہی فرمان سلطنت برطانیہ کے قیام کا راز ہے ۔ موجودہ ملک معظم نے بھی اپنے تازہ اعلان میں جو کہ 1919ء میں اصلاحات کے دیتے ہوئے روانہ کیا ہے ۔اس کے دوسرے نمبر میں ارشاد فرماتے ہیں جس کو ہم سرخی سے تھوڑا سا نقل کر کے اخیر تک کا حوالہ لکھ دینگے ،اشارہ (دلچسپی کا موجب ---) اخیر تک

۳) درصورت غلط (وکیل سرکاری کا کہنا اگر غلط ہے) کیا وکیل سرکاری نے اس غلط بیانی سے فرمان شاہی کی توہین نہیں کی ۔اگر کیا تو کیا جناب ان پر توہین شاہ کا مقدمہ چلائیں گے ۔کیو ں کہ جس بات کی آزادی بادشاہ نے دیا ہے اس کو وکیل سرکار اس دفعہ میں شامل کرتا ہے

۴) کیا وکیل صاحب کے فرمانے کے بعد میں سمجھ لوں کہ مجھے مذہبی آزادی نہیں اور اگر نہ سمجھوں تو اس کی کیا دلیل ہے ۔ جب کہ صاف لفظوں میں گورمینٹ کا وکیل ایسا کہتا ہے ۔ غالباً موجودہ زمانہ میں بھی موکل کو اس بات سے انکار نہ ہو جو الفاظ وکیل صاحب نے کہے ہیں ۔مذہبی آزادی کا جو اعلان شاہ برطانیہ سے اس کا کیا مطلب ہے ۔

(الف) اور کس حد تک یہ مذہبی آزادی دی گئی ہے ۔

(ب) کیا اعلان شاہی میں ان تمام باتوں کی آزادی دی گئی ہے جو کہ کسی مذہب کی کتاب سے ثابت ہے ۔یہ کہ صرف بعض احکام کی اجازت ہے ۔ برادران وطن کی ------ ہے ۔

(ج) قرآن مجید سے جو احکام ثابت ہیں ۔ان سب کی مسلمانوں کو آزادی دی گئی ہے یا کہ نہیں ۔

اگر چہ وہ قانوناً خلاف ہوں یعنی گورمینٹ برطانیہ کے قانون کے خلاف ہوں ۔(ختم شد سولات)

یہی سوالات ہیں جن کا جواب جناب سے ---اگر ان سوالات کو جناب نہ حل کر سکیں تو جو صاحب حل کر سکیں ۔ان کے پاس روانہ کر دینگے ۔ یعنی وائسرائے ہند کے پاس ۔ میری اس تحریر پر سپرینٹنڈینٹ جیل کے دستخط ہوں گے وہی میں کافی سمجھتا ہوں ورنہ اس کو ڈپٹی کیمشنر کے پاس روانہ کرتا لیکن جس احاطہ میں مین ہوں ۔اول ---کے دستخط کافی ہیں ۔اخیر میں پھر لکھتا ہوں کہ اس تحریر سے میری غرض اپیل کی ہرگز نہیں ۔اپیل کرنا میرے اصول کے خلاف ہے ۔

20.09.1922

فقط راقم الحروف فقیر محمد حامد علی عفی عنہ فاروقی جیل رائے پور

(ماخذ از چشمہ اردو ص:۴۶، ۴۷، ۴۸)

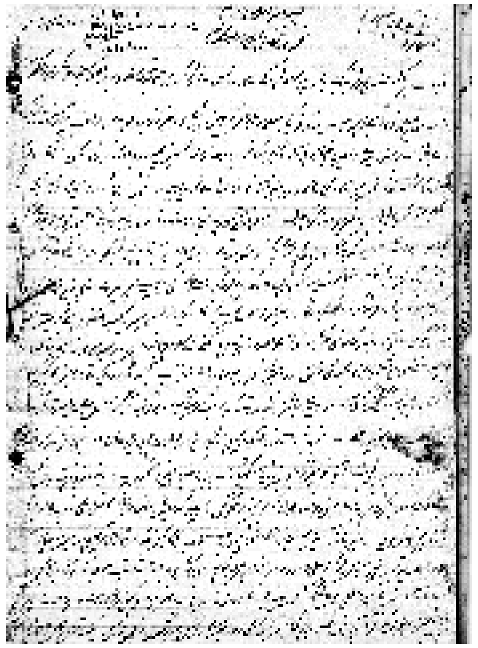

حضرت محسن ملت کے جیل کے ساتھی

جنگ آزادی کے سلسلے میں جب مقدمات چلائے گئے تو ان میں کسی نے ضمانت دے کر رہائی حاصل کی، کسی نے معافی مانگ کر اپنے کو آزاد کروا اور کسی نے جیل کی تاریک کوٹھری میں قید رہنا پسند کیا لیکن انگریز کے سامنے جھکنا منظور نہیں کیا۔ پچھلے صفحات میں آپ نے حضرت محسن ملت کا جیل سے لکھا گیا خط پڑھا۔ اب یہاں ان لوگوں کی فہرست پیش کی جارہی ہے۔ آپ کے ساتھ جن پر مقدمات چلائے گئے یا انھیں گرفتار کیا گیا۔ اس فہرست کو دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان تمام لوگوں میں آپ کی وہ تنہا ذات تھی۔ جس سے انگریز گورنمنٹ سب سے زیادہ خوف زدہ تھی۔ اسی لئے کسی پر جرمانہ عائد کیا گیا۔ کسی کو ایک سال قید تک جیل میں رکھا گیا۔ مگر آپ کو سب سے زیادہ طویل مدت تک جیل میں بند بھی کیا گیا، آپ پر سب سے سخت دھارا بھی لگائی گئی اور آپ کو سب سے بڑا مجرم بھی قرار دیا گیا، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تاج برطانیہ آپ سے کس طرح کانپ رہی تھی۔

یہ فہرست خود آپ کے دست اقدس سے مرتب کی گئی ہے۔ چونکہ یہ تحریر تقریباً ۸۰۔۹۰ سال پرانی ہے اس لئے اس کی فوٹو کاپی کے ساتھ ساتھ اس کو کمپوز کر کے اس لئے پیش کیا جارہا ہے کہ جب کبھی کوئی مورخ سی پی اینڈ برار (جو اس علاقہ کا قدیم نام ہے اور جس کا دائرہ اس وقت چھتیس گڑھ، مدھیہ پردیش، اڑیسہ اور ناگپور تک وسیع تھا)۔ کے مجاہدین آزادی کی کوئی تاریخ مرتب کرنے کا ارادہ کرے تو اس لئے یہ تحریر مشعل راہ ثابت ہوگی۔

فہرست کارکنان خلافت جن پر ۱۹۲۱ء میں مقدمے چلائے گئے

اسماء	سکونت	مقام عدالت	دفعہ	تاریخ فیصلہ مقدمہ	فیصلہ	کیفیت
۱ تاج الدین صاحب	جبلپور	جبلپور			بری کئے گئے	
۲ بوی صاحب ولد رحیم	وردھا	وردھا	۳۴۲ تعزیرات ہند			راضی نامہ ہوگیا
۳ دولت صاحب تانگے والے	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔	۳۷۹ تعزیرات ہند			بری کئے گئے
۴ پیر خان غلام خان صاحب	ہنگنی گھاٹ	ہنگنی گھاٹ	۳۳۷ تعزیرات ہند	۲۱ مئی	۵۰ روپیہ جرمانہ ادا کیا گیا	
۵ شیر علی صاحب	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔	۳۹۲ تعزیرات ہند	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔
۶ شیخ سردار صاحب رضاکار	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔
۷ عبدالغنی صاحب رضاکار	کھرلی	ساگر	۱۰۷ ضابطہ فوجداری	۱۱ مئی	ضمانت یا قید محض ایک سال	ضمانت دینے سے انکار و قید قبول کیا
۸ شیخ محی الدین صاحب	وردھا	وردھا	۱۲۴ تعزیرات ہند	۱۸ جولائی	بری کئے گئے	
۹ شیخ ابراہیم صاحب	دیولی	وردھا	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔	ضمانت یا قید	جرمانہ ادا کیا
۱۰ لعل خان صاحب	انجنی	۔۔۔"۔۔۔			دو ماہ مشقت	
۱۱ چاند میا صاحب ولد آب خاں۔	منڈلہ	۔۔۔"۔۔۔	۱۰۷ ضابطہ		۔۔۔"۔۔۔	
۱۲ امیر صاحب	کرلی	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔		۱۰۰ جرمانہ و ضمانت ایک سال	جرمانہ و نیز ضمانت دیگئی
۱۳ سمیع اللہ خان صاحب بچیل	کنڈھالی	ناگپور	۱۰۸ ۔۔۔"۔۔۔		ضمانت یا قید مشقت ایک سال	ضمانت دی گئی
۱۴ عبداللطیف خان صاحب	چھندوارہ	سیونی	۔۔۔"۔۔۔	۱۱ اگست	ضمانت یا قید مشقت ایک سال	ضمانت سے انکار قید قبول
۱۵ نظر الدین صاحب	بالاہارا	ہوشنگ آباد			تین ماہ مشقت	
۱۶ دین محمد صاحب	لعل باغ	برہان پور	۱۲۴ تعزیرات	۱۵ اکتوبر	۳۰ روپیہ جرمانہ یا ایک ماہ قید محض	جرمانہ دینے سے
۱۷ ڈگرو صاحب	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔	۔۔۔"۔۔۔
۱۸ چھوٹے صاحب	برہان پور	۔۔۔"۔۔۔	۳۱۲	۲۸ اکتوبر	چھ ماہ قید بامشقت	
۱۹ قاضی انعام اللہ صاحب	بستی (دیولی)	ناگپور	۱۰۸ ضابطہ	۸ دسمبر	ضمانت یا قید مشقت ایک سال	ضمانت سے انکار قید قبول

اسماء	سکونت	مقام عدالت	دفعہ	تاریخ فیصلہ مقدمہ	فیصلہ	کیفیت
۲۰ میر سبحان علی صاحب	دیولی	وردھا	۱۰۷ ضابطہ	۹ دسمبر	۔۔۔۔	۔۔۔۔
۲۱ قاسم خان صاحب	ناگپور	ناگپور	۱۰۸ ضابطہ	۔۔۔۔	۔۔۔۔	ضمانت دی
۲۲ مولانا حامد علی صاحب۔ فاروقی لٹہ آباد۔ بکلخر ضلع بلاسپور۔ رائے پور۔						
			۱۲۴ الف تحریرات ہند۔ ۱۹ جولائی ۴۲ء۔ ڈیڑھ سال قید بامشقت			
۲۳ مولانا محمد یسین صاحب	رائے پور	۔۔۔۔	۱۰۸	ملے نہیں	اس لئے سمن کینسل ہوگیا	
۲۴ محمد عبدالرؤف خان صاحب مجوی	رائے پور	رائے پور	۱۰۸	۸ ستمبر ۴۲ء	ایک سال قید محض	ضمانت نہیں دی

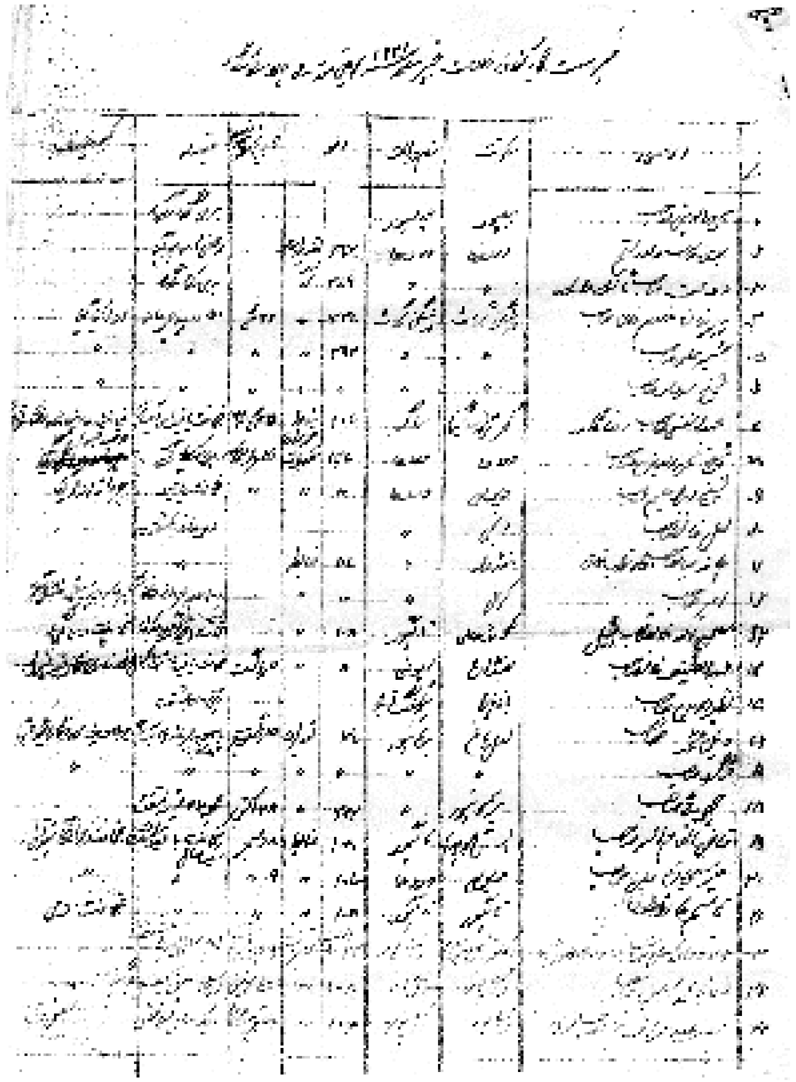

حضرت محسن ملّت اور انکے اسلاف

از جانشین محسن ملت مولانا محمد علی فاروقی سابق لیکچرار آر۔ ایس یونیورسٹی رائے پور

چھتیس گڑھ کی دھرتی کو جن بزرگوں نے اپنے خون جگر سے سینچا۔ ان میں حضرت محسن ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہستی ایک تاریخ ساز حیثیت کی مالک ہے۔ آپ کے کشف وکرامات اور بزرگی کے بے شمار واقعات لوگوں کے ذہن وفکر میں محفوظ ہیں، مگر آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ نے چھتیس گڑھ جیسے پسماندہ اور علم سے دور علاقے کو علم کا گلشن بنا دیا۔ آج جابجا حفاظ عظام اور علمائے کرام کا گروہ نظر آرہا ہے اور جگہ جگہ علم دین کے صوت سرمدی سے دل ودماغ میں ایمانی انقلاب دکھائی دے رہا ہے اس میں آپ کا خون جگر شامل ہے۔ آج سے سو سال پہلے پورے علاقے میں تراویح پڑھانے والوں کی یہ بہار نظر نہ آتی تھی اور نہ ہی مسجدوں کو سنبھالنے والے خطیبوں کی ایمانی للکار سنائی دیتی تھی مگر حضرت محسن ملت جب غوث وخواجہ (علیہما الرحمہ) کا فیضان لے کر آئے تو قوم کو تعلیمی دنیا میں ایک باوقار مقام دلانے کا عظیم منصوبہ تیار کیا۔ جس کی برکتوں کا آج یہ نتیجہ ہے کہ گلی گلی اردو عربی اور فارسی کے جانکاروں کا ایک جال بچھا نظر آرہا ہے۔ جس نے اردو کے تحفظ میں ایک تاریخی کردار ادا کیا۔

اس وقت یہ علاقہ اردو سے اتنا بلد تھا کہ پورے پورے گاؤں، دیہات اور شہر میں چند ہی افراد اردو داں دکھائی دیتے تھے۔ مگر حضرت محسن ملت نے تعلیم پر خصوصی توجہ فرمائی اس نے آج ہر علاقے میں ہزاروں عربی، فارسی اور اردو کے جانکار پیدا فرما کر اردو کے فروغ کا مستقل انتظام فرما دیا، آپ فرمایا کرتے تھے کہ "میں تعلیمی دنیا میں اپنے بچوں کا مقدر ستاروں سے بھی بلند دیکھنا چاہتا ہوں"۔

ایک جگہ اپنی تمناؤں کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میری تمنا ہے کہ ان گھنے جنگلوں اور پہاڑوں کفاؤں میں بھی علم کا چراغ جلاؤں جہاں آج تک سورج کی روشنی بھی نہیں پہنچ سکی ۔“

آپ خاندانی طور پر بابا فرید شکر گنج کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ نصیر الدین کی نسل سے تھے ۔حضرت بابا فرید الدین گنج شکر جہاں دنیائے تصوف کے سلطان العارفین ہیں اور شیخ المشائخ سیدنا نظام الاولیا خواجہ نظام الدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیرو مرشد ہیں وہیں شہنشاہ ہندوستان سلطان الہند خواجہ خواجگاں والی ہندوستان حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانشین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید وخلیفہ اور انکے جانشین بھی ہیں ۔

بابا صاحب پر سلطان الہند سرکار غریب نواز کے الطاف خسروانہ کا اندازہ اسی واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ اور حضرت قطب صاحب اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں بابا فرید چلہ میں تشریف فرما تھے ۔اس وقت حضرت فرید بابا اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ آپ ان کے احترام کے لیے اٹھ بھی نہیں سکے ۔اس لیے وہیں باچشم پرنم آپ نے سر نیاز زمین پر رکھ دیا ۔بابا صاحب کا یہ حال دیکھ کر خواجہ صاحب نے قطب صاحب سے فرمایا:

اے قطب! کب تک اس بیچارہ کو مجاہدہ میں گھلاؤ گے ۔آؤ اسے کچھ عطا کردیں ۔

یہ کہہ کر ایک طرف خواجہ پاک نے اور دوسری طرف خواجہ قطب صاحب نے آپ کو پکڑ کر کھڑا کیا ۔پھر حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسماں کی طرف منھ کر کے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی ۔خدایا! ہمارے فرید کو قبول فرما اور اکمل درویشی پر پہنچا ۔غیب سے ندا آئی ۔ہم نے فرید کو قبول کیا ۔یہ وحید عصر ہوگا (ص: ۸۷ حضرت محسن ملت)

حضرت بابا فرید کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے:

بابا فرید الدین بن جمال الدین بن سلیماں بن شعیب بن احمد بن یوسف بن شہاب الدین علی فرخ شاہ بن نورالدین بن نصیر الدین بن محمود بن سلیماں بن مسعود بن عبداللہ الواعظ الاصغر بن عبداللہ الواعظ الاکبر بن ابوالفتح بن اسحاق بن ابراھیم بن ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن حاصم بن حضرت عبداللہ بن امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس طرح آپ تیسویں پشت میں امام العادلیں سیدنا فاروق اعظم سے جاملتے ہیں ۔

آپ کے اجداد میں شہاب الدین علی عرف فرخ شاہ جیسی مایہ ناز ہستی گزری ہے ۔جنکا مزار کابل سے تقریبا (۶۰) میل کے فاصلے پر حصہ شمال میں درۂ فرخ شاہ میں موجود مرجع خلائق ہے ۔آپ کے مزار پر گنبد بنا ہوا ہے اور ہزاروں حاجت منداں مخلوق آپ کے در اقدس سے فیض پاتی ہے ۔حضرت بابا کے چودھویں دادحضرت ابوالفتح کی مزار علاقہ لوگر میں موجود ہے ۔جہاں آپ کو شیخ کے نام سے جانا جاتا ہے اور اہل علم آپ کو شیخ فاروقی کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۔

حضرت عمر فاروق کے ۹ (نو) صاحبزادے اور ۴ چار صاحبزادیاں تھیں ۔تیسرے صاحبزادے حضرت عبداللہ کے تیرہ صاحبزادے تھے ۔جن کے نام حسب ذیل ہیں (۱) حضرت ابوبکر (۲) حضرت ابوعبیدہ (۳) حضرت واقد (۴) حضرت عبداللہ (۵) حضرت عبیداللہ (۶) حضرت عمر (۷) حضرت عبدالرحمٰن (۸) حضرت سالم (۹) حضرت حمزہ (۱۰) حضرت زید (۱۱) حضرت بلال (۱۲) ابوسلمہ (۱۳) حضرت عاصم ۔ان میں حضرت عاصم بابا فرید کے اجداد میں آتے ہیں ۔انھیں کی نسل افغانستاں لاہور وغیرہ ہوتی ہوئی پاک پٹن پہنچی

حضرت بابا فرید کے پردادا حضرت شعیب کی ایک اولاد حضرت عبداللہ سے جو نسل چلی اس میں بارھویں پشت میں مخدوم عبدالاحد ہیں جو گیارھویں صدی کے مجدد مجدد الف ثانی شیخ احمد

سرہندی فاروقی علیہ الرحمہ کے والدگرامی ہیں۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان (۱۴ شوال ۹۷۱ھ تا ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ مطابق ۵ جون ۱۵۶۴ء تا ۲۶ نومبر ۱۶۲۴ء) نے اکبری دور میں اور جہانگیر زمانہ میں دین اسلام کی حفاظت کا جو فریضہ انجام دیا۔ اس کے تذکرہ کے لیے ایک پورا دفتر چاہیے۔

جہاں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ والرضوان سیدنا قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی جیسے بے مثال بزرگ کے جانشین تھے۔ وہیں مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ نقشبندیہ سلسلے میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر خرقہ خلافت وسجادگی سے نوازے گئے۔

آپ کے دور میں اکبری فتنہ (۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء تک) شباب پر تھا۔ آپ نے اس کا نہ صرف بھرپور مقابلہ کیا بلکہ ہر محاذ پر اسے شکست دے کر ملت اسلامیہ کی حفاظت کا مقدس فریضہ بھی انجام دیا۔

آپ کے ساتھ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ تا ۱۰۵۲ھ) نے بھی احیاے ملت اسلامیہ کے لیے زبردست کوشش کی۔ جس کی تفصیل میرے ایک مضمون "محقق علی الاطلاق اور ان کے اسلاف" میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ مدارج النبوت اشعۃ اللمعات، لمعات التنقیح وغیرہ میں بھی انکی تفصیلات صاحب ذوق کو آواز دے رہی ہیں۔

اکبری فتنہ کے بعد دور جہانگیری (۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء) میں شیعہ نے نور جہاں کی پشت پناہی میں اپنے بال و پر نکالے۔ خصوصاً سجدۂ تعظیمی جیسے حرام کام کو جہانگیر نے شاہی آداب میں داخل کر کے ملت اسلامیہ کے ایمان کی بربادی کا مستحکم انتظام کیا۔ مگر مجدد الف ثانی کی للکار نے نہ

صرف مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ کا ٹھوس طریقہ نکالا بلکہ جہانگیری جاہ وجلال کو بھی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

مجدد الف ثانی کے خلیفہ خواجہ ہاشم کشمی بدخشانی نے "برکات الاحمدیہ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات" میں اور شیخ بدرالدین سرہندی نے اپنی کتاب "حضرت القدس" کے جلد دوم میں مجدد الف ثانی کا نسب نامہ تحریر فرمایا ہے۔ جو آخر میں امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم سے جا ملتا ہے۔ چونکہ بابا فرید شکر گنج جو حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کے مورث اعلیٰ ہیں وہ بھی فاروقی نسل ہیں اور یہ دونوں بزرگ کا سلسلہ نسب حضرت شعیب بن احمد میں جا کر مل جاتا ہے۔ اس لیے نسب کی تحقیق میں مجدد صاحب کے ان دونوں خلفاء کی تحقیق بنیادی حیثیت رکھتی۔

خواجہ ہاشم کشمی بدخشانی علیہ الرحمہ جنکا مزار برہان پور میں قبرستان عکہ میں مرجع خلائق ہے۔ انھوں نے حضرت مجدد صاحب کے نسب میں پندرھویں دادا حضرت شہاب الدین علی فرخ شاہ کا ذکر کیا ہے جو بابا فرید کے چھٹویں دادا ہیں۔ لیکن انھوں نے مجدد الف ثانی کا شجرہ ترتیب دیتے ہوئے زبدۃ المقامات میں فرخ شاہ کے بعد نام کی جگہ صرف ۱۶ کا ہندسہ لکھ دیا اور نام کی وضاحت کیے بغیر آگے بڑھ گئے۔ انھوں نے اپنے تحریر کردہ شجرہ میں ایک اور خصوصی اہتمام یہ فرمایا کہ خالی نام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ درمیانی واسطوں کا بھی شمار فرمایا۔ انھوں نے "زبدۃ المقامات" میں مجدد الف ثانی کے نسب کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرمائے ہیں۔

شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ الکابلی جد پانزدہم حضرت ایشاں است۔ وا و بہ یازدہ واسطے بہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنھما) پیوندد۔

یعنی فرخ شاہ آپ کے پندرھویں جد ہیں جو گیارہ واسطوں سے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب سے جا ملتے ہیں۔

اس طرح ان کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق سے آپ گیارھویں واسطے سے مل جاتے ہیں۔لیکن جب ان کے لکھے ناموں کا ان سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو فرخ شاہ اور حضرت عبداللہ کے درمیاں ایک نام کی کمی واقع ہوتی ہے۔زبدۃ المقامات میں خواجہ نصیر کے نام پر دوکا ہندسہ ملتا ہے۔جس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ نصیرالدین فرخ شاہ کے دادا ہیں۔لہذا اب صرف ایک نام ان کے والد کا رہ جاتا ہے۔

شیخ بدرالدین جو مجدد الف ثانی کے خلیفہ بھی ہیں انھوں نے اپنی کتاب "حضرت القدس" میں امام رفیع الدین کے بعد نورالدین کا ذکر کرتے ہوئے رفیع الدین اور نصیرالدین کے درمیاں نورالدین کا نام لکھتے ہیں۔ان کے مطابق سلسلہ نسب اسی طرح سامنے آتا ہے۔

رفیع الدین ولد نورالدین ولد نصیرالدین۔اس سلسلے میں صاحب مقامات خیر حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی اس مسئلہ کو سلجھاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ بدرالدین کو نصیرالدین کے نام سے مغالطہ ہوا۔ان کو نورالدین کا نام شہاب الدین فرخ شاہ اور نصرالدین کے مابین لکھنا تھا۔لیکن وہ جلدی میں رفیع الدین ونصیرالدین کے مابین لکھ گئے۔

اسی طرح سلسلہ نسب میں فرخ شاہ کے گیارھویں دادا کا نام ناصر بتایا گیا۔اور انھیں حضرت عمر کا پوتا لکھا گیا ہے۔ان کا نسب اس طرح بنتا ہے۔ناصر بن عبداللہ بن عمر فاروق۔جبکہ مورخین نے حضرت عمر کی تیرہ اولاد بتائیں ہیں۔جن میں ۹ لڑکے ہیں اور ۴ لڑکیاں۔ان میں کسی کا نام ناصر نہیں اور اسی طرح ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی بھی تیرہ اولاد نرینہ تھیں ان میں بھی کسی کا نام ناصر نہیں ملتا۔تہذیب التہذیب،طبقات ابن سعید اور میزان الاعتدال میں اس کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔

اس سلسلے میں کچھ تفصیل شیخ فضل اللہ مجددی کی کتاب "عمدۃ المقامات" میں بھی پائی جاتی

ہے۔جس کی تالیف ۱۲۳۳ھ میں کی گئی۔اس کے صفحہ ۹۸ میں عبدالقیوم (متوفی ۱۲۷۱ھ) کا حاشیہ ہے جن میں وہ تحریر فرماتے ہیں۔

مخفی نماند کہ تمام نسب مبارک تا امیر المومنین از روئے انتخاب سی و دو نفر می شوند

اہل علم پر واضح ہے کہ آپ (مجدد الف ثانی) کے نسب مبارک میں ازروئے انتخاب بتیس (۳۲) افراد پائے جاتے ہیں۔

اس حساب سے دیکھے تو ناصر بن عبداللہ بن عمر تک صرف اٹھائیس افراد دکھائی دیتے ہیں۔بتیس کے لیے ۴ شخصوں کی کمی واقع ہو رہی ہے۔

اس سلسلے میں صاحب مقامات خیر نے حافظ محمد ہاشم مجددی ساکن حیدرآباد کو لکھا (خیال رہے کہ خواجہ محمد ہاشم کشمی برہان پوری صاحب زبدۃ المقامات اور ہیں اور حافظ محمد ہاشم مجددی حیدرآبادی الگ ہیں) انھوں نے جواب میں یہ عبارت تحریر کی۔

"بر حاشیہ حضرات القدس از دفتر دوم صفحہ ہفتم جناب حضرت قبلہ محمد حسن مجددی قدس سرہ تحریر فرمودہ اند۔

شیخ عبداللہ بن شیخ عمر بن شیخ حفص بن شیخ عاصم بن شیخ عبداللہ بن امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنھم

اس نسب نامہ کے مطابق عبداللہ بن عمر دو گزرے ہیں ایک حضرت عمر فاروق کے صاحبزادے ہیں جبکہ دوسرے عمر وہ ہیں جو حفص بن عاصم کے صاحبزادے ہیں۔

اسی طرح حضرت عاصم بھی دو گزرے ہیں؛ایک حضرت عمر کی اولاد میں عاصم ہیں جنکی والدہ مکرمہ جمیلہ بنت ثابت بنت ابی الاقلح ہیں۔انکا اصلی نام عاصیہ (نافرماں) تھا مگر رسول پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اسے بدل کر جمیلہ کردیا۔

اور دوسرے حضرت عبداللہ کی تیرہ اولادوں میں ایک کا نام عاصم تھا۔صاحب زبدۃ المقامات حضرت خواجہ ہاشم نے حضرت مجدد صاحب نسب نامہ صرف حضرت عبداللہ بن عمر تک لکھا ہے جو حضرت حفص کے صاحبزادے ہیں۔لوگوں نے غلطی سے انہیں عمر ابن خطاب سمجھ لیا۔اس طرح سلسلہ نسب ۳۲ (بتیس) کے بجائے ۲۸ (اٹھائیس) ہوگیا جس سے لوگ مغالطہ میں پڑ گئے۔

اب سلسلہ نسل اس طرح سے سامنے آتا ہے۔ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبداللہ بن عمر فاروق۔

ان تصریحات سے کھل کر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ شیخ احمد فاروقی سرہندی جو گیارھویں صدی کے مجدد ہیں انکا سلسلہ نسب بتیسویں پشت میں اور سلطان العارفین بابا فرید الدین فاروقی شکر گنج کا سلسلہ تیسویں پشت میں امام الاعدلیں امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ کے آباواجداد میں خواجہ شہاب الدین فاروقی بھی ایک بڑے جلیل القدر بزرگ گزرے ہیں۔حضرت محسن ملت کا آبائی وطن قاضی پور چندہا ضلع الہ آباد میں سب سے پہلے آنے والے بزرگ آپ ہی تھے اور پھر آپ کی اولاد اس کے اردگرد بستی چلی گئی۔جس سے اس علاقے کا نام "قاضی پور چندھا" پڑ گیا۔جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

حضرت خواجہ شہاب الدین فارقی دور جہاں گیری (۱۶۰۵ تا ۱۶۸۷) میں منصب قضاء پر فائز ہو کر شہنشاہ جہاں گیری کی طرف سے وہاں بھیجے گئے تھے۔آپ کا مزار ایک سڑک کے کنارے ہے۔جو ماضی قریب میں پورب سے پچھم جونپور سے بنارس جانے والی سڑک تھی۔آج کل گورمینٹ کی خفیہ پالیسی کے تحت وہاں اہیروں کی بستی بسائی جارہی ہے۔آپ کا خاندان افغانستان پنجاب دلی ہوتے ہوئے اکبری دور میں الہ آباد پہنچا اور پھر وہیں سے جہاں گیر کے

زمانے میں قاضی القضات بنا کر آپ بھوپت پور چندہا بھیجے گئے۔آپ کو اطراف وجوانب میں اس وقت "قاضی" کے نام سے لوگ جانتے پہچانتے تھے۔آپ کے لڑکے انور صاحب تھے اور ان کے لڑکے چاند صاحب تھے۔جن کی وجہ سے ایک محلہ کا نام "چندھا" پڑ گیا۔جو آج کل ایک چھوٹے سے گاؤں کی شکل میں جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ان کے لڑکے کا عرفی نام "نگن" تھا۔تلاش بسیار کے باوجود ابھی تک اصل نام کی شناخت نہیں ہوسکی۔مختلف روایات میں متعدد نام ملتے ہیں۔مگر عرفیت پر سبھوں کا اتفاق ہے۔ان کے تین لڑکے تھے۔خواجہ جعفر علی فاروقی،خواجہ صادق علی فاروقی اور خواجہ باقر علی فاروقی جن میں صادق علی فاروقی کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی صرف لڑکیاں تھیں، جبکہ جعفر علی اور باقر علی کی اولادوں میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں پائی جاتی ہیں۔آج کل انہیں کی اولاد کی نسلیں پورے اطراف میں بودوباش اختیار کیے ہوئے ہے۔اس سلسلے میں تاریخی طور پر تاریخ فرشتہ ص:۶۰۱، آئینہ اودھ، آئینہ بنارس وغیرہ میں کچھ تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔

خاندان فاروقی میں مجدد الف ثانی کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کا نام آتا ہے جنہوں نے نہ صرف ہندوستان کو بلکہ پاکستان، افغانستان، ایران، عراق تک اپنے افکار وخیالات کے تابناک نقوش چھوڑے ہیں۔اس سلسلے میں محقق عصر حضرت مولانا یٰسں اختر صاحب مصباحی بانی دارالقلم اپنی مشہور کتاب "سواد اعظم" میں چودھویں صدی کے ایک فرقہ کی طرف سے ان کی کتابوں میں کیے گئے تحریفات بلکہ ان کے ساتھ کیے گئے ظلم کا ذکر کرتے ہوئے نہایت افسوس اور دکھ کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

اس خانوادۂ ولی اللہی کو خصوصیت کے ساتھ نشانۂ تحریف والحاق بنانے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت شاہ ولی اللہ کی کتابیں اور آپ کے جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز کے شاگردوں کا پورے ملک پر زبردست دینی وعلمی اثر تھا۔اور یہی "خانوادۂ عزیزی ولی اللہی" علمی وفکری اعتبار سے سوادا

اعظم اہل وسنت وجماعت کا قافلہ سالار بھی تھا۔ چنانچہ حضرت سید شاہ آل رسول احمدی برکاتی مارہروی،حضرت مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی۔حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی،حضرت علامہ مخصوص اللہ دہلوی فرزند شاہ رفیع الدین محدث دہلوی،حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی،حضرت مولانا سلامت اللہ کشفی بدایوانی ثم کان پوری،حضرت مولانا حیدرعلی فیض آبادی۔حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی۔حضرت مولانا شاہ ظہورالحق پھلواری۔حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھلواری قدست اسرارہم حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ مطابق ۔۱۸۲۳ء) کے مشہور اور نادرۂ روزگار تلامذہ تھے۔ماضی قریب کے کچھ اہل علم اور دانشوروں پر بھی ''فکرولی اللہی'' کا ایک نئے انداز سے غلبہ ہے۔چنانچہ مولوی شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۴ء)اس حد تک آگے بڑھ کر لکھتے ہیں:''

ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہیں کے زمانہ میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل ودماغ پیدا ہوگا۔لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھلانا تھا کہ اخیر زمانہ میں جب کہ اسلام کا نفس واپسیں تھا ،شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا۔جس کے کارناموں کے آگے غزالی ،رازی،اور ابن رشد کی نکتہ سنجیاں ماند پڑ گئیں ۔''

(علم الکلام،مؤلفہ شبلی نعمانی ص:۸۷۔جلد:اول،مطبوعہ:مسعود پبلشنگ ہاؤس، کراچی)

تدبر فاروقی کے ساتھ جلال فاروقی سے ساری دنیا واقف ہے۔لہذا حضرت بابا فرید شکر گنج اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی سے لے کر شاہ ولی اللہ فاروقی محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز فاروقی محدث دہلوی اور حضرت محسن ملت مولانا محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ تک دعوت وعزیمت کی ایک تاریخ ہے۔جس نے ہر دور میں ملت اسلامیہ کے تحفظ وبقا کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

اگر پاک پٹن کا علاقہ سلطان العارفین کی تجلیات سے جگمگا رہا ہے،تو دلی کا مغلیہ تخت دور جہانگیری میں مجدد الف ثانی کی للکار سے لرز رہا ہے۔اگر مجاہد جلیل علامہ فضل حق فاروقی خیرآبادی کی للکار سے سات سمندر پار سے آئے ہوئے انگریزوں کے رونگٹے کھڑے ہو رہے ہیں تو حضرت محسن ملت کی مجاہدانہ گھن گرج سے رائے پور کے جیل کی چہار دیواری کانپ رہی ہے۔غرضکہ اسلاف سے لے کر اخلاف تک لگاتار قربانی، بے مثال،جد وجہد اور شب وروز کی کوششوں کی ایک تاریخ ہے۔جس نے ہر جگہ اسلام کے تحفظ کا،سنیت کی بقا کا اور ملت کی تعمیر کا عظیم کردار ادا کیا۔۔۔۔(ماخوذ از چشمہ اردو محسن ملت نمبر جولائی تا اگست ۲۰۱۳ء)

رہبر راہ طریقت حضرت حامد علی

نظر کردہ قطب اندور بابا اوصاف محمد چشتی

رہبر راہ طریقت حضرت حامد علی کامل علم شریعت حضرت حامد علی
قلب اطہر ہے درخشاں معرفت کے نور سے واقف رمز حقیقت حضرت حامد علی
ہاں مدینہ اور نجف،بغداد اور اجمیر سے آپ کو ہے خاص نسبت حضرت حامد علی
اب خدا جانے کہ جانے رحمت کون ومکاں پائی ہے کیا تم نے نعمت حضرت حامد علی
شاہ عرفاں،قطب دکن،غوث الوری کے طفیل کیجیے نظر عنایت حضرت حامد علی
تم شہا ابن شہا میں گدا ابن گدا اب بنا دو میری قسمت حضرت حامد علی

تا ابد لکھتا رہوں اوصاف اپنے یار کی
ہو عطاء وہ خاص طاقت حضرت حامد علی

شہنشاہِ ہندوستان کی جلوہ گری

از۔مرتب

کس قدر جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا ۔۱۹۲۴ء کا وہ ماحول جب کہ اللہ کا ایک مقدس ولی رسول ہاشمی ذی وقار کا ولی اُمتی ٹوٹی ہوئی چٹائی پر، اکھڑی ہوئی دیواروں کے درمیان، بوسیدہ اور خستہ چھتوں کے نیچے علم کا چراغ جلانے اور اور عرفان ومحبت کی روشنی بکھرنے کی فکر میں شب وروز شمع کی طرح پگھل رہا تھا بارش کے چند چھینٹے ساری زمین کو دلدل بنا دیتے، ہواؤں کے تیز جھونکوں سے ٹین وٹپر کی ساری عمارت کانپنے لگتی، گرمی کی حدت میں پوری جھونپڑی تپ کر تنور بن جاتی مگر اللہ کا ایک عابد شب زندہ دار مشیت کے خاموش اشارے پر گرجتے ہوئے بادلوں، برستے ہوئے اولوں، چمکتی ہوئی بجلیوں، امنڈتے ہوئے طوفانوں، اور اٹھتے ہوئے فتنوں سے بے نیاز قوم کا مقدر جگانے اور برف پوش چٹانوں سے عہدو پیا کرنے والی قوم کے رگوں میں عشق رسول کی تپش پیدا کرنے کا عزم وارادہ لیے ہوئے سجدہ شبیری اور ضرب اللہ کا پیکر بنے شب وروز اپنے کام میں مست، عشق رسول کی تنویر میں اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتا رہا۔

یہ وہ دور تھا جب کہ پھونکی چھریوں سے ذبح کرنا اور بغیر نماز ہ جنازہ پڑھائے دفن کرنا عام بات تھی ۔دور دور تک علم کی کوئی کرن بھی دکھائی نہیں پڑتی، جہالت کی تاریکیوں میں بھٹکتے ہوئے انسان جہاں سے منزل مقصود کا پتہ پاتے ایسے بھیانک دور میں ایک طرف شدھی تحریک اپنی جوالہ سامانیوں کے ساتھ کفر کے نار نمرود میں پوری ملت اسلامیہ کو خاک کرنے کی فکر میں غرق شب وروز یہ صدا بلند کر رہی تھی ۔ جنہیں دھرم پیارا تھا وہ بلیداں ہو گئے

جنہیں جسم پیارا تھا وہ مسلمان ہو گئے

دوسری طرف حکومتی جبر وقہر کی شیطانی طاقتوں کے سایہ میں عیسائیت کے فروغ اور نصرانیت کے ترویج اشاعت کے لئے شب وروز ہندوستان گیر پیمانے پر جدوجہد جاری تھی ۔سونے چاندی کی ہر روپہلی اور سنہری کرنوں کے درمیان ایمان کا سودا کیا جا رہا تھا۔ مہ جبینوں، زہرہ جمالوں، اور حنائی دستوں کی آنچل کی خوشبو کے جال میں پھنس کر بے شمار افراد عیسائیت کے دل دل میں پھنس رہے تھے ۔دین اسلام کا مزاق کا بازار ہر گلی کوچے میں شباب پر تھا اسلام سے وابستگی کو دقیا نوسیت اور عیسائیت کی گرویدگی ہندو مذہب کی شاگردی کو عظمت ووقار کی نشانی سمجھا جا رہا تھا۔مگر قوم کا مرد مجاہد، جلال فاروقی کا پیکر بنے باطل پرستوں کے امنڈتے ہوئے طوفان سے قوم کی حفاظت وبقا کا پروگرام بنا رہا تھا۔

ایک رات انہوں نے خواب دیکھا پہاڑوں صحراؤں جنگلوں اور آبشاروں کے سارے حجابات نظر سے ہٹ چکے ہیں ۔مدرسہ سے سلطان الہند شہنشاہ ہندوستان کے نورانی گنبد کا رحمت و نور برساتا کلس صاف نظر آ رہا ہے جیسے ہی آنکھیں کھلیں نظروں کا کارواں تجلیات وتنویرات کے آبشاروں میں ڈوب گیا۔تھوڑی ہی دیر بعد ایک نورانی کارواں اجمیر مقدس کی دھرتی سے راۓپور کی طرف بڑھتا ہوا محسوس ہونے لگا ۔جہاں جہاں سے وہ نورانی قافلہ گزرا اندھیرا چھٹتا گیا، نور برستا گیا، اجالا بکھرتا گیا، رحمتیں برسنے لگیں، بہاریں رقص کرنے لگیں، ہوا مہکنے لگی، پھول برسنے لگے، مقدر سنورنے لگے، چند ہی لمحے بعد اس نور کی جلوہ گری سے جھونپڑی نما مدرسہ جگمگا اٹھا، نور کی تنویر سے نگاہیں چکا چوند ہو گئیں، روح کو وجد آ گیا، دل ودماغ میں کیف ونشاط کی امنگیں پھوٹنے لگیں دلوں کے ویرانوں اور ذہنوں کی تاریکیوں میں خوشبوں کے چراغ جل اُٹھے، جذبات کی انجمن میں اُمیدوں کا سویرا مسکرانے لگا ۔دماغوں کے آفاق پر مسرتوں کا پھریرا لہرانے لگا۔حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ عالم بے خودی میں اٹھے اور شہنشاہ ہندوستان خواجہ خواجگاں، مدنی سرکار کے شاہانہ عظمت و

شوکت کے وارث، بغداد و نجف و کربلا کے الطاف وعنایت کے امین، گلشن زہرا کے گل شاداب، چمنستان سادات کے گل سر سید سلطان الہند حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم ناز سے لپٹ گئے۔ ہزاروں طلعتوں، شوکتوں، عظمتوں، رفعتوں اور عطر بیز نکہوں کے ساتھ آپ کی تشریف آوری نے مدرسہ کے چپہ چپہ کو عرش کا زینہ بنا دیا۔

آپ نے رحمتوں کے ہجوم میں مسکراتے ہوئے فرمایا حامدؔ علی اس مدرسہ میں میرے نانا جان کے مہمان پڑھتے ہیں اس کے لئے یہ کھنڈر نہیں چاہئے محل تعمیر کرو۔

اتنے میں حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کی آنکھیں کھل گئیں۔ ساری فضا خوشبو سے معطر و منور اور در و دیوار تجلیات میں بھیگے نظر آئے۔ آنکھ کھلتے ہی آپ نے محسوس فرمایا کہ اب یہاں کا نقشہ قریہ قریہ، شہر شہر نظر آ رہا ہے جس کی مہک سے مومن کی مشام جاں معطر اور جس کی چمک سے اہل عرفان کی آنکھیں منور نظر آ رہی ہیں علم کا نہ تھمنے والا ایک آبشار ہے۔ جس کے سیلاب کے سامنے باطل پرستوں کے سارے منصوبے خس و خاشاک اور تنکے کے مانند بہتے چلے جا رہے ہیں۔ جہالت کی تاریکیاں دم توڑنے لگیں، وہابیت کی تحریک مردہ ہونے لگیں۔ دہریت کا طوفان گھٹنے ٹیکنے لگا، عیسائیت کا شیرازہ منتشر ہونے لگا، شدھی کرن کا آندولن موت کے گھاٹ اترنے لگا۔ سات سمندر پار سے آئے ہوئے ودیشی حکمرانوں کا تخت ڈانواڈول ہونے لگا۔ آزادی کے فلک بوس نعروں سے حکمرانوں کی نیند حرام ہونے لگیں۔ اسلام دشمن طاقتوں کا زور ٹوٹنے لگا، مسلم قوم کی بربادی کا خواب دیکھنے والے خود ہی اپنا وجود مٹتا ہوا محسوس کرنے لگے۔

حقیقت کی طرح سیل نور کا دائرہ دن بدن وسیع ہونے لگا اور پورا علاقہ علم و عرفان کے نور سے جگمگانے لگا عشق رسول ﷺ کی باد بہاری سے شریعت و طریقت کے گلشن مہکنے لگے۔ باغ لالہ و گل چھلکنے لگے۔ عرفان و محبت کا چراغ جلنے لگا جن کی روشنی میں پورا علاقہ پر نور نظر آنے لگا۔

گلشن فاروقیت کے گل سر سید سلطان العارفین بابا فرید الدین گنج شکر کے نور نظر لخت جگر، قافلۂ حریت و آزادی کا میر کارواں، غوث و خواجہ کے الطاف وعنایت کا گہوارہ، کاملین کے تجلیات کا آئین و وارث محسن ملت حضرت شاہ مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ نے کل انہیں تصورات کی دنیا میں دیکھا تھا، اور آج وہی چیز پیکر محسوس میں، حقیقت کے روپ میں، سچائیت کے شکل وصورت میں، ہر فرد بشر محسوس کر رہا ہے جسے دیکھ کر عارفین و سالکین اور اولیاء کاملین کی زبان پکار اٹھی۔

سلطان الہند زندہ باد

مدرسہ اصلاح المسلمین زندہ باد

نقیب السنّت مولانا علی احمد سیوانی

یادوں میں سرکار کی عظمت محسن ملت زندہ باد　　فکروں میں تنویر رسالت محسن ملت زندہ باد
ہونٹوں میں اذکار رسالت محسن ملت زندہ باد　　آنکھوں میں انوار نبوت محسن ملت زندہ باد
آپ سے راضی شان رسالت محسن ملت زندہ باد　　آپ سے خوش رحمان رحمت محسن ملت زندہ باد
قدرت کی شہکار کی صنعت محسن ملت زندہ باد　　کیسے بیاں ہو آپ کی عظمت محسن ملت زندہ باد
آپ کے دل میں حب رسالت محسن ملت زندہ باد　　آپ کے سر پے تاج ولایت محسن ملت زندہ باد
سب کی زباں پر آپ کی مدحت محسن ملت زندہ باد　　آپ سراپا دین کی نعمت محسن ملت زندہ باد
آپ پے قرباں صدق و صداقت محسن ملت زندہ باد　　آپ پے نازاں شان رسالت محسن ملت زندہ باد
قصر سخا کی آپ ہیں زینت محسن ملت زندہ باد　　باغ عطاء کی آپ ہیں نکہت محسن ملت زندہ باد
دولت دنیا و دین کی خدمت محسن ملت زندہ باد　　حاصل ہے انعام کی صورت محسن ملت زندہ باد
آپ کا چہرہ آپ کی صورت محسن ملت زندہ باد　　جس پے قرباں پھول کی رنگت محسن ملت زندہ باد

ایمانی للکار

از۔مرتب

پوری بستی پر سناٹا طاری تھا مگر سینوں میں دل لرز رہے تھے۔رگوں میں دوڑتا ہوا خون کھول رہا تھا اور زبانیں خاموش تھیں سامنے صاحب بہادر (انگریز) کا کتا بے فکری میں مدہوش کاغذ چاٹ رہا تھا۔کتا تو کاغذ چاٹتا ہی ہے مگر آج جس کاغذ پر اسے کھانا دیا گیا تھا۔اس میں قرآنی آیات تھی جس نے ہر شخص کو خونباز بنا دیا تھا۔مگر انگریزی جاہ وجلال کے سامنے لوگ خون کے گھونٹ پی کر یہ دردناک منظر دیکھ رہے تھے۔

اچانک دلوں کو دہلا دینے والی آواز نے سناٹا کو توڑا،خبردار اسلام کے ساتھ مزاق تجھے بہت مہنگا پڑے گا۔صاحب بہادر! کرسی کے گھمنڈ میں آیت الکرسی والوں سے ٹکرانے کا انجام بڑا بھیانک ہوا کرتا ہے اور پھر اچانک لوگوں نے دیکھا کہ صاحب بہادر کا گریبان اس مردِ مجاہد کے ہاتھوں میں تھا۔اور وہ حکومت کے نشے میں ان سے ٹکرا رہا تھا۔مگر اسے جلد ہی احساس ہو گیا کہ ایمانی للکار کے سامنے گھٹنے ٹیکنے ہی میں زندگی ہے۔نگاہوں کی شعلہ باریوں سے اسے اپنا وجود سلگتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ایمانی جاہ وجلال سے زندگی مٹتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔پھر سبھوں نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ صاحب بہادر کا جاہ وجلال رسول پاکؐ کے اُمّتی کے قدموں پہ مچل کر معافی کی بھیک مانگ رہا تھا۔

یہ تھے شاگرد امام احمد رضا حضرت محسنِ ملّت شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ و الرضوان جو جلال فاروقی شانِ حیدری لیے وقت کے حاکم کو للکار رہے تھے اور ان کی گھن گرج کے سامنے حکومت کا جاہ وجلال کانپ رہا تھا۔

یہی وہ ایمانی توانائی تھی جس نے آپ کے سینے کو غوث وخواجہ کی الطاف وعنایاتِ خسروانہ کا خزینہ،عشقِ رسول کا مدینہ اور ایمانی جلال وجمال کا نگینہ بنا دیا تھا۔اخلاص ویقین عشق وفا کا سنگم فکروفن کا ہمدم اور قائدینِ قوم وملّت کا ہم قدم بنا دیا تھا۔آپ نے محسوس فرمایا کہ سیکڑوں کے بیچ ایک ناپاک کو گستاخی کی جرأت کی بنیادی وجہ جہالت وتاریکی اور اسلامی روح سے مسلمانوں کی دوری کا نتیجہ ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ قیصر وکسریٰ کو للکارنے والی قوم آج صاحب بہادر کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہے۔آپ کے ایمانی کمال نے آواز دی۔ ؎

؎ خونِ دل دے کے نکھاریں گے رُخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کو سجانے کی قسم کھائی ہے

پھر دنیا نے دیکھا کہ اس مردِ مجاہد کی رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش بڑھ گئی۔جلال فاروقی اور جمال فریدی کی طلعتیں نگاہوں کو خیرہ کرنے لگیں قومی وقار اور ایمانی تحفظ کا نیا دور شروع ہونے لگا،علم وعمل کی نئی نئی شاہراہیں اجاگر ہونے لگیں اور قومی بیداری کی بے مثال تاریخ صفحۂ قرطاس پر بکھرنے لگیں۔مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ کے نام پر قوم وملّت کے تحفظ کی نئی تاریخ بننے لگی جس میں لگاتار قربانی وسعی بے مثال جد وجہد اور باوقار کشمکش کی وہ داستان ہے جو ہر دور میں کاروانِ مجاہدین کو وہ توانائی دیتی ہے جو قوم کے لیے سرمایۂ افتخار بنتی ہے۔

آپ کے سیاسی بصیرت،علمی عظمت،قومی خدمات کو دیکھ کر ملک وملّت کی زبان پکار اٹھی۔ ؎

خدمت دین الفت ملّت کو دیکھ کر
چھتیس گڑھ کو محسن ملّت پہ ناز ہے (کوثر سمگا)

جیل کی کوٹھری میں تبلیغ اسلام

از۔مرتب

جب سے یہ آیا ہے دماغ خراب کر رکھا ہے۔نہ خود سوتا ہے نہ سونے دیتا ہے۔غصہ کے عالم میں سنتری بڑبڑا رہا تھا۔مگر وہ اپنی دھن میں مست بلند آواز سے اذان دے رہا تھا۔اذان کے صوت سرمدی سے جیل خانہ کے در و دیوار لرز رہے تھے۔سنتری پریشان تھا کہ اس قلندر صفت انسان کو کیسے روکے۔وہ عالم بے چارگی اور جھنجھلاہٹ میں اپنا پیر پٹخ رہا تھا۔مگر ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اس سے آنکھ ملائے۔

اذان دینے والا غداری کے جرم میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہا تھا۔کبھی اس پر کوڑے برستے۔کبھی مٹی کھدوائی جاتی۔ظلم وستم کے نت نئے طریقے اس پر آزمائے جاتے مگر وہ خندہ پیشانی سے سب برداشت کرتا اور مسکراہٹوں کے ساتھ ہر ظلم وستم کا استقبال کرتا۔فجر سے پہلے اٹھتا اور تہجد پڑھ کر تلاوت قرآن کی تجلیات میں شرابور ہو جاتا پھر کچھ دیر بعد فجر کا وقت ہوتا اور وہ اپنے مخصوص انداز میں اذان دیتا اور نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا۔جب سے وہ آیا تھا اس کا یہی معمول تھا۔جیل کے سنتری ہر روز اس کی اذان کی آواز پر چونک پڑتے اور گھبرا کر اس کی طرف اس طرح دیکھتے جیسے کسی نے ان کے پورے وجود پر لرزہ طاری کر دیا ہو۔ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس دیوانے کو کیسے روکا جائے جس کی فلک شگاف آواز ان کے پورے وجود کو ہلا کر رکھ دیتی تھی۔

مگر وہ اپنی دھن میں مست نماز ادا کرتا اور پھر سورج نکلنے تک وہیں بیٹھے ذکر و فکر میں مشغول رہتا۔دھیرے دھیرے جیل کی کوٹھریوں میں بند دوسرے لوگ اس کی طرف متوجہ ہونے لگے تھے۔اب تو کچھ لوگ اس کے ساتھ نماز بھی ادا کرنے لگے تھے۔جن پر سنتریوں کی دہشت غالب تھی وہ بھی کبھی کبھی نماز میں شریک ہونے لگے۔کچھ غیر مسلم دور کھڑے ایک بت کی طرح

ساکت و صامت اس پر کیف منظر کو حیرت و تعجب کے ساتھ دیکھتے۔

جلد ہی وہ اپنے اندر اس شخصیت کے لئے کشش محسوس کرنے لگے۔ایسا معلوم ہوتا جیسے اس کے انجان بول ان کے دلوں میں انقلاب برپا کر رہے ہوں۔اذان دینے والے کے معمول میں کچھ تبدیلی آ چکی تھی۔اب وہ ہر روز نماز فجر کے بعد ذکر و فکر وغیرہ سے فارغ ہو کر لوگوں کو لے کر بیٹھ جاتا اور انہیں دین و اسلام کی باتیں بتانے لگتا۔جس سے لوگوں کا مجمع بڑھنے لگتا۔جلال و جمال سے پر نور چہرہ، کانوں کی راہوں سے دلوں میں انقلاب پیدا کرنے والی میٹھی آواز، دلوں میں زندگی کی تپش پیدا کرنے والی روشن و سیاہ آنکھیں۔لوگ بڑی توجہ سے اس کی باتیں سنتے۔جس میں ہندو بھی ہوتے اور مسلمان بھی۔عیسائی بھی بیٹھتے اور دیگر مذہب و ملت کے افراد بھی۔

ایک دن اچانک جیل کی چہار دیواری میں ہلچل مچ گئی۔سنتری سے لے کر جیلر تک سبھی بے چین اور فکر مند نظر آنے لگے۔ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔سارے آفیسر پریشان اور تمام عملہ حیران کہ آخر یہ کیا ہو رہا ہے۔

اذان دینے والا آج بھی نماز فجر کے بعد ہر روز کی طرح وعظ و نصیحت کر رہا تھا مگر آج اس کی باتوں سے کہیں شعلے کا جھڑکاؤ ہوتا۔آج وہ اسلام کی حقانیت اور باطل کے فریب پر بڑی بے خوفی سے لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا۔جیسے ہی اس نے اپنی بات ختم کی اچانک کئی لوگوں کے دلوں میں انقلاب انگڑائی لینے لگا۔اور پھر انہوں نے اس کے ہاتھوں کا بوسہ دیتے ہوئے کلمۂ طیب پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔اذان دینے والے نے نہایت خلوص و محبت کے ساتھ انہیں اسلام سے وابستہ کیا اور اچانک پوری فضا نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھی۔لوگ کیف و سرور میں ڈوبے بڑے جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔تکبیر کی آواز نے پورے علاقے میں سنسنی دوڑا دی تھی۔سنتری سے لے جیلر تک گھبرا گھبرا کر ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔اور جب تحقیقات کی

گئی تو پتہ چلا کہ یہ اسلام لانے والے پہلے لوگ نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے پہلے بھی اس مقدس ہستی کے ہاتھوں کئی لوگ اسلام سے وابستہ ہو چکے ہیں۔

اس خبر نے جیل میں بجلی گرا دی۔ پورے آفیسر دانتوں تلے انگلی دبائے اس تبدیلی کو دیکھ رہے تھے۔ اور جیل خانہ کی چہار دیواری فرزندان توحید کے نعرۂ تکبیر سے گونج رہی تھی۔ اور وہ جلال و جمال کا پیکر بنے اسلام کی حقانیت کا پیغام لوگوں کو سنا رہے تھے۔

یہ تھے گلشن فاروقیت کی حسین بہار۔ سرکار اعلیٰ حضرت کے فیض یافتہ۔ حجۃ الاسلام کے نظر کردہ حضرت محسن ملت مولانا شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ جنہوں نے جیل کی تاریک کوٹھری سے لے کر وسط ہندوستان کے شہر شہر قریہ قریہ، دیہات دیہات عظمت اسلام کا وہ بول بالا فرمایا کہ نہ صرف انگریز حکومت لرزنے لگی بلکہ شدھی تحریک بھی دم توڑنے لگی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ نے نہ صرف ہزاروں مسلمانوں کے بھٹکتے دلوں کو عشق رسول کی بادہ بہادری عطا کی بلکہ تقریباً ۸ ہزار غیر مسلموں کو بھی دامن اسلام سے وابستہ کر کے باطل پرستوں کے سارے خواب چکنا چور کر دیئے۔

کلمے پہ کلمہ پڑھا دیا جیل میں
محسن قوم وملت پہ لاکھوں سلام
شدھی آندولن میں دین کی خاطر لڑے
شاہ حامد کی ہمت پہ لاکھوں سلام

شفقت ومحبت کا پیکرِ جمیل

از۔ مرتب

ہر کوئی اسے نفرت سے گھور رہا تھا ایسا لگتا تھا جیسے نفرتوں کا طوفان امنڈ پڑا ہو جو اسے تنکے کی طرح اڑا لے جائے گا۔ نفرت وحقارت کے ہجوم میں وہ کانپ رہا تھا اور یاس بھری نگاہ سے سبھوں کو دیکھ رہا تھا کہ شاید ان میں کوئی اسے ہمدرد نظر آئے مگر کوئی نہیں تھا جو اس کی ہمت بندھاتا اور ڈھارس دیتا، کوئی اسے دیکھ کر مسکراتا اور مزاق اڑا کر آگے بڑھ جاتا، کوئی حقارت بھری نظریں ڈالتا اور پھبتی کستے ہوئے نکل جاتا اگر کوئی ہمدردی وغم گساری کے ارادہ سے آگے بڑھتا تو بدن پر لگی گندگیوں کو دیکھ کر منھ پھیر لیتا اور بدبو سے ناک پر رومال رکھ کر پلٹ جاتا ہر طرف سے نفرتوں کے تیر برس رہے تھے اور حقارتوں کے شعلے دہک رہے تھے بچہ تھا کہ سہم سہم جاتا اور ہمک ہمک کر سسکیاں بھرنے لگتا مگر کوئی نہیں تھا جو بہتے ہوئے آنسوؤں پر اپنی آستین رکھتا اور سسکتے ہوئے بچے کو دلاسا دیتا۔

اب تو بچے کی زبان سے آواز بھی نکلنے لگتی تھی شائد وہ اپنی ماں کو آواز دے رہا تھا کہ شاید وہ اس کی مدد کرے مگر وہ تو سیکڑوں من مٹی کے نیچے دفن ابدی نیند سو رہی تھی۔ بچہ تھا کہ روئے جا رہا تھا اور اس کی آواز دیواروں سے ٹکرا کر صدا بصحراء بن رہی تھی چاروں طرف اس سے بڑے عمر کے بچوں کی بھیڑ تھی مگر ان میں اسے کوئی بھی اپنا مونس وہمدرد نظر نہیں آیا۔

اگر کوئی ہمدردی کے لئے آگے بڑھنے کی کوشش بھی کرتا تو گندگی میں سنے ہوئے کپڑوں اور بدن سے اٹھتی ہوئی بدبو سے گھبرا کر پیچھے ہٹ جاتا ہوگا

اچانک نفرت اور گھن کے ماحول میں ایک آواز ہوئی وہ تشریف لا رہے ہیں اور اچانک سارے ماحول پر سناٹا طاری ہو گیا پاس کھڑے ہوئے بچوں کی بھیڑ چھٹنے لگی ہر کوئی تیزی سے اپنے

کمرے کی طرف بھاگنے لگا۔ اتنے میں آنے والی شخصیت قریب آ چکی تھی انہیں دیکھتے ہی سسکتے ہوئے بچے کے غم واندوہ کا طوفان امنڈ پڑا اور ضبط وبرداشت کا بندھ پھوٹ پڑا۔ اس کی گھٹی گھٹی آوازیں، دبی دبی سسکی آوازیں تبدیل ہو چکی تھی اب رونے کی آواز دور سے صاف سنائی دے رہی تھی شاید وہ سمجھا ورنہ زیادہ گھبرا گیا تھا۔

چاند کی طرح روشن ودرخشاں پیشانی، عشق رسول ﷺ کی تابانی، محبت رسول کی موجوں میں نکھرا ہوا چہرہ، عقیدت اولیاء کے سانچے میں ڈھلی ہوئی صورت، ورثۃ الانبیاء کی نور سے منور چہرہ، خشیت خداوندی سے جھکی ہوئی گردن اور محبت رسول ﷺ کی تنویر سے پُرنور آنکھیں، علم وعمل کے سانچے میں ڈھلا ہوا قامت زیبا، قوم مسلم کی فیروزمندی کے لیے بے چین وبے قرار دل لیے ہوئے آنے والی شخصیت کے جلال وجمال سے ہر کوئی خاموش بے زبان چھ سال کے بچے کو دیکھ رہا تھا جو گندگیوں میں لتا پیشاب میں بسا خوفزدہ نظروں سے ادھر ادھر تک رہا تھا۔

آنے والی شخصیت نے پیار سے بچے کے سر پر شفقت ومحبت کا ہاتھ پھیرا تسلیوں کا مرہم رکھا اور بارعب مگر دلوں کی موہ لینے والی آوازیں فرمایا۔ مت روؤ میں تمہیں نہلا دوں اور پھر آپ نے آواز دی، آواز سنتے ہی چند بڑے لڑکے کمرے سے نکل کر باادب کھڑے ہو گئے آپ نے کرخت لہجہ میں ارشاد فرمایا اس کڑکڑاتی سردی میں یہ بچہ کب سے اپنے بھیگے کپڑے میں کانپ رہا ہے اور تمہیں احساس تک نہیں آج کا یہ بچہ کل نائب رسول بنے گا، عالم بن کر سیکڑوں دلوں کو جنت کی بہاروں کو گہوارہ بنائے گا اور تم اسے ٹھٹھرتا دیکھ کر خاموش ہو اگر اس نے میدان محشر میں کالی کملی تھام کر شکایت کر دی تو نیکیوں کا انبار بھی اس پرسش سے نہ بچا پائے گا، تمہیں کیا معلوم کس کے مقدر میں کیا لکھا ہے آج کا مہمان کل کا نائب رسول بن کر جب نکلے گا رحمتِ خداوندی اسے اپنے آغوش میں لے لے گی۔

یہ فرما کر انہوں نے گرم پانی منگوایا اور گندگیوں میں سنے اور پیشاب میں بسے کپڑوں کو اتار کر اپنے دست اقدس سے نہلایا۔

سسکتے ہوئے بچے کو جو باپ کا پیار اور ماں کی شفقت ملی اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ بچے کے لبوں پر کھلتی ہوئی مسکراہٹ کو دیکھ کر نہلانے والے کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں لب ہلے، سننے والوں نے سنا۔ وہ زیر لب مسکرا رہے تھے کاش تمہاری یہ مسکراہٹ آخرت کی سرفرازی کا ذریعہ بن جائے اور بارگاہِ رسالت مآب میں سرخروئی کا وسیلہ بن جائے۔ جن کی رضا میں کائنات کی سرفرازی ہے اور جب وہ بچہ نہا دھو کر دوسرا لباس پہن کر کھڑا ہوا تو اس کا چہرہ گلشن میں کھلے ہوئے گلاب کی طرح شاداب نظر آ رہا تھا۔ اب نفرتوں کی جگہ عقیدتوں نے اور حقارتوں کے بدلے محبتوں نے لے لیا تھا۔ ہر کوئی اسے سینے سے لگانے کے لیے بے چین تھا جسے اس مرد مجاہد اور ولی کامل نے نفرتوں کے دلدل سے نکال کر عقیدتوں کا مرکز بنا دیا تھا۔

یہ تھے گل گلزار فاروقیت، سلطان العارفین بابا فریدالدین فاروقی گنج شکر کے گلشن کے گل شاداب، سرکار اعلیٰ حضرت کے شاگرد رشید وسط ہندوستان کے مسیحا، یتیموں کا سہارا حضرت علامہ الحاج شاہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان جنہوں نے نہ جانے کتنوں کو نفرتوں کی دلدل سے نکال کر، حقارتوں کے طوفان سے بچا کر عقیدتوں کا مرکز اور علم وفکر کا مینار بنا دیا تھا جن کی پوری زندگی قومی وقار، ملکی مسائل اور ملی بیداری کی عظیم تاریخ سے عبارت ہے۔

حضرت محسن ملّت کی مجاہدانہ زندگی کا ایک گوشہ

از۔مرتب

۱۹۶۴ء کا وہ قیامت بدوش عالم جب کہ سارے ہندوستان کو فسادات کا بھیانک دیو اپنے مہیب جبڑے میں پھنسائے نگلنے کی کوشش میں تھا۔کشمیر سے کنیا کماری تک خوف ووحشت کی حکمرانی تھی۔مصائب وآلام کی گھنگھور گھٹائیں بڑھتی جارہی تھیں۔ہرصبح وشام دھڑکا سالگا رہتا تھا۔خدا جانے اب کیا ہونے والا ہے۔ظلم وستم کی تڑپتی ہوئی بجلیوں میں قتل وغارت گری کی گرم بازاریوں میں دن بدن انسانی خون سے صفحۂ ہستی لالہ زار بنتا جارہا تھا۔رات کا اندھیرا ہو دن کا اجالا ہرلحہ گھٹتی ہوئی فریادیں اور سسکتی ہوئی آہیں فضاؤں میں تحلیل ہورہی تھیں۔نہ جانے کتنے ستم پیشہ غرورو اقتدار کے نشے میں چور مظلوموں کے بے گوروکفن لاشوں پر اپنی بالادستی کا جھنڈا گاڑ کر جشن منارہے تھے۔اسی لپیٹ میں رائے گڑھ بھی آگیا جہاں کے بھیانک فساد نے ہزاروں محل نشینوں کو نان شبینہ کا محتاج بنادیا۔اسکوٹر موٹر سائیکل اور کار سے جو نیچے نہیں اترا کرتے تھے انہیں سڑک کے کنارے بھی بیٹھنا دشوار ہوگیا۔جس دروازے پر ہرلحہ محتاجوں اور فقیروں کی بھیڑ لگی رہا کرتی تھی وہاں خاک اڑنے لگی۔ہمدردی کے دوبول کے لئے وہ ترس گئے۔فساد سے وہ علاقہ کتنا برباد ہوا اس کا کچھ اندازہ اس رپورٹ سے لگتا ہے جسے صدر آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ قائد ملت حضرت سید شاہ اسرار الحق صاحب قبلہ ممبر پارلیمنٹ علیہ الرحمہ نے اپریل ۱۹۶۴ء کو متاثرہ علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد محسن ملت حضرت علامہ الحاج شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے نام بھیجی تھی۔ان کی رپورٹ کا یہ حصہ خصوصی طور پر پڑھنے کے قابل ہے۔

سکتی رائے گڑھ راج گانگ پور تک پورے علاقے پر خوف وہراس طاری ہے۔جگہ جگہ

لوگ بے خانماں برباد کھلے آسمان کے نیچے پڑے ہیں۔مالی نقصانات بہت ہوئے ہیں جن کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔اگر فوراً ان مظلوموں کی امداد نہیں کی گئی تو کئی لوگ فاقہ کشی سے دم توڑدیں گے۔آپ فوراً اس سلسلے میں مناسب قدم اٹھائیں اور اس کی رپورٹ صدر دفتر کو ارسال فرمائیں۔

جیسے ہی یہ رپورٹ حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کے پاس پہونچی تفکرات کی دنیا میں سیلاب امنڈ پڑا۔جس میں چین وسکون خس وخاشاک کی مانند بہ گئے۔پل بھر میں سیکڑوں معصوموں اور بے گناہوں کے ستم رسیدہ چہرے نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے۔مظلوموں کی سسکیاں،یتیموں کی آہیں،خستہ دلوں اور آشفتہ حالوں کے نالے،دردوکرب کانوں میں گونجتے ہوئے محسوس ہوئے ....ایک عالم اضطراب میں آپ نے قوم کے ذمہ داروں کو آواز دی۔

رائے گڑھ میں تمہارے بھائی بھوک اور پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔عورتیں بیوہ ہوچکی ہیں۔ماؤں کی گودیں اجاڑی جاچکی ہیں۔بچے بے سہارہ ہو گئے ہیں۔تمہارے بھائی افسردہ چہروں،بکھرے ہوئے بالوں اور پھٹے پیراہن میں کھلے آسمان کے نیچے چلچلاتی دھوپ میں بے یارو مددگار پڑے ہیں۔ان مظلوموں کے پاس اتنا سرمایہ بھی نہیں کہ اپنے عزیزوں کی بے گوروکفن لاشوں کو کفنا سکیں۔ان ستم رسیدہ مظلوموں میں غنچۂ نوشگفتہ بھی ہیں،لالۂ نوبہار بھی۔پیر مضمحل بھی ہیں اور مریض وناتواں بھی۔ظالموں نے آج ان کے ناز کا چمن اجاڑدیا۔ان کی امیدوں کا آشیانہ دن دہاڑے لوٹ لیا گیا۔

میرے بھائیو!ذرا کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر سوچو۔ہمارے یہاں اگر کوئی میت ہوتی ہے تو گھر والوں کا کیا حال ہوتا ہے۔خبر سنتے ہی ضبط شکیبائی کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔چارہ گروں اور غمگساروں کی بھیڑ کے باوجود آنسوؤں کی لڑی نہیں ٹوٹتی۔صبر کی تلقین کے باوجود غموں کا طوفان امنڈتا رہتا ہے۔بہتے ہوئے آنسوؤں کو پونچھنے کے لئے سارا محلّہ اکٹھا ہوجاتا ہے مگر پھر بھی

اضطراب کی آگ نہیں بجھتی ۔فریا دونالہ کا سوز کم نہیں ہوتا ۔وہاں سوگواروں کے بارے میں سوچو جن کے عزیزوں اور رشتہ داروں کو ان کی آنکھوں کے سامنے ظلم وستم کی بھٹی میں جھونک دیا گیا ۔جو آج غم گساروں اور ہمدردوں کے جھرمٹ میں نہیں بلکہ ظالموں اور ستم گاروں کے نرغے میں ہیں ۔لہٰذا ان یتیموں ،غریبوں اور فاقہ مست لوگوں کے لئے آج ہمیں قدم آگے بڑھانا ہے ۔یقین جانو ان مظلوموں کی مسکراہٹوں کے پیچھے کوثر وتسنیم کے چھلکتے ہوئے پیمانے اور جنت کی بہاریں آواز دے رہی ہیں ۔

حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کی اس تقریر نے آگ پر تیل کا کام کیا ۔دیکھتے ہی دیکھتے لوگ مضطرب ہو اٹھے ۔آنکھیں ڈبڈبا آئیں ۔نالہ ،آہ وفغاں بلند ہونے لگا ۔ہمالیہ کی برف پوش چٹانوں سے عہد و پیماں کرنے والے قلوب آپ کی آتش نوائی سے پگھل اٹھے ۔ہر شخص اپنے بھائیوں کی بےبسی اور مظلومی پر تڑپ اٹھا ۔

آپ نے لوگوں کے گریہ بے اختیار کو صبر کے شکنجے میں رکھنے کی تلقین فرماتے ہوئے ان کی امداد کی طرف متوجہ فرمایا ۔دیکھتے ہی دیکھتے نوٹو ں کی بارش ہونے لگی ۔کسی نے روپے دیئے ،کسی نے کپڑے ۔غرض کہ چند لمحوں میں سیکڑوں سے تجاوز کر کے ہزاروں تک رقم پہونچ گئی ۔کپڑوں کے کئی گٹھر تیار ہو گئے ۔لیکن اب یہ مسئلہ سامنے آ کھڑا ہوا کہ اسے وہاں پہونچایا کیسے جائے ۔کچھ کی رائے تھی کہ ان کپڑوں کو رقم میں تبدیل کر لیا جائے اور کچھ بضد تھے کہ کپڑا ہی پہونچایا جائے ۔کافی غور وخوض کے بعد یہ طے ہوا کہ کپڑا پہونچانا بہتر ہے ۔جیسے ہی یہ طے ہوا ،لوگوں کے چہروں پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی ۔مگر دوسرے ہی لمحہ ایک صاحب کی آواز نے ساری محفل پر سکتہ طاری کر دیا کہ رقم تو ہر کوئی لے جا سکتا ہے مگر کپڑوں کا گٹھا اپنے سر پر کون اٹھائے گا ۔موجودہ ماحول میں کھلے روپ سے جانا اپنی موت کو آواز دینا ہے ۔اس آواز پر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں ۔لوگ ایک

دوسرے کا منہ تکنے لگے ۔آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ ہونے لگا ۔کافی وقت گزر جانے کے بعد بھی جب کوئی تیار نہیں ہوا تو حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ نے یہ کہہ کر مجمع کا سکوت توڑا کہ زندگی کا مالک اللہ رب العزت ہے ۔مومن کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ وہ خدا کی راہ میں مارا جائے ۔اس آواز پر ایک بار پھر مجمع دم بخود ہو گیا ۔ہر شخص حیرتوں کے ساگر میں ڈوبا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس عظیم وجلیل شخصیت کو دیکھنے لگا جس کی پوری زندگی تاریخ دعوت وعزیمت کا روشن باب تھی ۔جس نے چھتیس گڑھ کی زندگی سنوارنے کے لئے اور گلشن سنیت کی تازگی کے لئے نہ جانے کتنی راتیں قربان کیں ۔جن کی آہ صبح گاہی نے سیکڑوں مردہ دلوں کو عشق رسول کی توانائی دی اور آتش توانائی نے شدھی تحریک کے ہزاروں ایوان جلا کر خاکستر کئے ۔قوم کا وہ محسن جس نے جہد و عمل کی شاہراہوں پر عظمتوں کے ایسے مینارے روشن کئے جس کی روشنی میں صدیوں قافلے چلتے رہیں گے ۔جس محسن ملت نے کفر وبدعت کی تاریکیوں کے قلزم رواں میں موسیٰ صفت راہ نکال کر پورے چھتیس گڑھ کو گلشن اسلام کی فردوس بہاراں سے معطر ومنور کیا ۔مائب وآلام کی منزل بمول یلغاروں میں عظمت اسلام کا پرچم لہرا کر قوم وملت کا سر بلند کیا ۔آج وہ اپنی زندگی کو قوم کی حفاظت و صیانت کے لئے داؤ پر لگانے کو تیار تھا ۔ہر شخص اس آواز سے چونک پڑا ۔مجمع شدت جذبات سے بے قابو ہو گیا ۔لوگ بے چین ہو اٹھے ۔دیکھتے ہی دیکھتے کئی لوگ اس کام کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ۔مگر آپ نے جذبات سے بے قابو مجمع کو روکا اور فرمایا کہ میں نے جو کہہ دیا اب اسے کرنے ہی دو ۔

بالآخر کافی بحث ومباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ چند افراد وفد کی شکل میں وہاں جائیں اور رقم وغیرہ کی تقسیم میں حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کا ہاتھ بٹائیں ۔

دوسرے دن صبح کی گاڑی سے چند افراد پر مشتمل یہ قافلہ رائے گڑھ کی طرف روانہ ہوا ۔

راستے میں آپ نے حالات کا جائزہ لیا۔دشمنوں کے عزائم ،فسادیوں کی یورش۔آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ ہمارا ایک ساتھ وہاں پہونچنا خطرہ سے خالی نہیں۔دشمن ہماری تاک میں ہیں۔کپڑوں کا یہ گٹھر ہمارے ساتھ ہے جس سے ہم بہ آسانی پہچان لئے جائیں گے۔بہتر یہ ہوگا کہ تم لوگ رقم لے چلو۔رائے گڑھ میں عام مسافر بن کر اترنا۔پھر پیدل ہی جامع مسجد پہونچ کر میرا انتظار کرنا۔ ان کپڑوں کے ساتھ تم سے وہیں ملوں گا۔یہ فرما کر آپ ایک اسٹیشن پہلے اتر گئے۔آپ کے دونوں ساتھی حیران وپریشان سہمتے ڈرتے رائے گڑھ پہونچے۔اسٹیشن سے شہر میں آئے۔جدھر نظر اٹھی خوف وہراس کا عالم تھا۔شقاوتوں کی چلی ہوئی آندھیاں اور عداوتوں کے اٹھتے ہوئے طوفان میں یہ بھی ڈرتے ڈرتے انجان بنے آگے بڑھتے رہے۔غیر ملتا سہم کر نظریں بچا کر نکل جاتے۔اپنے نظر آتے مسجد کا پتہ پوچھ لیتے۔دھیرے دھیرے لرزتے کانپتے مسجد پہونچے۔حافظ ذاکر صاحب امام جامع مسجد سے ملاقات کی۔راستے کی روداد سنائی۔جب انہیں پتہ چلا کہ حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ رائے گڑھ سے ایک اسٹیشن پہلے اتر گئے اور ان کے ساتھ کپڑوں کا گٹھر ہے تو پریشان ہو اٹھے۔ دل دہلنے لگا۔دماغ ماؤف ہونے لگا۔

حافظ ذاکر صاحب مقامی باشندہ تھے۔حالات کے مدوجذر سمجھ رہے تھے۔جوروستم کی وادی میں بدبختوں کا گھنا اندھیرا بڑھتا ہوا دیکھ رہے تھے۔انتظار کرتے کرتے سورج ڈوب گیا۔ اندھیرا چھانے لگا۔لیکن حضرت کا پتہ نہ چلا امیدوں کی کرن مدھم پڑنے لگی۔

دھیرے دھیرے یہ خبر احباب تک پہونچی۔جس نے بھی سنا دم بخود رہ گیا۔سبھوں کی نظر بڑے دروازے کی طرف لگی ہوئی تھی۔ذرا سا دروازہ ہلتا اور آنکھیں اٹھ جاتیں۔کوئی آتا حضرت کا وہم ہونے لگتا۔مگر کافی دیر ہوگئی۔مغرب سے عشاء کا وقت ہوگیا اور پھر رات ہونے لگی سارے افراد بے چین اور مضطرب نظر آنے لگے۔سڑکوں پر سناٹا چھانے لگا۔دھیرے دھیرے تہائی

رات گزر گئی۔ہر گزرتا ہوا لمحہ لوگوں کی بے چینی میں اضافہ کرتا رہا۔

آخر تھک ہار کر لوگ گھروں میں جانے کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ اچانک بڑے دروازے سے ایک دیہاتی آتا ہوا دکھائی دیا جس کے سر پر ایک بہت بڑا گٹھر تھا۔دیکھتے ہی چشم انتظار کھلی کی کھلی رہ گئی۔جذبات کی انجمن میں مسرتوں کی ٹھنڈک پہونچ گئی۔دلوں کے ویرانوں میں امیدوں کا چراغ جل اٹھا۔چند لمحے کے بعد دیہاتی نے جب گٹھر اتارا تو دیکھنے والوں پر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا کہ سامنے رونق افروز ہونے والی شخصیت حضرت محسن ملت کی تھی۔لوگ دیوانوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔حضرت نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے روداد سفر سنائی کہ جب ہم لوگ رائے پور سے چلے تو ہماری روانگی کی خبر یہاں تک پہونچ چکی تھی اور دشمن تاک میں تھے کہ جیسے ہی ہم یہاں پہونچیں وہ وار کر جائیں۔اس لئے میں ایک اسٹیشن پہلے اتر گیا تاکہ ان کی سازشیں ناکام ہو جائیں۔وہاں اترنے کے بعد میں نے یہ وضع قطع بنائی تاکہ اگر کوئی مجھے دیکھ بھی لے تو پہچان نہ سکے ۔اس طرح سے ان کی آنکھوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے میں صحیح وسلامت یہاں پہونچ گیا۔ یہ خدا کا فضل وکرم ہے اور اس کے حبیب پاک ﷺ کی نگہہ مہر والتفات ہے کہ انہوں نے دشمنوں کے سارے منصوبے ناکام بنادیئے اور ہم گنہگاروں کو یہ توفیق بخشی کہ رسول پاک کے پریشان امتیوں کی میزبانی کر کے ان کی رضا حاصل کریں۔

لله قوم اذا حلو بمنزلة

حل الرضا و يسير الجود اذا ساروا

سرفروشانہ للکار

از۔مرتب

مت پوچھئے اس دور بلا خیز کی محشر سامانیاں ۔ جہاں ایک طرف مسلمانوں کی زندگی سے کھلواڑ کیا جارہا ہے وہیں دوسری طرف عقائد باطلہ کا امنڈتا ہوا سیلاب اب ہماری فصیلوں سے ٹکرا رہا ہے ۔چاندی وسونے کی ہر روپہلی وسنہری کرنوں کے بیچ ایمان کا سودا کرنا، کلیسا کا چراغ لے کر حرم کے پاسبانوں میں عیب تلاش کرنا، انبیاء واولیاء کی حرمتوں کو گھائل کر کے عفریتی قہقہہ بلند کرنا معمولی کھیل بنتا جارہا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ ایمان وعقیدہ کی حفاظت وصیانت کرنے کے لئے علمائے کرام نے میلادو قیام، فاتحہ، درودکو عام کیا ۔جگہ جگہ روحانی اسٹیج سجا کر، ایمانی چراغ جلا کر گم کردہ راہوں کو منزل مقصود سے قریب کرنے کی کوشش کی ۔انہیں میں سے ایک عرس بھی ہے جس کا سیدھا سادہ مقصد صرف اتنا تھا کہ لوگ بزرگان دین کے فیض سے مستفیض ہو کر روح کو توانائی اور ایمان کو جلا بخشیں ۔ان کے نقوش قدم کے سہارے منزل مقصود کا پتہ معلوم کریں ۔اور ان کے پھیلائے ہوئے اجالوں میں اپنے نفوس کا تزکیہ کر کے اور قوم وملت کی زلف برہم سنوار کر انسانیت کا چہرہ اتنا روشن اور تابناک بنائیں کہ چودھویں رات کا چاند بھی شرما جائے ۔لیکن وقت کا یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ جسے تزکیۂ نفس وبالیدگیٔ روح کے لئے عام کیا گیا تھا آج وہی چیز باعثِ شرم بنتی جارہی ہے جس میں غیروں سے زیادہ اپنوں کا ہاتھ ہے ۔جنہیں نماز روزہ سے مطلب نہیں وہ آج عرس کے لئے رات و دن قربانی دے رہے ہیں ۔اس کا مکمل فائدہ غیروں نے اٹھایا ۔ایک طرف ایسوں کا اپنا آلۂ کار بنا کر عرس کی صدارت دلوادی جو دین ومذہب سے دور ہیں اور دوسری طرف کفر وشرک کا فتویٰ ٹھوک کر بھولے بھالے انسانوں کو اپنے دام تجویز میں پھنسانے لگے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ارباب علم ودانش سوچ میں پڑ گئے کہ وہ عرس جس کی فیض بخشیوں سے دل ودماغ میں کیف ونشاط کی امنگیں پھوٹا کرتی

تھیں، جہاں سے قوم کو اجتماعی شعور ملا کرتا تھا اور معاشرے میں صحت مند انقلاب پیدا ہوا کرتا تھا، جس گلشن سے دنیائے سنیت معطر رہا کرتی تھی، آج وہی چند نفس پرستوں کی وجہ سے فسق وفجور کی آماجگاہ بنا رہا ہے ۔وہاں پہونچ کر آج محاسن اخلاق کا محاذ ٹوٹ رہا ہے ۔منکرات معروفات کا لباس بدل رہے ہیں ۔آج اس حق وصداقت کے گلشن میں گلچیں وگل فروش باغبان بن کر دراندازہوتے جا رہے ہیں ۔ جہاں عورتوں کی حاضری پر شدید اختلافات موجود ہیں وہیں اسے رونق اسٹیج بنا کر قوالی کروائی جارہی ہے اور یہ فتنہ سیل سیلاب کی طرح پوری ملّت کو بہالے جانے کے لئے امنڈتا جا رہا ہے ۔آج جہاں پورا ملک اس فتنہ کی زد میں آچکا ہے ۔وہیں رائے پور بھی اس فتنہ کی زد سے نہ بچ سکا ۔

۱۹۶۲ء کا ذکر ہے ۔رائے پور میں ایک مشہور درگاہ حضرت محمد حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرف باغیچہ والے بابا کے نام سے مشہور ہے ۔یہاں ہر سال تزک واحتشام کے ساتھ عرس ہوا کرتا ہے ۔مگر دھیرے دھیرے غیروں نے کچھ ایسی سازش رچی کہ یہاں بھی الٹے سیدھے رسومات کا سیلاب امنڈ آیا جس کی زد میں اصل حقیقت خس وخاشاک کی مانند بہہ گئی ۔شروع میں حضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ لوگوں کو سمجھاتے رہے ۔مگر جب ۶۲ء میں فتنہ اپنے پورے شباب کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا یہاں تک کہ لوگ عورتوں کی قوالی کے لئے کمربستہ ہو گئے ۔حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ اگر اس وقت فتنہ کو ختم کرنے کے لئے کوشش نہیں کی گئی تو نہ صرف درگاہوں کا تقدس مجروح ہوجائیگا بلکہ وہابیت کو پنپنے کا اور موقع مل جائے گا ۔دشمنان اسلام نے بھی دیکھا کہ موقع اچھا ہے ۔لہٰذا سنیت کو جتنا مجروح کیا جا سکتا ہے ۔کر لیا جائے ۔

غرضکہ بات بڑھتی رہی حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ سدّ سکندری بنے فتنے کو روکتے رہے دشمن بھی درپردہ عوام کو بہکا کر معاملہ کو الجھاتے رہے ۔

حضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ نے جب دیکھا کہ معاملہ سرد ہونے والا نہیں اور آج کی خاموشی ایک عظیم درگاہ کی حرمت کو مجروح ہونے سے نہیں بچا سکے گی تو آپ نے اپنی زندگی کو آخری داؤ پر لگا کر جامع مسجد میں ایک ولولہ انگیز تقریر فرمائی جس میں عرس کی اہمیت اس کی پاکیزگی و طہارت کو بتاتے ہوئے عورتوں کی قوالی کی مخالفت کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ عرس صحیح ڈھنگ سے کرو، میرا سارا تعاون تمہارے ساتھ ہے۔ ورنہ یا تو عورت کی قوالی ہوگی یا پھر حامد علی زندہ رہے گا۔ میں اپنی زندگی میں حرمت اولیاء کو پامال ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔

تقریر کے آخری الفاظ نے مجمع پر سکتہ طاری کر دیا۔ لوگ دم بخود رہ گئے۔ غالباً اسی دوران رئیس التحریر مبلغ ایشیاء و یورپ حضرت علامہ ارشد القادری صاحب بمبئی سے ٹاٹا نگر تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے اسٹیشن پر ان سے ملاقات فرما کر ارشاد فرمایا۔ اسے حضرت علامہ ہی کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں کہ مولانا میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ اپنی زندگی میں درگاہ کی حرمت کو پامال نہیں ہونے دوں گا۔ لہٰذا اگر مجھے کچھ ہو جائے تو مدرسہ کا خیال رکھنا۔ مدرسہ سنیت کا عظیم قلعہ ہے۔ اس گلشن کی مہک نے چھتیس گڑھ کو معطر کیا۔ ایمان میں توانائی اور عقیدوں میں نکھار اس کی بدولت پیدا ہوا۔ یہ ہرا بھرا چمن بادِ صرصر کے جھونکوں سے مرجھانے نہ پائے۔

پھر دھیرے دھیرے قوالی کی تاریخ آ پہونچی۔ ایک طرف حق و صداقت کا علمبردار کوہ استقلال بنا کھڑا تھا۔ دوسری طرف عورتوں کی قوالی کے شیدائی بضد تھے۔ دونوں طرف زور شور کی تیاریاں تھیں۔ بالآخر وقت تو آ پہونچا قوالی کا اسٹیج سجنے لگا۔ شیطانی قہقہہ بلند ہونے لگا تماشبینوں کی بہار آئی۔ درگاہ کی عظمت و تقدس کو پامال کیا جانے لگا۔ دوسری طرف حضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ ثبات و استقلال کے ساتھ حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔ مگر جب قوالی کا اسٹیج سج گیا۔ اور قوالی گانے والیاں اور سننے والے جمع ہونے لگے اِدھر مایوسی کے بادل منڈلانے لگے۔ شمع

امید چراغ سحر کی طرح کانپنے لگی۔ لوگ بے چین ہو کر کف افسوس ملنے لگے۔ مگر حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کی پیشانی پر بل تک نہیں آیا آپ عزم و ہمت کے ساتھ خدائی فیصلہ کے منتظر تھے۔ ادھر عقیدت مندوں کے دل لرز رہے تھے۔ لحہ لحہ کی ملتی ہوئی خبریں دماغ پر ہتھوڑے برسا رہی تھیں۔ اور پھر جیسے ہی یہ خبر ملی کہ قوالی گانے والیاں اسٹیج پر پہونچ چکی ہیں۔ قلب و جگر پر ایک بجلی گری امیدوں کا آشیانہ جلنے لگا۔ چین و سکون برباد اور کلیجہ پاش پاش ہونے لگا حالت اضطراب میں ڈبڈبائی ہوئی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھ گئیں۔ مگر دوسرے ہی لحہ آسمان پر اچانک نمودار ہونے والی گھنگھور گھٹاؤں نے لوگوں کے بھٹکتے ہوئے ذہنوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آندھی و طوفان اور کلیجہ دہلا دینے والی بجلیوں کی کڑک کے ساتھ سارا آسمان گھٹاؤں سے چھپ گیا۔ لوگ حیرت سے اٹھتی ہوئی گھٹائیں دیکھ رہے تھے۔ کہاں آسمان میں بادل کا نام و نشان نہیں تھا اور کہاں اتنی بھیانک بدلی۔ ابھی حیرتوں کا طلسم ٹوٹنے بھی نہیں پایا تھا۔ کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ آندھی و طوفان کے ساتھ بہتے ہوئے پانی نے قوالی کا سارا رنگ بھنگ کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مجمع میں بھگدڑ مچ گئی۔ جو لوگ خم ٹھونک کر اور سینہ پھیلا کر محفل قوالی سجا رہے تھے۔ انہیں سر چھپانا دشوار ہو گیا۔ رات کا اندھیرا، قوالی کا مجمع اور آندھی و طوفان کی یلغار نے قیامت صغریٰ کا منظر پیدا کر دیا۔ جس کا جس طرف منہ اٹھا، بھاگا چلا جا رہا ہے۔ کہاں کا ساز، کہاں کی ہارمونیم اور طبلہ ہر کسی کو اپنی پڑی تھی دیکھتے ہی دیکھتے مجمع سے کھچا کھچ بھرا میدان چند لحہ میں شہر خموشاں کا منظر پیش کرنے لگا۔

دوسری طرف حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کے عقیدت مندوں کے ڈوبتے ہوئے قلب کو سہارا ملا۔ دنیا نے دیکھا کہ مایوسیوں کے اتھاہ ساگر میں ڈوبتے ہوئے دلوں کو قدرت کے ایک اشارہ نے ایسا سنبھالا کہ نہ صرف محفل ساز و طرف میں سناٹا چھا گیا بلکہ غیروں کے دلوں میں بھی حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کی رفعت و عظمت کا پرچم لہرانے لگا۔

جب شہر جلنے والا تھا

از۔مرتب

جذبات میں ڈوبا،غصہ سے بے قابو مجمع لحہ بہ لحہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔آنکھوں سے نکلتی ہوئی چنگاریاں دلوں میں امنڈتے ہوئے طوفان کی غمازی کر رہی تھیں۔آتش غضب میں بھڑ کا ہوا مجمع کسی بھی وقت بے قابو ہو سکتا تھا جس سے نہ صرف شہری امن و امان خطرہ میں پڑ گیا تھا بلکہ سیکڑوں ماؤں کی گود سونی ہونے اور بے گناہوں کے خون سے دھرتی کے رنگین ہونے کا یقین بھی بڑھتا جا رہا تھا۔

ارباب دانش اور صلح پسند افراد متوحشانہ انداز میں اس جنونی مجمع کی طرف خوف زدہ نظروں سے دیکھ رہے تھے جو اپنے بھگوان کے اپمان پر بپھرا ہوا خطرناک عزائم کی نشاندہی کر رہا تھا۔عورتیں سہم سہم کر اپنے جگر کے ٹکڑوں کو چھاتی سے لگا رہی تھیں اور بزرگ لرز لرز کر عالم وحشت میں چاروں طرف تک رہے تھے۔

واقعہ بھی اتنا سنگین تھا کہ کسی کی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔سامنے پڑی مورتی زبان حال سے سراپا فریاد بنی اپنے معاونین کو للکار رہی تھی اور اس کے عقیدت منداسے دیکھ دیکھ کر غضبناک ہوتے جا رہے تھے۔جتنے منہ اتنی باتیں۔ہر کوئی کچھ نہ کچھ بڑ بڑا ہی رہا تھا۔ہمارے بھگوان کا یہ اُپمان ہم نہیں سہہ سکتے۔ان کا اُپمان سہنا اپنے دھرم کا سب سے بڑا پاپ ہے۔یہ بابا جسے ہم بھگوان سمجھتے تھے اس نے اتنا بڑا اپمان کر دیا کہ ہمارے سامنے اس کی پٹائی کر دی۔ہم اس کا بدلہ لے کر رہیں گے۔وغیرہ وغیرہ۔

دوسری طرف بابا کے عقیدت مندوں کا جم غفیر بھی ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار کھڑا تھا۔سامنے گری ہوئی پتھر کی مورت اور اس کے پاس پیشاب کے چھینٹے زبان حال

سے ساری روداد خود سنا رہے تھے۔

قریب تھا کہ دونوں کے جذباتی لوگ آپس میں بھڑ جاتے کہ اچانک کسی کی آمد سے پورے مجمع پر سناٹا چھا گیا۔لوگ آنے والے کے چہرے کو دیکھتے اور راستہ دے دیتے۔آنے والا اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ جس میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی۔نہایت سکون اور وقار کے ساتھ جائے حادثہ کے قریب پہونچا۔سر پر وارثی رنگ کا صافہ۔کرتا پائجامہ میں ملبوس۔صدری پہنے عشق و عرفان کی تنویر سے چمکتی پیشانی۔جلال و جمال کا مظہر،روشن و تابناک چہرہ۔شاہانہ قد و قامت اور عارفانہ کمال کا پیکر بنے جب وہ قریب پہونچے تو نہایت شیریں اور دلوں کو چھو لینے والی آواز میں ارشاد فرمایا۔یہ کیا معاملہ ہے؟بے قابو مجمع میں سے کسی نے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا۔یہ دیکھئے کتنا بڑا اپمان ہے کہ ہماری یہ مورت نیچے پڑی ہے۔آپ نے پوچھا یہ کس کا کام ہے بتانے والے نے بتایا کہ لترا والے بابا یہاں تشریف لائے اور اس کی یہ دشا کر گئے۔لترا والے بابا کا نام سنتے ہی آپ سمجھ گئے کہ تاجدار چتیس گڑھ،فخر اولیاء حضرت سید انسان علی بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آج مجذوبانہ طرز سے ہٹ کر مجاہدانہ کردار کا جلوہ دکھایا ہے۔موقع کی نزاکت کا احساس کرتے ہی آپ نے جواب دینے والے کو قریب بلایا۔اور نہایت سکون کے ساتھ ارشاد فرمایا۔وہ بابا کون ہیں جانتے ہو؟وہ بابا!اس نے جلدی سے کہا۔وہ تو بھگوان سمان ہیں۔یہ سنتے ہی آپ نے برجستہ فرمایا وہ بھی تمہارے نزدیک بھگوان،یہ بھی تمہارے نزدیک بھگوان۔یہ تو بھگوانوں کی لڑائی لگتی ہے۔ہم تم کوان کے بیچ پڑنے کی کیا ضرورت؟جب تم انہیں بھگوان سمجھتے ہو تو یہ معاملہ انہیں کے سپرد کرو یہ خود سمجھ لیں گے۔سامنے والا لا جواب ہو چکا تھا۔بات دلوں میں اتر چکی تھی مگر سینے کا غم ابھی ہلکا نہیں ہوا تھا۔اس نے بیتے ہوئے پیشاب کی طرف اشارہ کیا۔جو گری ہوئی مورتی کے پاس ہی تھا۔شاید وہ کہہ رہا تھا کہ انہوں نے نہ صرف اسے ٹھوکر ماری بلکہ پیشاب بھی کر دیا۔صورت حال کی نزاکت نے

سارے مجمع پر سناٹا طاری کردیا۔مگر اچانک آپ کی نظر پاس ہی پڑی بکری کی مینگنی پر پڑی۔آپ نے بقول۔شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ۔فرمایا کہ پہلے تو ڈاکٹری کرواؤ کہ یہ پیشاب کس کا ہے۔سامنے پڑی مینگنی تو کچھ اور ہی بتا رہی ہے۔

اتنے میں جذبات سے بے قابو مجمع پرسکون ہو چکا تھا۔ارباب فکرونظر کے ماتھے پر ابھری تشویش کی سلوٹیں مٹ رہی تھیں۔ہر کوئی اسی دو نقطے پر پورے مجمع کو قابو میں کرنے کی کوشش میں لگ گیا۔دیکھتے ہی دیکھتے نفرتوں کا طوفان تھمنے لگا اور جذبات کا تلاطم مٹنے لگا۔غم وغصہ کا دریا اترنے لگا۔موقع کی نزاکت پر ایک دانشمندانہ اقدام نے شہر کو جلنے سے بچالیا۔بستیوں کو اجڑنے سے سنبھال لیا۔خاندانوں کو نفرتوں کے سیلاب میں بہنے سے تھام لیا۔

یہ تھے سلطان الہند کے فیوض وبرکات کے پیکر۔سرکار اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان کے تربیت یافتہ۔حجۃ الاسلام کے نظر کردہ۔ولی کامل۔شمع شبستان فاروقیت محسن ملت حضرت مولانا الحاج شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔جن کے مدبرانہ،مفکرانہ اور دانشمندانہ انداز فکر نے شہر کو اجڑنے سے بچالیا اور نفرتوں کو بڑھنے سے روک دیا۔

کہتے ہیں بعد میں کسی نے عرض کیا کہ چشم دید گواہوں کی موجودگی میں آپ نے پیشاب کے ڈاکٹری ملاحظہ کی بات کیسے کی۔آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ایک طرف جذبات میں بے قابو مجمع۔دوسری طرف مجذوب وقت حضرت تاجدار چھتیس گڑھ کی عظیم وجلیل ذات۔ایسے خطرناک موقع پر ذراسی تساہلی یا بد احتیاطی چھتیس گڑھ کی تاریخ کو شرمناک روسیاہ کرجاتی۔اس لئے میں نے سوچا کہ فی الحال مجمع کسی طرح قابو میں آئے۔اس کے لئے بہتر یہی ہے بہتے ہوئے پیشاب کا رخ ڈاکٹری ملاحظہ کی طرف موڑ دیا جائے تاکہ جذبات پر کسی حد تک قابو پایا جاسکے۔رہا تحقیق کا معاملہ!

جب تک ڈاکٹری رپورٹ سامنے آئے گی تب تک حالات قابو میں آچکے رہیں گے۔

آنے والے وقت نے بھی ثابت کردیا کہ آپ کی دور اندیشی،معاملہ فہمی نے طوفانوں کا رخ موڑ دیا،آپ کی اسی قائدانہ صلاحیت اور دانشمندانہ اقدام نے تاریخ دعوت وعزیمت کا وہ باب روشن کیا جسے دیکھ کر قومی ضمیر پکارا اٹھا۔

ایک چراغ رہبری ہے محسن ملت کی ذات
روشنی ہی روشنی ہے محسن ملت کی ذات

مشعل راہ ہدایت محسن ملت کی ذات

ڈاکٹر اسمائیل فاطر مظفرپوری

مشعل راہ ہدایت محسن ملت کی ذات
جان ملت شان ملت محسن ملت کی ذات

پورے چھتیس گڑھ میں تیرے فیض کا دریا رواں
رہبر دین وشریعت محسن ملت کی ذات

اعلیٰ کے مشن کے ترجماں تھے بالیقیں
اہل سنت کی عقیدت محسن ملت کی ذات

کتنے حافظ اور قاری آپ نے پیدا کیے
پاسبان دین وسنت محسن ملت کی ذات

دین کی شمع جلائی کفر کے طوفان میں
قاطع کفر وضلالت محسن ملت کی ذات

جس طرف دیکھئے علم کی ضوپاشیاں ہے
ضیاء علم وحکمت محسن ملت کی ذات

مدحیہ بھارت کے لیے فاطر یقیناً دیکھئے
ہے خدا کی خاص کی رحمت محسن ملت کی ذات